

www.Paksociety.com

دین

پاکستان

<http://pakistaniblog.com>

www.Paksociety.com

اس کتاب کے ساتھ
کرن کتاب

آزمائش کے ساتھ

www.Paksociety.com

۲۳۱

卷之五

مجلس اول
در بیان احوال و سیرت حضرت علی علیه السلام



MEDICAM SHAMPOO

محمود باقر	36
محمود باقر	37
محمود باقر	38
محمود باقر	39
محمود باقر	40
محمود باقر	41
محمود باقر	42
محمود باقر	43
محمود باقر	44
محمود باقر	45
محمود باقر	46
محمود باقر	47
محمود باقر	48
محمود باقر	49
محمود باقر	50
محمود باقر	51
محمود باقر	52
محمود باقر	53
محمود باقر	54
محمود باقر	55
محمود باقر	56
محمود باقر	57
محمود باقر	58
محمود باقر	59
محمود باقر	60
محمود باقر	61
محمود باقر	62
محمود باقر	63
محمود باقر	64
محمود باقر	65
محمود باقر	66
محمود باقر	67
محمود باقر	68
محمود باقر	69
محمود باقر	70
محمود باقر	71
محمود باقر	72
محمود باقر	73
محمود باقر	74
محمود باقر	75
محمود باقر	76
محمود باقر	77
محمود باقر	78
محمود باقر	79
محمود باقر	80
محمود باقر	81
محمود باقر	82
محمود باقر	83
محمود باقر	84
محمود باقر	85
محمود باقر	86
محمود باقر	87
محمود باقر	88
محمود باقر	89
محمود باقر	90
محمود باقر	91
محمود باقر	92
محمود باقر	93
محمود باقر	94
محمود باقر	95
محمود باقر	96
محمود باقر	97
محمود باقر	98
محمود باقر	99
محمود باقر	100

چاند گروپ آف پبلیکیشنز

کین

MEMBER
APNS
CPNE





278	خالہ سیدہ	کرن کار سترخوان	265	شعور عمیر	کرن کرن خوشبو
281	احمد علی	حسن و صحت	269	بشری عمود	یارو لکے دیکھے
264	ریحانہ امجد خاں	بول کہ لب	272	شگفتہ سیلان	مجھے شاعر لیتے
283	مدیرہ کون	تلمعے تلمعے کرنام	274	ریحانہ امجد خاں	مُسکراتی کرین

روستائے بیکہ لکھنؤ کی شاعری

پاکستان (سالانہ) 600 روپے
ایشیہ افریقہ اور وسطی ایشیہ 4000 روپے
امریکہ کینیڈا آسٹریلیا 5000 روپے

جنوری 2011

جلد 33 نمبر 10
قیمت 40 روپے

لکھنؤ، پاکستان 37، راجہ رستم آباد

پیشہ ورانہ پیشہ سے جو من پر تنگ پرس سے بھیجوا کر شائع کیے جاتے ہیں۔
Phone: 32721777, 32720817, 021-32022484 Fax: 92-21-32766872

Email: khawateendigest@hotmail.com info@khawateendigest.com

محمد
نعت

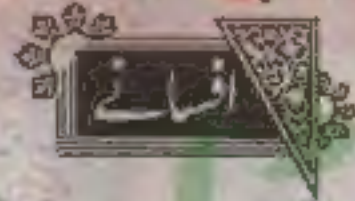
11 امجد بخاری
11 امجد بخاری



12	انشائی	بتجارن کا لوجہ	12	سعدیہ واجپور	عشق آتش
			62	نبیلہ عزیز	یاد دل
			130	فرحین ظفر	آیت تبار



13	شاپن رشید	سالی لومبارک	116	شگفتہ تھپی	گوشہ عافیت
29	شاپن رشید	وسیم باری	184	رشی پوری	ارہوئے خوب
262	نوزیدہ سمین	اک کیا سقر			
19	ہریتہ کنول باری	فاروق حسن			
24	فضیلہ قیصر	روکا پہاڑ			



34	نوزیدہ سمین	دست کوڑہ گر	54	غزالہ جلیل	عنوان کی تفسیر
200	نبیلہ عزیز	درد دل	105	منجیل	کیکٹس
			181	ام ظہیر	کتھار سس
			248	علیقہ حیدر	دستورِ والا
			256	نازیہ جمال	ایک چوڑا

ماہنامہ لکھنؤ، پاکستان 37، راجہ رستم آباد
پیشہ ورانہ پیشہ سے جو من پر تنگ پرس سے بھیجوا کر شائع کیے جاتے ہیں۔
Phone: 32721777, 32720817, 021-32022484 Fax: 92-21-32766872
Email: khawateendigest@hotmail.com info@khawateendigest.com

جنوری 2013ء کا کہنا ہے کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔
جہت سے ناخوشگوار واقعات کے ساتھ 2010ء اختتام کو پہنچا۔ دن ہیچے سال نہ چلے کتنی صدیوں
سے وقت کا سفر اسی طرح جاری ہے۔ وقت کیا ہے۔ ایک احساس، تفتیر و تبدیلی کو ناپنے کا پیمانہ۔ ازل سے قائم
یہ آسمان اور زمین اور اسی کا ایک حفرہ۔ وقت جس کا کام ہیٹ سے گزرنے کا ہے۔ وقت جو انسان کی شکست
ہے۔ انسان جو ایک مشت فاک ہے۔ ماحصل کی تمنا میں لاماصل کے نیچے دوڑ رہا ہے۔ سفر کرتے کرتے عمر
گزر رہا ہے۔ حدیاں گزر جاتی ہیں۔ موسم بیت جاتے ہیں اور ایسے میں اسے محسوس ہوتا ہے کہ پلٹے پلٹے حرکت
چلنے کے بعد بھی سفر نہیں کٹا۔ وقت کٹ گیا اور فاصلہ نہیں کٹا۔ ایسی کیفیت ہو کہ دیر تک کر ڈرامہ دیکھ
کہ انسان کی تخلیق مائیک بے جہت نہیں فرمائی۔ اپنی تخلیق کے مقصد پر غور کریں اور اس عالم میں سکھیں ہم کو
یاد کریں تو سب کچھ واضح ہوتا چلتا گا۔
سال نو برپا ہوا محاسبہ کریں اور ایمان داری سے صرف اور صرف اپنے اندر جھانک کر تلاش کر کیا آپ نے
اپنے جہت کا حق ادا کیا ہے۔
قاریں کو سال نو مبارک۔

اسٹس شمارے میں

- 1. سب جان انشاء
- 2. سال نو میں مختلف اداکاروں سے دلچسپ مردے
- 3. اینگر برین "ویم بادامی" سے شاپیں و شہید کی ملاقات
- 4. ملک نیا سفر "فنز" یا سین کی شادی کا احوال
- 5. اداکار "کیمبر" "فدوق حسن" سے ناز و کنول نازی کی باتیں
- 6. اداکارہ "فصلہ قیصر" دھکے پہاڑے کے ساتھ
- 7. ورمٹ کو نہ گز "فنز" یا سین کا سلسلے وار ناول
- 8. "در دل" "نیلہ عزیز" کا سلسلے وار ناول
- 9. "عشق آتش" "سعدیہ راجپوت" کا طویل مکتل ناول اپنے اختتام کی طرف
- 10. "یادیں" "نیلہ عزیز" کا مکتل ناول
- 11. "آک ستارہ" "فرحین اعظم" کا مکتل ناول
- 12. "گورث" "ماہیت" "شگفتہ بیٹی" کا ناولٹ دلچسپ موثر
- 13. "ادھو سے خواب" "روشنی بخاری" کا ناولٹ
- 14. "غزالہ جلیل" "سہیل" "آج تمہارے" "علینہ" "حیدر" اور نازیہ جمال کے افسانے اور مستقل سلسلے

مقدمت
کرن کتاب "آپ اللہ آپ کے متاد سے" کرن کے ہر شمارے کے ساتھ مفت پیش خدمت ہے۔
استفادہ کریں۔

میں خواب کو تعبیر دینے والا ہے
وہ میرے نام کو تو قہر دینے والا ہے
یہ کائنات، یہ ذریعے، ہوا یہ ماہ و نجوم
وہ پتھروں کو بھی تعبیر دینے والا ہے
نہیں نہیں، مجھے انصاف کی طلب بھی نہیں
کہ وہ تو رحم کی تاثیر دینے والا ہے

مجھے خبر ہے کہ مجھ سے اُسے محبت ہے
مجھے وہ حرف کی باگیر دیتے والا ہے
کبھی کبھی مجھے محسوس ہونے لگتا ہے
مری سحر کو وہ تنویر دینے والا ہے
عجب دلیل ہے بس اعتراف مانگتا ہے
اسی لیے تو وہ تدبیر دینے والا ہے

اُس ایک پل کا مجھے انتظار ہے امجد
وہ لازوال سی تحریر دینے والا ہے
امجد بخاری

گھٹائیں نور برسائیں تو لکھوں
ستارے لفظ بن جائیں تو لکھوں
سمندر و شنائی بن کے آئے
گہر پانی پہ لہرائیں تو لکھوں
مدینے پاک کی گلیوں کے منظر
شہر بطنی جو بلوائیں تو لکھوں

اکٹھے ہو کے سب ارمان میرے
نبی کی یاد میں جائیں تو لکھوں
تمنا ہے کہ میرے زخم سارے
زیادت آپ کی پائیں تو لکھوں
میں ان کا نام لکھنا چاہتا ہوں
ہوائیں پھول برسائیں تو لکھوں

دلِ امجد پر جیب یاد نبی سے
ہزاروں نقش بن جائیں تو لکھوں
امجد بخاری

اس فیشن زدہ دور میں معمولی معمولی خوشیاں بھی بہت سکون دیتی ہیں۔ سب تو یہ جانتے ہیں کہ کوئی فیس کر بھی جائے تو بہت اچھا لگ رہا ہو تا ہے۔ ورنہ تو جس سے بات کرو کہ کات کھانے کو ڈر رہا ہے۔ ظاہر ہے اور کچھ کھانے کو ہوتا ہو نہیں سکتا۔

خیر سنے سال کی آمد ہے کچھ فنکاروں سے سنے سال کے حوالے سے گفتگو کی ہے دیکھیں تو سنی کہ انہوں نے سنے سال کے لیے کیا سوچا ہے۔ کیا کرتا ہے جس طرح سال کا استقبال کرتے ہیں۔

”سنے سال کے لیے کیا سوچتے ہیں؟“

”مبارک باد ہے ہیں یا نام نہان کی طرح گزار دیتے ہیں؟“

”مگر کب ہا اختیار ہوتے تو میڈیا کے لیے کیا کرتے؟“

ہوں کہ مجھے اپنا وزن کس طرح کم کرنا ہے (تفسیر) بہت کوشش کر لی کم کرنے کی مگر کچھ کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ میں اللہ بھر سے جمل پر دم کر رہی ہوں۔

2 بچے شور مچاتے ہیں تو بچا چلتا ہے کہ نیا سال شروع ہونے والا ہے یا شروع ہو گیا ہے اور اگر بچے احساس نہ بھی دلا میں تو یقین ہو کہ اسے کون آتے ہیں سنے سال کی مبارکباد کے کہ مجھے خود سے تو فون کرنے اور مبارکباد دینے کی نوبت ہی نہیں آتی میں اگر عام دن کی طرح گزارتا بھی جا ہوں تو نہیں گزار سکتی۔ کچھ بھی ہو سنے سال کی اہمیت تو ہے نا۔

3 میں تو خود ڈرامہ ڈائریکٹر ہوں۔ اس لیے ڈرامہ ڈائریکٹ کرتے وقت تمام ہر نیات کا خیال رکھتی ہوں۔ نہ میک اپ اور ہوسات نہ ڈرامہ اور نہ ہی کچھ اور عام زندگی کو لے کر چلتی ہوں۔ آپ میڈیا ڈرامہ ”ٹیڈی“ تو دیکھ ہی رہی ہوں گی۔ میں اگر میڈیا ڈائریکٹر ہوتی تو سب کو یہی ہدایت کرتی کہ حقیقت کو پیش کریں۔ چونکہ میڈیا عشق ڈرامے سے ہے تو میں ڈرامے کی ہی بات کر رہی ہوں۔



مصباح خالد

آج کل آپ ان کا ڈائریکٹ کیا ہو اس پر ”ٹیڈی“ دیکھ رہے ہوں۔ مصباح کتنی ہیں۔

1 سنے سال کے لیے کیا سوچتا جس طرح وقت تیزی سے گزر رہا ہے اس کے آگے جانے کا تو یہاں ہی نہیں چلتا یوں لگتا ہے ابھی شروع ہوا تھا ابھی ختم بھی ہو گیا ہے۔ میں اپنے بارے میں ضرور سوچتی

فقیر بن کر تم ان کے در پر ہزار دھونی رما کے بیٹھو
جہیں کے ٹکے کو کیا کرو گے، جہیں کا لکھا رشا کے بیٹھو

اسے ان کی محفل میں آنے والو، اے سودا سودا بتانے والو
جو ان کی محفل میں آ کے بیٹھو تو ماری دنیا بھلا کے بیٹھو

بہت جتنا ہو چاہا، ہم سے، مگر کر دے نباہ ہم سے
درا ملاؤ نگاہ ہم سے، ہمارے پہلو میں آ کے بیٹھو

جنوں پڑنا ہے عاشقوں کا، جو بہانا ہے عاشقوں کا
تو اک ٹھکانا ہے عاشقوں کا، حضور جنگل میں جگ کے بیٹھو

میں دکھاؤ نہ بند چہرا، لیے یہ وحشت کی گرد چہرہ
رہے گا تصویر درد چہرا، جو روگ ایسے لگا کے بیٹھو

جناب انشا یہ عاشقی ہے جناب انشا یہ زندگی ہے
جناب انشا جو ہے یہی ہے نا اس سے دامن بچنے کے بیٹھو





شوہر جمال (اواکاروڈ انٹرکسٹر)

1. کیا کہ اب سنے سال کے پانچ گئے اور ہماری نو جوان نسل بانیک کے ساتھ سسر نکال کر سڑکوں پر نکل آئے کی۔ انہیں قطعی یہ احساس نہیں ہو گا کہ کوئی بیمار ہے۔ کس طرح میں خوشی ہے۔ کس طرح میں پریشانی ہے۔ اپنی مستی میں میں ہو کر شور مچاتے ہوئے اور راہ کیوں سے بدلتی کرتے ہوئے یہ جاہلوں کے گھر پر پھریں دیو جا کر غیر شریفانہ حرکات کریں گے یہ خوشی منانے کا کون سا انداز ہے۔

2. میں تو عام دن کی طرح ہی اسے گزارنا پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ ہمارا تہوار تو ہے نہیں نہ ہی ہمارا اسل۔ ہمارا اسل تو محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے اور ہمیں وہی منانا چاہیے جب محرم الحرام کا چاند نکلتا ہے تو میں سب کو سنے سال کی مبارکباد دیتا ہوں۔

3. ہاں یہ بہت اچھا سوال ہے اگر میں با اختیار ہو تو تمام انڈین چیمنٹلز پر پابندی لگا دیتا۔ اب دیکھیں نا۔ ہمارے چیمنٹلز انڈیا میں نہیں دکھائے جاتے تو ہم کیوں دکھائیں۔ ہمارے یہاں سے بھی چیمنٹلز بند ہوں گے تو انڈیا کا شمار لوگوں پر سے کم ہو گا اور با اختیار ہو جاؤں تو فنکاروں کے بیچ کے لیے بہت کچھ کروں گا۔ کیونکہ سینئر فنکاروں کے لیے کوئی کچھ نہیں سوچا۔

فرحان علی آغا

1. کیا سوچتا ہے فی آج کل جو ملک کے حالات ہو رہے ہیں اس میں انسان اپنے لیے کم اور اپنے ملک کے لیے زیادہ سوچتا ہے کہ سال بہ سال گزرتے جا رہے ہیں اور ملک کے حالات اچھے ہونے کی بجائے بگڑتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ ہر سال نئی امیدیں باندھتے ہیں مگر سب بایوس کرتے ہیں۔

2. ہم اگر عام دن کی طرح گزارنا بھی چاہیں تو نہیں گزار سکتے کیونکہ کسی باور ہوئی آئی ہے خازن ملک اور خزانوں سے کھن پڑی آواز سنا لی میں رہتی۔ ایک شور ایک ہنگامہ مچا ہو جاتا ہے اس نوجوان اسل کو ذرا بھی یہ خیال نہیں آتا کہ کوئی بیمار ہو گا۔ گھر میں بزرگ ہوں گے۔ کوئی شور کو پسند کرتا ہے اور کوئی نہیں۔ مگر یہ سب اپنی دھن میں مگن اپنی خوشیوں منانے اور دوسروں کو سنبھالنے میں لگے رہتے ہیں۔

3. میڈیا میں جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہی ہو رہا ہے۔ ملک جو کچھ ہو رہا ہے وہ خراب ہو رہا ہے۔ اگر میں با اختیار ہو جاؤں تو ملک کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ آگے ملک کے حالات اچھے ہو جائیں اور ملک ترقی کرے۔



سیمان غزل

1. کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی اہم تہوار ہو اگر اس وقت کوئی بیماری چلے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول کرنا



ہے۔ تو میں ایسے اہم موقعوں کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتی اور ضرور دعا مانگتی ہوں۔ اب قبول کرنا نہ کرنا تو پر وائے کا کام ہے تو سنے سال پہ اپنے ملک کی سلامتی اور امن و امان کی دعا میں مانتی ہوں۔ اپنے گھر والوں کی سلامتی کی دعا میں مانتی ہوں۔

2. سنے سال کے سلسلے میں کو عام دنوں کی طرح ہر گھر میں گزرتی ایک سب کو مبارکباد دیتی ہوں۔ لوگوں کے بہت فون آتے ہیں لیکن اس کے باوجود میں بھی سب کو فون کرتی ہوں اور میری کوشش ہوتی ہے کہ رات کو ہی سب کو فون کر دوں اور تا صبح فون بلکہ ایس ایم ایس کے ذریعے بھی سب سے رابطہ رکھتی ہوں۔

3. فکر میں با اختیار ہو جاؤں تو میرا ایسی کو توڑا نرم کر دوں گی اور نہ صرف خود بلکہ دیگر رائٹرز کو بھی بونڈ موضوعات پر لکھنے کی اجازت دے دوں گی۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ معاشرہ جس سبے رنڈو کی کا شکار ہے اور ہمارے معاشرے میں جو کام ہو رہے ہیں اس سے لوگوں کو آگاہ کرنا بہت ضروری ہے اور جب تک ہم بونڈ ہو کر لکھیں گے نہیں۔ لوگوں تک اپنی بات پہنچائیں نہیں گے۔

ملیکہ سمون

1. سنے سال کے لیے یہ سوچتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے والا نیا سال ہم سب کے لیے مبارک ثابت کرے اور ہمارے ملک کے لیے بھی۔ ملک میں امن و امان کا ہول پالا ہو مگر کافی کم ہو لوگوں کو اچھا روزگار ملے۔ اب تو زیادہ سوچی ملک کے لیے ہی آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قہم و اہم رکھے۔

2. میری عمر میں تو ہر دن ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ ہم نے اسے نام دے دیا ہے۔ اسی لیے کوئی خاص اہمیت نہیں سے میرے لیے۔ مبارکباد دے دیتی ہوں کچھ کو جلدی کچھ کو درمیان البتہ مجھے بہت فون آتے ہیں۔ شب بھر میں بھی کرتی ہوں۔ بس اس دن کی اہمیت اتنی ہے کہ ہندو ایک دوسرے کو یاد کر لیتا ہے۔

3. با اختیار اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔ میں با اختیار ہو گئی تو سب سے پہلے انڈین چیمنٹلز پر پابندی لگا دوں گی۔ سوپ ڈراموں پر پابندی لگا دوں گی جو کئی کئی سال چلائے جاتے ہیں پتا نہیں۔ بات میڈیا والوں کو کیوں کچھ میں نہیں آتی کہ ایک حد تک تو ان ڈراموں کو دیکھا جا سکتا ہے لیکن کئی سالوں تک ناظرین کی توجہ حاصل نہیں کی جاسکتی ایک وقت آتا ہے کہ لوگ پھر اس سے بور ہو جاتے ہیں۔ اپنے فنکاروں کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ بس اختیار ملنے کی دیر ہے۔

معین اختر

1. آپ کو تو میرے بارے میں پتا ہی ہے کہ نیا سال



نہیں مٹا کر نکال دیا۔ اگرچہ یہی سال کو اپنا سال نہیں مانتا بلکہ دہرا نیا سال تو محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے اس لیے کیا سوچنا اور ویسے تو ہندو عالم گنکائی رہتا ہے کہ ملک میں سکون ہو جائے۔

2 میں تو نئے سال کو مانتا ہی نہیں تو مبارک باد کا کیا سوال اور میرے لیے تو ہر دن ایک جیسا ہی ہوتا ہے دکھا جائے تو جب نیا سال شروع ہوتا ہے تو اس کا ہر دن آخری دن ہوتا ہے تو پھر صرف دسمبر کو آخری مہینہ کیوں مانتا جاتا ہے۔ ہر دن آخری ہوتا ہے۔ پس یہ دعا کرنی چاہیے کہ ہر دن ہمارے لیے خیر و برکت کا دن ثابت ہو۔

3 اگر بات اختیار ہو جاؤں گا تو پھر صرف میڈیا کے لیے کچھ نہیں کروں گا بلکہ پورے ملک کے لیے کچھ کرنا چاہوں گا۔ ملک کو بحران سے نکلانے کی بہت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کے حالات بہتر کر دے۔ (آئین)

فیصل قاضی (نو انکار ہوسٹ)

1 ابھی سوچتا ہوں کہ سال کتنی تیزی سے گزر جاتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے ابھی شروع ہوا تھا اور ابھی ختم بھی ہو گیا ہے اور پھر یہ بھی ذہن میں آتا ہے کہ چار مہینے یہ نیا سال کیسا ہو گا۔ ہمارے ساتھ کیا ہو گا؟ پاکستان کے لیے کیسا ہو گا۔ اب زیادہ فکر تو پاکستان کے



لے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو سلامت رکھے اور اس میں بسنے والے لوگوں کے مسائل کو حل کرے۔

2 نہیں عام دن کی طرح نہیں مانتا اور پھر جب بچاؤں اور فائرنگ کی آوازیں آتی ہیں من چلے تو جوانوں کا ہلاک ہونا دیکھنا ہے تو پھر خود خود ایک نئی چیز کا احساس ہو جاتا ہے کہ کچھ نیا ہو رہا ہے اور پھر لوگوں کے فون بھی آنے شروع ہو جاتے ہیں تو پھر احساس ہو جاتا ہے کہ نیا سال شروع ہو گیا ہے۔

3 اگر بات اختیار ہو گی ہاں تو کچھ نہیں کر سکتا۔ اب میڈیا پر لڑنے کے علاوہ سب اس کے لیے کسی بھی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے سب میڈیا نے ماشاء اللہ بہت ترقی کر لی ہے۔ اگر بات اختیار ہو جاؤں تو پھر ملک میں کچھ انقلاب لانے کی کوشش کروں گا کیونکہ ملک کو بہت ضرورت ہے انقلاب کی۔



اکثر حسین (فکار پروڈیوسر)

1 کچھ بھی نہیں سوچتا سوائے اس کے کہ نیا سال شروع ہو چکا ہے اور دیکھیں کہ یہ سال ہمارے لیے کیسا ثابت ہو گا۔

2 رات کے پانچ بجے نئے سال کا آغاز ہوتا ہے اور

دسمبر میں ہمارے ہر کوئی جلدی سونے کو ترجیح دیتا ہے اس لیے اس دن کو عام دن کی طرح سمجھ کر کم سے کم رات کو نہ مبارک باد نہیں دیتا البتہ صبح کے وقت اگر بار بار دہرائے تو ضرور مبارک باد دیتے رہتا ہوں۔ پھر لوگ بھی فون کرتے ہیں۔ تو فون میں یہ بات آتی ہے کہ اچھا کج نئے سال کا پہلا دن ہے۔

3 میں اگر بات اختیار ہو جاؤں تو پھر ان لوگوں کو اس فیڈ میں ہرگز نہیں لے دوں گا جس کے پاس ڈائریکشن کی کوئی ڈگری نہیں ہے یا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ کیونکہ نا تجربہ کار لوگوں کی وجہ سے ڈرائے کا معیار خراب ہوتا ہے اور ہمارا ڈرائیو جہیز صغیر میں اتنا پاپولر ہے نا تجربہ کار لوگوں کی وجہ سے تنقید کا نشانہ بنتا ہے۔ پھر میری خواہش ہے کہ میں فنکاروں کی فلاح کو بہبود کے لیے اور ریٹائرمنٹ کی عمر کو بچانے والے فنکاروں کے لیے ایک کلاسی بنائوں تاکہ وہ بڑھاپے میں کسی کے ممکن نہ ہوں اور سر چھپانے کے لیے ان کے پاس پناہ نہ ہو۔

غصہ بھلا قیصر

1 میں سوچتی ہوں کہ نیا سال خیریت کے ساتھ آنے اور خیریت کے ساتھ جائے اور یہ سال ہمارے وطن کے لیے بھی اچھا ثابت ہو۔ ملک میں امن و امان ہو اور سب کو تحفظ حاصل ہو۔ سب خیر خیریت سے رہیں۔

2 بالکل عام دن کی طرح نہیں گزارتی بہت ایکساٹنڈ ہوئی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ مبارک باد دینے والوں میں سب سے پہلا فون میرا ہی چلے۔ مجھے بہت اچھا لگتا ہے سب کو مبارک باد دینے اور لیٹر میں خوشی کے لحاظ سے ہی زندگی میں بہت کم آتے ہیں۔ جب سے ملک کے حالات خراب ہوئے ہیں عجیب سی ٹینشن رہتی ہے۔ اس لیے ہندو انتہا پسند ہوتا ہے کہ کوئی شہزاد آئے تو سب کے ساتھ خوشیاں منائیں کریں۔

3 ہاں واقعی اگر میں بات اختیار ہو جاؤں تو ڈراموں

میں جو ڈراماویں ہم نے لڑیں گے وہ دیکھ دی ہیں ہاں کے معاملے میں ان کو کم کر دیں سب تو حمل ضرورت ہے اور حمل نہیں ہے لہذا ہاں ہی ہوتا ہے۔ ہم اپنی اقدار اپنی ثقافت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ ڈراموں میں گلیجو بہت آیا ہے بڑے بڑے عائشہ کن کو دکھایا جاتا ہے ایک تو پہلے ہی ملک میں بہت غرور ہے اس پر ڈراموں میں یہ سب کچھ دیکھ کر خوب لوگ احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر فرحت علی گوہر (آر۔ جے۔ ایف ایم ۱۵۱)

1 نئے سال کے لیے نہیں بلکہ ہر نئے دن کے لیے اچھا سوچنا چاہیے۔ اللہ سے اچھی امیدیں وابستہ رکھنی چاہیں ہر نئے دن کے لیے بہت بہت امید رہتی ہوں اور نئے سال کے لیے بھی کہ اللہ کامیابیوں سے گا اور خوشیاں بھی دے۔ انسان کو ہمیشہ اچھی سوچ اور اچھی امید رکھنی چاہیے۔

2 نہیں عام دن کی طرح تو نہیں گزارتی اور جب سے ایس ایم ایس کا سلسلہ شروع ہوا ہے تو یہ سلسلہ رات سے ہی چلنا شروع ہو جاتا ہے لیکن الگ سے کوئی ایجنسی بنا کر نہیں کرتی اور بعض لوگ تو دن گزار بھی جاتے ہیں اور احساس نہیں ہوتا لیکن ایسا اس وقت ہونا تھا جب ایس ایم ایس کا اور موبائل کا کوئی سلسلہ نہیں تھا اور اگر ہم نہ بھی یاد رکھیں تو دوسرے ہمیں یاد دلادیتے ہیں۔

3 میں اگر بات اختیار ہو گی تو پھر میڈیا میں بڑے ٹکھے اور ذہین لوگوں کو ملازمت دوں گی۔ کیونکہ اگر میڈیا میں اچھے بڑے ٹکھے لوگ ہوں گے تو وہ لو جو ان نسل کو ایک اچھی سوچ دے سکیں گے۔ کیونکہ لو جو ان نسل ہر ایک بہت کم بہت جلدی اثر لیتی ہے۔ لیکن اگر میڈیا پر ایسے لوگ ہوں گے جن کو خود ہی پتا نہیں کہ کیا کرنا ہے تو وہ نئی نسل اور آنے والی نسل کو کوئی تعمیری سوچ نہیں دے سکیں گے۔

پیر ظلیل

1 سوچتی ہوں کہ پرانا تو گزر گیا اب نئے

فاروق حسن کی باتیں

جانیہ کھولنازی



فاروق حسن نامرستی وی کے ستریں اور انکار ہیں بلکہ ستر کے اندر بھی ہیں کج کل مختلف سی وی جیٹوں ان کے شوپ کیلئے رہتے ہوں گے فاروق خود انکاری اور کمپیٹرنگ میں سے کسی زیادہ پسند کرتے ہیں اس سوال کا جواب جاننے کے لیے فاروق حسن سے بہت تفصیلی اور دلچسپ گفتگو ہوئی جو نذر قارئین سپہ

☆ "السلام علیکم فاروق کیسے ہیں آپ؟ آج کل کی وی کے حوالے سے خاصی مصروفیات دیکھنے کو مل رہی ہیں؟"

☆ "الحمد للہ میں خیریت سے ہوں اور وی پر کمپ کون رہا ہے مگر اس کی وجہ سے ہیں۔"

☆ "دنیا کی وی پر کمپ کا جو شو ہے "جاگو دنیا" بہت زیادہ سٹ ہے اس کے علاوہ بھی کئی شو ایجنسیوں میں رہے ہیں؟"

☆ "جی بہت شکر ہے۔ کج کل سیلاب و فیسو کے لیے چینی فنڈز کے لیے کافی لاہور پروگرام ہو رہے ہیں دنیا کی وی سے میں نے لائیو ٹرانسمیشن بھی کی تھی۔"

☆ "آپ کیا سمجھتے ہیں لو انکاری اور کمپیٹرنگ میں کیا چیز زیادہ انٹرسٹنگ ہے؟"

☆ "یہ مجھ سے اگر آپ ذاتی طور پر پوچھیں تو میں انکاری کو ترجیح دوں گا کیونکہ زیادہ انٹرسٹنگ ہے زیادہ چیلنجنگ ہے بہت مزا آتا ہے لیکن ٹائم اور پیسے کے لحاظ سے کمپیوٹرنگ زیادہ پسند ہے اور یہ اس لیے کہ شو میں آپ جلد فاسٹ ہو جاتے ہیں زیادہ ٹائم نہیں دینا پڑتا بلکہ کچھ عرصہ زیادہ دینا پڑتا ہے اس کے علاوہ مجھے بھی بہت سی باتیں تھکتی اور قات ہیں مختلف لوگوں سے آپ کی ملاقات ہو رہی ہوتی ہے۔"

☆ "ابتدا میں سنا ہے سلطانہ صدیقی صاحبہ نے بھی آپ کی کافی رہنمائی کی تھی؟"

☆ "جی میں نے سلطانہ صدیقی صاحبہ کے ساتھ ہم کیا ہے کوئی سی وی ڈرامہ تو نہیں کیا انٹرویو سربے کافی

ہے اور پھر دعائی کرتی ہوں کہ پاکستان میں امن و امان ہو اور ہم کھیلوں میں بہت ترقی کریں۔"

2 "نہیں بالکل نہیں عام دن تو روز ہی ہوتا ہے اسے اچھے دن کو عام دن کی طرح بالکل نہیں گزارتی بلکہ مبارک باتیں بھی ہوں اور جی بھی ہوں سنے سال کی بہت سی کیلکولیشن ہوتی ہے۔"

3 "بااختیار ہو کر تو کھیلوں کے دو چار چیلنج کھیلوں کی اور کھیلوں کی زیادہ سے زیادہ کوریج کرواؤں گی۔"

مصنوعی

1 "اسے کیا سوچنا ہے کہ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ انہی مصروفیات ہوتی ہیں کہ کیا تاس۔ پھر بھی



انسان سوچے گا تو اپنی بات ہی سوچے گا اور میں بھی نے سال کے آغاز پر اپنے گھر والوں کی خیر و عافیت کی دعا مانگی ہوں اور انہی کے بارے میں سوچتی ہوں۔"

2 "سمبر کا سینہ شروع ہوتا ہی ہے تو نے سال کی مبارک باد اچھاؤ اس میں ایس ایم ایس کے ذریعے ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس دن کو عام دن کی طرح تو گزار ہی نہیں سکتے میں بھی سب کو مبارک باد دیتی ہوں اور دعائیں بھی ہوں۔"

3 "نہیں جی میں بااختیار ہونا ہی نہیں چاہتی۔ یہ بہت مشکل کام ہے اور بہت ذمہ داری کا کام ہے میں تو جس فیلڈ میں ہوں اسی میں کچھ اچھا کر کے دکھانا چاہتی ہوں۔"



سال میں کیا ہو گا کیا یہ نیا سال ہمارے ملک کے لیے اچھا ثابت ہو گا میں سوچتی ہوں کہ پتا نہیں اللہ تعالیٰ کو اور کتنے اچھا دن ہم مسلمانوں سے لینے ہیں۔ اپنے ملک کی سلامتی کے لیے سوچتی ہوں اس کے لیے دعائیں مانگتی ہوں۔"

2 "نہیں عام دن کی طرح نہیں گزارتی لوگ بڑی محبت اپنائیت کے ساتھ مجھے نے سال کی مبارک باد دیتے ہیں نے سال کا سناؤ ہی نہ نیا لگا ہے اور مبارک دن اور یہ بہت اچھا لگتا ہے۔"

3 "نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میرے خیال میں میڈیا میں سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے۔"

نسیم حمید آہ تھلیٹ

1 یہ سوچتی ہوں کہ نے سال میں اب مجھے کیا کرنا



موجودہ سلسلے کیے ہیں۔ تقریباً ہر چھ ماہ کے لیے کام کیا ہے میں نے کوئٹہ، پشاور، اسلام آباد اور لاہور کراچی میں میں نے سلاطین آبی کے ساتھ تو نہیں مجھ خان جوہجو، قاسم جلالی، یارون، رم، حمید جلالی، نو، نسیم اسلم اور شاہد اقبال پاشا ان سب کے ساتھ کام کیا ہے۔

☆ "پہلی بار جب لی وی اسکرین پر آئے تو کیا احساسات تھے؟"

☆ "خلیج کو بندہ مزے کی تھیں۔ کیونکہ اس وقت صرف لی وی ہی ہوتا تھا۔ اب تو کچھ سارے چینلز ہو گئے ہیں کہ کسی کو کسی کا پانی نہیں چلے کہ اس وقت میں ہوٹل میں تھا اور میرا کام کا قاتل چل رہا تھا اس وقت جب میں نے جب پہلا ڈرامہ کیا "دھوپ سراپ" جس میں میں اور انٹی بلکی دوست ہوتے ہیں شہید خالد ان دونوں بڑی جھٹ تھیں گیونکہ انہوں نے خواجہ ایچ من جولی کی دھواں بڑا ہٹ ہوا تھا کیا تھا تو میں نے ہوٹل میں اپنے سب دوستوں کو بلایا کہ کچ لی لی وی پر میرا ڈرامہ چلتے دیکھو اس وقت سب لی وی روم میں بیٹھے تھے میں نے کہا آج میں آپ کو سرگرمیوں کا "تو وہ کبھی پانچ یا دس منٹ کی appearance تھی لیکن میں پوری یونیورسٹی میں مشہور ہو گیا کہ جب فاروق حسن صاحب تو بڑے آرٹسٹ ہیں بڑے گوی ہیں۔ اس وقت ایکسٹنڈد عروج پر تھی۔"

☆ "گھر والوں کا کیا رد عمل تھا آپ کی اس کامیابی پر؟"

☆ "مسکراتے ہوئے" گھر والوں کی اصل میں ترجیح پیشہ کی رہی کہ میں اپنی تعلیم پر توجہ دوں اسی لیے میں نے ایم لی ایسے بھی کیلئے انہوں نے مجھے کہا کہ تم جو کرنا چاہتے ہو کرو مگر پہلے پڑھائی پڑو۔"

☆ "کچ شوز کی دنیا میں آپ کی ایک انگلی بچان ہے کبھی غور کیا اس مقام پر؟"

☆ "میں ہی استغفر اللہ غور کس پر کرنا غور کرتے لاکھ کچھ ہے ہی نہیں اور یہ تو وہ ہے کہ اللہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے اور یہ تو اللہ کا کرم

ہے کہ مجھے موقع مل گیا اگرگزشت میں سمجھتا ہوں کہ مجھ سے ہزاروں سے بڑے لوگ ہوں گے جو اس وقت سڑکوں یا گھروں میں دل رہے ہوں گے فوراً میں صبح ہی نہیں ملا ہو گا۔"

☆ "ہمارے فنکار عموماً "تھوڑے سے باور ہوتے ہیں کہ ان کے تجربے آسمان سے باتیں کرتے لگتے ہیں آپ میں ایسی کوئی بات نہیں سوجھ؟"

☆ "ہی آپ کا میں یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے میں تو 11 سال میں شہر میں گیا تو میرا سب سے لوگوں کو دیکھنے لائق ہوا میں سمجھتا تھا کہ میرا ہم نے ہی غار میں ہی چھوٹی ہے۔ وہ کچھ کے لیے کپ کے پاس نہیں رہتی میں تو اس بات پر بہت ہانپتا تھا کہ میں ہوں کہ ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا جو چیز آج ہے وہ کل نہیں ہوگی! اور جب نہیں ہوگی تو آپ کا کیا ہے گا۔"

☆ "تو کب جب محبت دیتے ہیں تو کیا لگتا ہے؟"

☆ "بہت اچھا لگتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میری زندگی بھر کی کھلی ہے وہی ہے شوز کی آپ کس میں ہے جا میں ہر کوئی عزت دے رہا ہوتا ہے۔ آپ مجھے آپ کی کاشی مع کو لے لیں کوئی آپ کو لاکھ میں گھرا نہیں ہونے دے گا اگر سڑک پر ٹریفک کا کوئی مسئلہ ہو گیا ہے تو بے چارہ ٹریفک پولیس کا کاشیبل بھی آپ کو عزت سے بڑک کر سمجھا رہا ہوتا ہے تو میرے خیال میں شوز کی جو کھالی ہے وہی ہے لوگوں کا پیار اور ان کی محبت اور یہ سب صرف پاکستان کی وجہ سے ہے اگر یہ پاکستان نہ ہو تو شاید ہم لوگ سڑک پر اتنی اہمیت کے حق دار بھی نہ ہوتے۔"

☆ "ملک سے باہر ہوں تو کس بات کو زیادہ محسوس کرتے ہیں؟"

☆ "میں تقریباً دو سال رہا پھر سری لنکا میں رہا میں کے علاوہ میں نے امریکہ میں، دبی میں بہت سے شوز کیے تو ملک سے باہر جب جاتا ہوں اپنا وطن پاکستان مجھے بہت یاد آتا ہے۔ وہ لوگ وہاں رہتے ہیں ان سے بھی جب یہ سوال پوچھیں تو ان کی آنکھ میں بھی آنسو

آتا ہے ہیں وہاں بڑے بڑے سڈپ "مجھ دار لوگوں کو میں نے دیکھا ہے دیکھا ہے کہ جی نہیں ہمارا ملک بڑا یاد آتا ہے۔ ہر ملک سے باہر اپنے تنہا رہنے والے کو جو مس کر رہے ہوتے ہیں خاص طور پر عید الفطر عید اور چودہ اگست وغیرہ کے موقع پر جہاں آپ اپنے جذبات کی عکاسی کرتے ہیں "جھڑیاں وغیرہ لگتے ہیں اور یہی کے ساتھ کرتے ہیں۔"

☆ "اس کا آغاز کیسے کرتے ہیں؟"

☆ "لی کر کے چھوٹا سی بی بی بیٹا ہوں پھر مارل روٹ میں آتی ہے ناشتا پانچ "فٹسی آفس وغیرہ وغیرہ۔ جب آج کل کی سب تو یہ احساس ہوتا ہے کہ چلو ایک دن اور ہے زندگی کا میرا ہے۔"

☆ "وہ دن جو بہت اچھے گزرے ہوں گے؟"

☆ "میرے خیال میں میرے یونیورسٹی کے کئی لی اے کے دن بہت اچھے بہت مزے کے دن تھے۔"

☆ "کوئی ایسی خواہش جس کے پورے ہونے تک زندہ رہنا چاہتے ہیں؟"

☆ "میں مسکراتے ہوئے۔ "میں اللہ کا بڑا شکر گزار ہوں کہ اس نے میری ہر خواہش پوری کی ہے۔ میں اس کا بڑا شکر گزار رہتا ہوں۔ مگر اس کے باوجود اس کا بڑا کرم ہے میری ذات پر باقی زندگی میں انارچے حاذق آتے رہتے ہیں۔ لیکن میری بہت سی دعا میں میرے اللہ نے بن مانگے پوری کی ہیں اب تو میں یہی دعا اور تمنا ہے کہ جو وقت بھی گزرے اچھا گزرے سلامتی کے ساتھ گزرے۔"

☆ "مذہبی لحاظ سے اگر آپ کو نبی کیا جاسے گا تو کیسے سامنے آئیں گے؟"

☆ "مذہبی لحاظ سے بڑا ماورٹ قسم کا مذہبی انسان ہوں اور حقوق العباد کا بڑا خیال رکھتا ہوں۔ اس کے علاوہ اللہ میں نے چار عمرے کیے ہوئے ہیں اور بھی کرنے کی خواہش ہے۔ آج بھی کرنا ہے اور نمازوں کے لیے بھی کوشش کر رہا ہوں کہ وقت پر پڑھوں نہ بھی پڑھ سکوں تو قضا ضرور پڑھتا ہوں۔"

☆ "اپنی کوئی اچھی اور بری عادت بتائیے؟"



☆ "جیتے ہوئے" یہ تو آپ نے بڑی مشکل میں ڈال دیا اگر میں کہوں کہ مجھ میں کوئی بری عادت نہیں ہے تو آپ کہیں گی کہ آپ کوئی فرشتہ ہیں خیر یہ تو مذاق کر رہا تھا میرے خیال میں میری کوشش ہوئی ہے کہ کسی کو بہت نہ کروں جس حد تک کسی کی مدد کر سکتا ہوں کروں اگر نہ بھی کر سکیں تو حوصلہ ضرور دیتا ہوں اور بری عادت یہ ہے کہ میری ٹائمنگ کبھی نہیں ہے۔ مثلاً "تقریباً آٹھ صوف ہو رہا ہوں کہ کھانا کھانا بھی یاد نہیں رہتا اور رات کے دو تین بج جاتے ہیں کبھی دس بج کا کھانا بھی شام چار بج بجے کھا رہا ہوتا ہوں۔ تو میرے خیال میں یہ بری عادت ہے "میں اسے ٹھیک بھی کر سکتا ہوں۔"

☆ "کھانے میں سب پر مانی کے باوجود آپ کی صحت قابل رشک ہے اس کا کیا راز ہے؟"

☆ "مجھے ورزش کا بہت شوق ہے اور خود کو فٹ نکلی فٹ رکھنے کے لیے ورزش ضرور کر رہا ہوں۔"

☆ "کھانے پینے کے کتنے شوقین ہیں؟"

☆ "کھانے پینے کا بہت شوقین ہوں۔ ہر قسم کا ہر ملک کا کھانا پسند ہے "چائیںڈ فوڈ" چیل کباب کڑھی وغیرہ بہت پسند ہے۔"

☆ "صحت عرصہ بہت ناراض ہو جائے تو کیا کرتے ہیں؟"

☆ "واقعی طور پر شاید یہ سوچتا ہوں تاکہ اس کا قصہ

اور انھیں اجازت ہے لیکن یہ بات ہے کہ اگر میری غلطی ہے تو پھر صلح میں پہل دے نہیں کر سکتا میں پہلے ایک سکیم زکریا کا لیکن اگر غلطی میری نہیں ہے تو میں اسے آپ کہہ سکتی ہوں کہ اسے تمہارا احساس ضرور دلانا چاہوں گا کہ اس کی غلطی ہے ہاں یہ ہے کہ میں کسی سے ناراض نہیں رہ سکتا میرے خیال میں شاید ہی میرا کوئی ایسا دوست ہو جس کے ساتھ میں ناراض ہوا ہوں اور صلح میں پہل نہ کی ہو۔

☆ "اپنی پہلی سکرے بارے میں کچھ بتائیے" کتنے لوگ ہیں اور آپ گھر میں کس سے لیا ہے الیچ ہیں؟

☆ "میری پہلی میں دو بھینس ہیں اس کے علاوہ اسی ابو ہیں میں ان کا اگلا بیٹا ہوں اور اسی سے لیا ہے الیچ ہوں۔"

☆ "شوہر کی گھری ہوئی کسی کا الٹو دے دینا ایسا بھی ہوتا نہیں مگر آپ کا واقعی کسی سے الٹو نہیں بنا کیوں؟"

☆ "کھٹکھٹا رہے ہوئے" الحمد للہ واقعی میرا کسی کے ساتھ غلط طور سے ہم مشغوب نہیں ہوا اور دیکھئے اس کی اسٹیٹس ویجہ 80x70 سینچے جو بڑی بڑی ہوتے ہیں شاید وجہ یہ ہے کہ سسائے وار خیر کو لوگ زیادہ شوق سے پرھتا چاہتے ہیں اور اس طرح اس اخبار یا میگزین کی بیل بھی زیادہ ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ہے منزل نرنڈ ہے۔

☆ "ساری دنیا کے اندر یہ جگہ رہا ہے لیکن ایسا کچھ ہونا نہیں چاہیے کہ جس سے کسی کی ذاتی زندگی پر اثر پڑے۔ میں نے بہت سارے لوگوں کو اس سلسلے میں پریشان دیکھا ہے شوہر میں ہم لوگوں کا تعلق ایک فیملی کی طرح ہوتا ہے مطلب نکاحا ہو سکتا ہے عام لوگوں سے تمہارا فیملی میں شریک ہمارا آپس میں ملنا جلتا بہت اچھے طریقے سے ہوتا ہے لب میں اپنی بات کہوں گا میں اگر کسی آرٹسٹ کو بہت اچھے طریقے سے جانتا بھی نہیں ہوں خواہ وہ میل ہو یا فیملی۔ تب بھی میں اسے بہت اچھی طرح سے لوگ کا اب اس کا غلط مطلب کا لانا میں نہیں سمجھتا کہ یہ صحیح

☆ "سنائیے آپ مخالفت سے بھی وابستہ رہ چکے ہیں؟"

☆ "اس بات میں سچائی ہے مگر میں براہِ راست ہوں کہ آپ کہاں سے یہ ساری معلومات انھیں اکر رہی ہیں؟" مجھے لگنے کا بالکل شوق ہے اور جو نظم سے بھی میرا تعلق ہے میں نے آرٹیکل بھی لکھے تو فی اخبارات میں یہ آج سے تقریباً دس سال پہلے کی بات ہے اس وقت ایک میگزین تھا جو انہیں کو ہر صاحب دلاتے تھے اس میں انٹرنیٹ سسٹم کا مطلب میں کرتا تھا اور اس میں کافی انکڑا کے انٹرویو کرتا تھا اس طرح کافی لوگوں کو سامنے لایا۔ اس دور کو بہت انجوائے کیا اور اب بھی جب لاہور پر وگرام کرتا ہوں تو میرے اندر کا سچائی بے وار ہو جاتا ہے اور میری یہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنے سامان کو کچھ کر گھرے میں لے آؤں اور جو کچھ اگلا دیا چلتا ہوں اگلا اللہ۔"

☆ "مستقبل میں دیگر فنکاروں کی طرح پروڈکشن کی طرف آئے گا کہ نہیں؟"

☆ "میں مجھے اچھا اس کا کوئی شوق نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ مجھے نہیں آتا۔ میں غلطی اس میں ٹانگ نہیں اڑاؤں گا ہاں ڈائریکشن ایسی چیز ہے جسے created فیملی گنا جاتا ہے اصل میں جب آپ ایک کلام بار بار کر رہے ہوتے ہیں تو مہارت آجاتی ہے۔ میں نے خود میں سے زائد ڈرائے کیے ہیں ان میں ڈانگ پے بھی ہیں تو لازمی طور پر کلام دیکھ دیکھ کر بہت سی چیزیں آپ کے ظہن میں آجاتی ہیں کہ انھیں کیسے بنانا ہے ڈائریکشن کیسے دینی ہے اور آپ کو شوق بھی ہو جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں اس کلام میں کوئی حرج بھی نہیں ہے لیکن وہ بھیل چل ہوتا کہ جی اس نے قلم کلام کیا ہے تو میں بھی کروں میں سمجھتا ہوں یہ غلط ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"

☆ "زندگی کا کوئی ایسا لمحہ یاد آ رہا ہے یا وہ گار ہو؟"

☆ "میتے ہوئے" یہ سوال کر کے تو آپ نے مجھے سوچ میں ڈال دیا ہے ویسے ہر لمحہ ہی یادگار ہوتا ہے لیکن

☆ "جس پر انھیں آف دیو سے آپ بوجھ رہی ہیں تو اس میں ایک نو سب میں نے لی وی نہیں کیا اور دوسرا ایک شہزادہ کی صاحب نے مجھے کاست کیا تھا فلم گھر گشت میں۔"

☆ "اس وقت میں لاہور میں تھا اور میری جانب قومی اسلام آباد میں تو میں اسلام آباد سے کراچی آیا۔ وہاں سید نور صاحب نے کہا کہ ٹانگ کا کچھ پتا نہیں تھا وہ بھی لگ سکتے ہیں تب میں نے کہا کہ سوئی میں چھٹی نہیں کر سکتا میری جانب کا پہلا سال ہے تب نے اس پر مجھے بہت سمجھایا لیکن میں نے ایک سکیم زکریا اور کہا کہ ایک مہینہ میں کپ کو دے سکتا ہوں اگر آپ شوق رکھتے ہیں تو کریں لیکن وہ نہیں ہو سکا تو اس کا بھی کچھ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ یہ فلم میرے دل کے بڑی قریب ہے۔"

☆ "ہمارا پاکستان اس وقت بہت مشکل حالات سے دوچار ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں اس وقت ہمیں کیا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے؟"

☆ "میرے خیال میں اس کا پہلا سٹیٹس ملوٹن انجیم ہے جب تک کہ ہمارے قریب کوئی تعلیم یافتہ نہیں ہوگا جب تک اسے شعور نہیں آئے گا اسے یہ پتا نہیں ہوگا کہ کون سا مفاد ملک کے لیے صحیح ہے کون سا نہیں۔ جب تک بہتری آنا ممکن نہیں ایک نگہ یہ تعلیم ہی ہے جو آپ کو بہت کچھ سکھاتی ہے۔ آپ کو پتا چل جاتا ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے جب تک سب نہیں ہو گا اس وقت تک ہماری لیڈر شپ کیسے اچھی آئے گی؟ میں سمجھتا ہوں ہمارے لیے تعلیم اس وقت امن جی اور یا دیگر تعلیمی کے دوسرے تمام اقدامات سے زیادہ ضروری ہے اور ہمارا ملک اگر اس وقت مشکل میں ہے تو اسے مشکلات سے ہم نے ہی باہر نکالنا ہے کوئی باہر سے نہیں آئے گا میں سمجھتا ہوں ہمارے معاشرے میں انسانیت نہیں رہی ہے کسی بھی مادے کسی بھی مسئلے کو آپ دیکھ لیں میرا تو خیال ہے اب کوئی بڑی تحریک سی۔ بڑی قومی ہی نہیں بلکہ اور بہت بڑی ہو سکتی ہے۔"

☆ "لیکن قومیایاں تو ہم آل ریڈی سے رہتے ہیں۔"

☆ "روزانہ کے ہم دھماکے یہ خود کشی ملے یہ سب لوگ جو ان میں روزانہ قندہ لٹل بن رہے ہیں یہ سب قومیایاں ہی تو ہیں؟"

☆ "یہ سلو آؤٹ ہے مطلب یہ اس لیول کی قومیایاں نہیں ہیں جسے ہم انقلابی کہہ سکیں۔ مثال کے طور پر 1947ء کی جو تحریک آزادی تھی اس کے تو ہم قریب بھی نہیں جاسکتے میں مانتا ہوں کہ ملکی حالات بہت خراب ہیں القابڑ ملک ہے مگر یہ حالات کنٹرول بھی کیے جاسکتے ہیں اس وقت کے حالات تو کنٹرول ایبل تھے ہی نہیں کب ان قومیایوں کے بعد ملک کو مضبوط کرنا تھا مگر ہم گوارا دے ہیں اسے روز جو واقعات ہو رہے ہیں اس پر لوگوں میں جو مایوسی اور بے بسی جاری ہے یہ سب کچھ غریب ہے۔"

☆ "موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے کبھی دل میں خیال آیا کہ کاش میں پاکستان میں پیدا نہ ہوتا؟"

☆ "میں میرے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آیا! کیونکہ میں اپنے پورے دل و دماغ کے ساتھ اپنے پاکستان سے پار کر رہا ہوں اور اس وقت میں یہ خیالات ہیں یہ کبھی ایک جیسے نہیں رہتے قوموں کی زندگی میں ایسا بچ آتی رہتی ہے۔ یہ ذوق سن کر ہی ہے کہ لوگوں کا غلوں کیا ہے۔ 2005ء میں ارچہ کو ٹینک کا ساتھ ہوا تھا۔ میں نے خود اس علاقوں کا وزٹ کیا وہاں کے لوگوں کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ابھی سیلابی علاقوں میں جو صورت حال ہے وہ سب کے سامنے ہے اور ان مشکل حالات میں ساری قوم نے مل کر جو اتحاد کا مظاہرہ کیا ہمارے ملک کو اس کی ضرورت ہے ایک قوم کی حیثیت سے ہم میں بہت سی خرابیاں ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہمیں لیڈر شپ بھی کبھی اچھی نہیں ملی اگر اس قوم کو اچھی لیڈر شپ مل جائے تو میں آپ کو لکھ دیتے کہ تیار ہوں کہ اس ملک کو ترقی یافتہ ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

☆ "بہت شکریہ فاروقی کہ اتنی مصروفیات کے باوجود آپ نے انعام ہوا آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگا۔"

☆ "بہت شکریہ بہت ساری دعا میں آپ کے لیے۔"

فضیلا قصیر

شاہین شہید



1 "لوکی" نام اس کے لیے آپ سوچتی ہیں کہ کاش یہ میرے ہوتے؟
 * "میں تو بے ہم سے بہت خوش ہوں۔ میں نے تو کبھی سوچا ہی نہیں کہ ظالم نام میرا ہونا بالکل البتہ پرانے زمانے کے نام مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ مجھے "خور" اور "منجبت اللہ" وغیرہ پسند ہیں ان کے لیے بھی میں نے یہ نہیں سوچا کہ میرے ہوتے؟
 2 "دوبہ" خواہشات جو ابھی تک پوری نہ ہوئی ہوں؟
 * "میں انکو دیکھتا ہوں تو انکی چنگ نہ بہت جلدی اس فیڈ میں آگئی اس لیے یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ بچوں کے بعد کو شش کی کہ چلو ایم ای بی ایس کی کرنا

تکرار نہ تھی۔
 دوسری ڈانٹ میں خوں کے ساتھ ظلم کرنے کی سے چاہیے میں اس کی سرکاشی میں گناہ گروں حوالہ دیتی ہوں۔ میں نے اس کی سبھی باتیں سنیں ہیں کیونکہ اس کی وہ یہ ہے۔ میرا چھوٹا بھائی بالکل سلسلہ میں بیٹا ہے۔ میرا بھائی وہی میں ہوتا ہے تو جب میں سلسلہ میں کود نکلتی ہوں تو مجھے پناہ ملتی یا وہ آتا ہے اس لیے میری دل چاہتا ہے اس کے ساتھ کام کرے۔
 3 "آپ کے دو لگی نمبر"
 * "بچا اور تھہ۔"
 4 "وہی بڑی بڑی عاتق میں سے آپ چھوٹا پنا چاہتی ہیں؟"
 * "طبی اور حسابی کشتیوں۔"
 5 "لا مار بھی دور جس میں سب جانا چاہتی ہیں"
 * "میرا دل چاہتا ہے کہ میں کھڑا ہوں کے دور میں چلی جاؤں۔ کسی ایک دور میں جو بہت ہی ملوث رہی بہت دیر رہی یا نہ ہو۔"
 6 "دو جھوٹ میں کوئی کراچی جا چکا ہے؟"
 * "کبھی کبھی جھوٹ بولنا پڑتا ہے مثلاً" میں نے کوئی کام کرنا اور میں بھولی گئی اور کہہ دیا کہ ہاں کر دیا تھا اور پھر کر کے کے بعد بتائی ہوں کہ میں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا سوئیے ایسا کوئی خاص نہیں ہے۔ قصیر سے آج تک لڑائی اسی سے نہیں ہوئی کہ کبھی ان کے آگے جھوٹ نہیں بولا۔ میں تو جھوٹ بولے ہوں ان کی دشمن ہوں اور اس کو گھر تک پہنچا کر آتی ہوں۔"
 7 "اے بارے میں کس وہ باتوں کو سن کر قصیر تھکا ہے؟"

* "ایک تو یہ کہ" آپ پہلے تو بہت دلی تھیں۔ حالانکہ مجھ سے یہ وہ دلی ہوئی جو ان میں اس فیڈ میں ظلم رہی ہیں۔ اب اگر تو کہیں کہیں انھیں مل کی لڑکی کی طرف دلی تھی، وہ تو کیا ہو نہیں سکتا اور دوسری بات یہ کہ پچھلے کمرے ظلم بھی کرتی ہیں۔"
 8 "دوست جن پر آپ مجھ سے کہہ رہی ہیں؟"
 * "ایک اپنی ہی۔ اور دوسرے اپنے شوہر۔"
 9 "وہ اپنی وہ اپنی شخصیات جس کی قسمت پر آپ کو رکھ آتا ہے؟"
 * "لا شریا رائے اور لیدی ڈیانا کی قسمت پر رشک آتا ہے۔ اس کی قسمت پر اس لیے کہ اس سے سب سے زیادہ کرتے تھے اور انھیں زیادہ پسند ہے اس لیے رکھ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر چیز سے نوازا ہوا ہے۔"
 10 "تو اور جو آپ انہما سے ملتی ہیں؟"
 * "بھائی اور عید میلاد النبی ص۔"
 11 "وہ کس کام پر ہیں؟ کون سے علاقے پر تھے؟"
 * "علی اصبح فجر کا اور عشاء۔"
 12 "وہی ملقات میں کون سے وقت تھے؟ ذی وق ہیں؟"
 * "اسلام ٹیکم اور یہ حال ہیں۔"
 13 "دو بھائی نہیں کھا کر کبھی پور نہیں ہوتیں؟"
 * "پہلی لال کے ہاتھ کالہ اور کمرے کے کھانے۔"
 14 "دو افراد جن سے ملتی تھیں میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتی؟"
 * "پہلی لال سے اور اپنے میاں سے۔"
 15 "دو نندیدہ کھڑکی جس کی وجہ سے آپ کرنا نہ چاہتی ہیں؟"
 * "میں نے کرنا بہت شوق ہے۔ دیکھتی تھی۔ مگر اب قائم نہیں رہا۔ لیکن جب دیکھتی تھی تو مجھے وقار نہیں اور بہت سی یادیں تھیں۔"



16 "تو کیسے دو خوب صورت ملن جو یادگار بن گئے؟"
 * "میری شادی قاتل اور میرے دو بھائیوں کی پیدائش کے بعد۔"
 17 "تو انھیں جو بار بار دیکھی ہوں؟"
 * "دل رائے دیکھنے کے جائیں گے اور مٹا جائیں گے۔"
 18 "لاچر میں جن میں سے بغیر آپ گھر سے نہیں نکلتیں؟"
 * "پناہیک اور مویا کل۔"
 19 "وہ الفاظ جو بہت دور استعمال کرتی ہیں؟"
 * "تقدیر" بچوں انھیں چھوٹے بچوں سوچاؤ۔"
 20 "دو سندھو مکمل؟"
 * "عمران اسلم اب مصافحت نہیں کرتے لیکن جنگ ٹروپ میں ہیں اور دوسری تم تم سے میرا بہت پرانا تعلق ہے۔"
 21 "بہت دلوں میں سے کوئی سے لادین ایچے تھے؟"



* "بہت سنی جب آپ میں بڑے ہیں اور حسین
بہت سنی ہیں۔"

40 "کن ہو تو اس سے بڑا ہے۔"

* "پڑھانے کی باتوں سے ڈر لگتا ہے اور اللہ
سے بھی دعا کرتی ہوں کہ مجھے اس دنیا سے بغیر کسی
بیماری کے اٹھ لیا اور قدرتی تھکات سے بہت ڈر لگتا
ہے۔"

51 "اپنے لباس میں کن باتوں کا خاص خیال
رکھتی ہیں؟"

* "ڈیزینٹ ہو اور جسم نمایاں نہ ہو یعنی غیر اخلاقی
نہ ہو۔"

52 "معروف شخصیت بننے کے بعد کون سے وہ
مسائل درپیش ہوئے؟"

* "بہت سنی تو بغیر کسی سکد غل اندازی کے کچھ
کر نہیں سکتے اور بھی بھی لوگ آپ سے بہت سی بے
وقتی کی باتیں کرتے ہیں جو آپ کو Irritate کرتی
ہیں مثلاً "ہاں کے بچے کو سونے نہ کر کہیں گے کہ"

41 "پانچ وقت کی نماز میں کون سی دو وقت کی
نمازیں لازمی رہتی ہیں؟"

* "صبح کی اکثر پڑھ لیتی ہوں اور عشا کی ضرور
پڑھتی ہوں ہر سکون ملتا ہے۔ سارا دن کے کام کاج
کے بعد نماز پڑھنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔"

42 "بیویوں ملک شاپنگ میں کون سی چیزیں
لازی خریدتی ہیں؟"

* "میک اپ اور کپڑے بچوں کے اپنے لیے نہیں۔"

43 "دو سو جن کے غصے سے ڈر لگتا ہے؟"

* "میری ماں اور میرا مہال۔"

44 "کن لوگوں کی حریف میں بگل سے کام نہیں
لیتی؟"

* "میں کسی کی بھی حریف میں بگل سے کام نہیں
لیتی جو چاہے وہ چاہے اور برائی میں بھی بگل سے
کام نہیں لیتی جو چاہے وہ چاہے۔"

45 "وہ مشہور جو آپ کو بے اختیار پسند ہیں؟"

* "گوک اور فریش لوہے کو پسند۔"

46 "آج کے دور کے وہ گلوکار جنہیں سننا پسند
کرتی ہیں؟"

* "راحت علی خاں اور امجد صابری۔"

47 "شادی کی دیر نہیں ہو انجوائے کرتی ہیں؟"

* "تینگ لیسے ہو اور سم اور لٹل کی ریم۔"

48 "خاندان کی وہ شخصیات جس سے آپ اپنا ہر
مسئلہ شیر کرتی ہیں؟"

* "ہر مسئلہ اپنے شوہر سے اور اپنے بیٹوں سے
شیر کرتی ہوں۔"

49 "باتیں جو آپ کا موٹو خراب کر رہی ہیں؟"

33 "آپ کے نزدیک دنیا کے وہ خوب صورت
ترس موزے؟"

* "میرے پاپا مجھے بہت خوب صورت لگتے تھے۔
اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن وہ مجھے ہر لحاظ سے
خوب صورت لگتے تھے اور اللہ زندگی رکھے میرے
مہال صاحب کی جو بہت خوب صورت ہیں اور میرے
بھائی بھی بہت خوب صورت ہیں۔"

34 "وہ پسندیدہ پروڈکشن؟"

* "شوہر اور میڈیکل آکٹو میٹا میرا خاص تھا۔"

35 "والدین کی وہ نصیحتیں جو آپ نے گراں میں
باندھ لیں؟"

* "میری امی کہتی ہیں کہ جھوٹ نہیں بولنا اور
میرے پاپا کہتے تھے کہ "تل میں جو بات ہو منہ پہ
ہوں وہ اور مل صاف رکھو۔"

36 "دنیا کے وہ بہترین سیاست دان آپ کی نظر
میں؟"

* "اے نظیر بھٹو اور صابر محمد انشا اللہ۔"

37 "اپنے ادارے میں کون کونسا پیشہ ور
سلیکٹ کرتے ہیں؟"

* "آپ میرا انتظار کریں کہ نئی فلم تھی اور وہ سرا
آرڈر "جو کہ ہماری پروڈکشن میں بننے والے پسند ڈرامہ
تھا۔"

38 "کوئی وہ شخص گویاں آپ کے بارے میں جو
جی ثابت ہوئی ہوں؟"

* "مجھے ان باتوں پر نہ بخیر وہ تھا اور نہ ہے لیکن یہ
بہت گویاں کسی زمانے میں کسی نے کی تھیں کہ آپ
بہت مشہور ہوں گی اور وہ ساری یہ کہہ دیتے ہوں گے
تو وہی ہیں۔"

39 "کن باتوں سے رہیز کرتی ہیں؟"

* "حق الامکان کو شش کرتی ہوں کہ جھوٹ نہ
بولوں اور زیادہ مانگنے سے رہیز کرتی ہوں۔ میں زیادہ
جاگ نہیں سکتی۔"

40 "اپنے لیے وہ فیصلے جو غلط ثابت ہوئے

* "پیر کاٹنے اور جمنا کال۔"

22 "اپنے گھر میں وہ پسندیدہ جگہیں؟"

* "میرا بیلڈ روم اور بگن۔"

23 "گھر کے وہ کچھ جو آپ کو پسند نہیں؟"

* "برتن دھونا اور ڈسٹنگ کرنا۔"

24 "وہ پسندیدہ ٹیک پوائنٹس؟"

* "النگن ایسٹ پاکستان میں تو ہم وہاں کالی ڈار
کا رہتا ہے۔ مگر پھر بھی کبھی کبھی وہ چلی جاتی
ہوں۔"

25 "وہ ایسے افراد جن پر گندے اندازے اور غلط
چھینکے کوں چاہتا ہے؟"

* "بہت سارے ہیں ایک بھی فرست ہے اور
وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی بھی رہتی ہے۔ مثلاً انہیں
اور جھوٹے لوگ مجھے بہت پسند لگتے ہیں۔"

26 "کن وہ ملک کی ترقی سے متاثر ہیں؟"

* "تھائی لینڈ اور ترکی۔"

27 "کون سے وہ ملک کے لباس پسند ہیں؟"

* "گال اور سفید۔"

28 "اپنے ملک کے وہ نمونہ یاد دہا؟"

* "کراچی اور حیدر آباد۔"

29 "سل کے چار نمونہ میں سے وہ پسندیدہ
نمونہ؟"

* "سودی اور براد۔"

30 "لوگوں کی وہ پسندیدہ باتیں؟"

* "لاہور بہت ہوتے ہیں اور وہ داری کا احساں
نہیں کرتے۔"

31 "صحافتی کون سے وہ کام سب سے پہلے
کرتی ہیں؟"

* "ایک گلاس پانی پتی ہوں اور بچوں کو اسکو
بھینتی ہوں۔"

32 "وہ موزیکوں نے آپ کی زندگی بنانے میں
اہم رول ادا کیا؟"

* "میرے پاپا اور میرا مہال۔"

وسیم یاد ای سے ملاقات

شہین رشید



ہیں درجن سے ہیں ہوئی وہ پھر وسیم کہہ کر دیتے ہیں۔

* "اس فیلڈ میں تم کیسے ہوئی؟" کیسے شوق ہوا؟

ہو "میں نے ایم بی اے کیا ہے مارکیٹنگ میں ماسٹرسٹ یونیورسٹی سے اس فیلڈ میں "تم کچھ اس طرح

ہوئی کہ ہمارے والد ہمارے بھین سے سوشل سائنسز میں سے وابستہ تھے اور انہیں کرنٹ افیئر اور

خیروں و جیسو سے بہت دلچسپی تھی اور کہ میں ہوں یہ دوستوں میں کسی بھی تھی مغل تو ان کا موضوع بحث

کرنٹ افیئر ہی ہوتا تھا تو یہ قدرتی بات ہے کہ نواسہ اپنے والدین کو ہی لگا کر رہی ہے والد صاحب کی وجہ

اسے ہمیں بھی کرنٹ افیئر سے دلچسپی ہو گی اور ہم بھی شرا سے اور کاروبار اور اس طرح کے دوسرے

وسیم یاد ای "میں کچھ عرصے پہلے تک ہم اور آپ ایک بچہ کا شرکی حیثیت سے جانتے تھے اب بطور اہسکو بھی جانتے ہیں۔ بہت تھوڑے عرصے میں وہ یاد ای نے بحیثیت اہسکو کے اپنی جگہ بنائی ہے اور فیملی کے ساتھ "Alth" بڑا گرم کر رہے ہیں۔ بہت میں انہیں اپنی جگہ بنانے میں مشکل ہوئی ہوئی کیونکہ ہماری معروف شخصیت کسی نے اہسکو سے بات کرنا زیادہ پسند نہیں کرتیں اور اگر کبھی میں تو خاص طور پر انہیں اہسکو کو ناخبرہ کارگاہ دیتی ہیں۔ وسیم یاد ای کے ساتھ بھی "ایا یقیناً" ہو یہ گا۔ انہیں اب وسیم یاد ای سے بھی ملنے لگے ہیں اور اپنے سوالوں سے حل ہونے والے اہلکواب کو بھیج رہے ہیں۔

یہ کہتے ہیں۔ "نیک صبر کر رہا ہوں آپ؟"

"ہاں اللہ کا شکر ہے درمضوب تو سن کل ہر کوئی سے اس قسم کی سنگ تھوڑی ہنس رہا ہو جاتی ہے۔"

* "اب فہم وسیم رضا یاد ای سے یاد ای سے کیا مرا ہے گہا بھیں میں یاد ای زیادہ کہتا کرتے تھے؟"

"(ہنستے ہوئے) اس کا پواہم کھانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سوزیم ہے ہمارا ہمارے خیمیل کی سائیڈ پر ان کی طرف سے سرٹیم "دودھ والا" ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خیمیل کی سائیڈ پر زیادہ تر لوگ دودھ کا

کا دودھ کیا کرتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ وہ خیمیل کی سائیڈ پر بھی کوئی ایسا سلسلہ ہو لب تو ایسا کوئی سلسلہ

نہیں رہا کہ کوئی پواہم کا کاروبار کرنا ہو۔ شکر کی سرٹیم مشہور ہو گیا۔"

* "لوگ یہ کہتے ہیں کہ یاد ای؟"

"جن سے بے شک ہو جاتی ہے وہ یاد ای ہے۔"

یاد ای ان پر بہت تنقید کرتے ہیں اور ہر عا کر دوسری جہان کی حریف کرتے ہیں۔"

57 "وہ ریسٹورنٹ جہاں کھانا کھانا پسند کرتی ہیں"

* "یاد ای کی ٹوٹا بیٹ اور لہو اہٹ۔"

58 "اپنے ملک کے وہ شاپنگ مال جہاں سے شاپنگ کرنا پسند کرتی ہیں؟"

* "فورہ اور پارک ٹاور چونکہ کراچی میں رہتی ہوں تو یہاں سے ہی شاپنگ کرتی ہوں۔"

59 "وہ سہریں جو شوق سے پڑھتی ہیں؟"

* "خوانیں اور شعل گز خست۔"

60 "وہ چہلو جو شوق سے دیکھتی ہیں؟"

* "ہم اور پشمل جہز ایک۔"

61 "وہ تہذیبیاں جو اپنی شخصیت میں لانا چاہتی ہیں؟"

* "صاف گو بہت زیادہ ہوں اس پر کنٹرول کرنا چاہتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ تھوڑی سی بہت بچھے

بھی آجکل کے کس طرح ہوں جو عا ش کھا جاسکا ہے۔"

62 "وہ چیزیں جو آپ کے پیگسید والٹ میں ڈالی ہوئی ہیں؟"

* "کریڈٹ کارڈ، نوور کچھ نہیں۔"

63 "کھانے کی پشمل؟ کس کی پشمل؟"

* "لوگ اور سلاو۔"

64 "وہ شخصیات جن کو امو اکرا چاہیں گی اور ان سے تلوں میں کیلا وصل کریں گی؟"

* "زور داری صاحب کو افوا کریں گی تاکہ تلوں میں بہت سارے ڈرزل مل جائیں اور سلیمن خان کو افوا کریں گی اور کہوں گی کہ تمہارے ساتھ فلم میں کام کرنا ہے۔"



"نہیں بہت پسند کرتا ہے۔ وہ سال کا بچہ ہمیں یہی پسند کرتا ہے اور۔ کس بات سے ہنستے ہو۔"

53 "معروف شخصیت سے کے بعد کس کی؟"

تہذیبوں آہیں؟"

* "اپنے غصے کو تھوڑا کنٹرول کر لیا ہے اور تھوڑا نصف شاق بھی تبدیل ہو رہا ہے۔"

54 "گھر کے کسی ایک فرد کے ساتھ کوئی؟"

55 "میں کسی سے کوئی شکایت نہیں۔"

"کن وہ افراد کے ساتھ بارش انجوائے کرتی ہیں؟"

* "وہ کے ساتھ نہیں میں کے ساتھ اپنے پیڑوں کے ساتھ اور اپنے میاں کے ساتھ۔"

56 "مہلوں کے علاوہ غرے ہو برداشت نہیں ہوتے؟"

* "ایک ٹوکھنے پر غرے ہوتے ہیں اور تنقید کرنا خواہ تلوں میں۔ اپنے گھر کی عورتیں خواہ تلوں میں ہوں۔"

ایک گھر کے چار بھائی مار رہے تھے۔ غرت
 انہیں سب روزگاری تو اس طرح کے واقعات دیکھ کر
 کبھی بھی اپنے مذہب پر پابانہ مشکل ہو جاتا ہے۔
 * "ایسے موقع پر کچھ اپنی بے بسی کا احساس ہوتا ہے
 کہ بالکل ہوتا ہے۔ کچھ کل کے حالات دیکھ کر
 بہت بے بسی کا احساس ہوتا ہے ہماری دل پہ بھی بہت
 سے واقعات دیکھتے ہیں اور لوگ اپنی بہت سی کمزوریوں
 اور بہت سے مسائل کو لے کر ہمارے پاس آتے ہیں تو
 اس وقت میں دیکھی ہو جاتا ہوں کہ ہزاروں لوگ ہیں
 اور ہم ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے اپنے تعلقات
 کا استعمال کرتے ہوئے ہم دوسری باتوں کے مسائل تو
 حل کر سکتے ہیں لیکن زیادہ لوگوں کے نہیں۔"

* "غریب انسان تو ہر معاملہ میں سب سے کم ہے۔"
 ۶۰ "ہاں۔ بالکل میں جب لوگوں کو شدید مار دیکھتا
 ہوں تو مجھے اس کی بے بسی پر بہت تکلیف ہوتی ہے کہ
 ہم کتنے سے چار چاند بناتے ہیں اور سب سے زیادہ کچھ
 رہتے ہوئے ہیں لیکن ایک بیماری لگ چکے انسان
 کچھ نہیں کر سکتا۔"

* "دوست انسان کو ہر سکون دے سکتا ہے۔
 آپ کی زندگی کسی کمزور ہے؟"

۶۱ "میرے نہیں جیسا کہ دوست انسان کو سکون دے
 سکتی ہے وہ اس کا کمینا بہت بڑی محنت ہے اور بہت
 بڑی خوشی بھی امداد میں ایک بہت سی باتیں اور یہی
 لا لکھ کر رہا ہوں لیکن زندگی میں انسان کے اوپر ہر
 دور تباہی ہے۔ ہم ہر شے میں خودی سب ساتھ ساتھ
 ہوتی ہیں اور اگر کوئی کہے کہ دوست سے سکون قلب
 خریدنا ممکن ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ انٹرنو کھایے کہ
 انسان بلند ہو رہا ہو اسے ہر طرف مٹھن نہیں ہوتا۔
 تو نامہ نہیں اسکی شہرت اور دوست لگ۔"

* "اپنے بارے میں سوچتے ہیں کہ چند سال کے بعد
 آپ کس مقام پر ہوں گے؟"

۶۲ "دیکھیں میں قسمت پر یقین رکھتا ہوں انسان
 اکثر لاٹک کر رہتا ہے لیکن اگر کوئی وقت چاہے دھن کی

دھن کی رہ جاتی ہے۔ سبے شک میں سوچتا ضرور ہوں کہ
 یہ کدوں گاؤں کریں گا مگر ضرور اس میں کراہے جو قسمت
 میں ہو گا وہی ہو گا۔ میں سوچتا ضرور ہوں۔ لیکن شک بھی
 کرتا ہوں مگر اپنی بلا تک کسی سے شہرت نہیں کرتا کہ پھر
 بعد میں کوئی شرمندگی نہ ہو۔"

* "کب کو ستاروں پر یقین ہے؟"

۶۳ "میں ستاروں پر یقین نہیں کرتا لیکن اس حد تک
 دیکھی ہے کہ کبھی کہیں ستاروں کا محل لکھا ہوا ہو تو پھر
 ضرور لکھا ہوا ہو۔ شہرت میں نہیں کرتا کہ ایسا لکھ دیا گیا ہے
 تو ضرور ہی ہو گا۔"

* "ذرتے میں تم دوسرے وقت سے لاکھ بجاتی
 شہرت ہے اگر یہ سب کچھ کل نہ ہو تو؟"

۶۴ "میں ڈرتا تو نہیں ہوں۔ کہنے والے کل
 میں اگر یہ سب کچھ نہ ہو تو مجھے دوسرے صدور ہو گا
 لیکن حیرت میں ہوگی کیونکہ میں ہر وقت سے وقت
 سے لے کر ہر وقت سے ہوں۔ میں اپنی غور پر اس بات کے
 لیے کہ میں نے اگر نہ لیا وقت تو شہرت ہو گا۔ یہ کچھ
 چاہت ہے۔ کل میں وہ ہیں دوسروں کا مجھ میں آج میں
 تو یہ کچھ ہونا چاہیے یہ نہیں ہو گا۔ مجھے
 افسوس ہے کہ میں گوارا دیتا ہوں کہ کبھی گئے گا لیکن حیرت
 میں ہوں کہ اس وقت تو زندگی سے ساتھ ساتھ ہے۔"

* "اس قیلے میں اگر اپنی شخصیت سے بڑا ہیں یا
 اپنا خاص خیال رکھتے ہیں اور کسی کی محسوس کرتے ہیں
 اپنی شخصیت میں؟"

۶۵ "میں ایک بار انسان ہوں۔ اپنے خیال بالکل
 نہیں رکھتا اور بہت سی غیر منظم قسم کا انسان ہوں لوگ
 بہت حساب کتاب کے ساتھ چلتے ہیں کہ اس وقت یہ
 کرنا ہے اس وقت یوں کرنا ہے۔ میں ایسا کچھ
 نہیں کرتا تو میں چاہتا ہوں کہ میں بھی ایک ایسی ہی
 انسان بن جاؤں۔ غور نہیں ہوں کو میری خامی یا جوئی
 چاہے کہ میں کہ میں لوگوں کا دل رکھنے کے لیے ہوں کی
 ان باتوں کو جن سے میں فائدہ نہیں رکھتا کچھ کہہ دیتا
 ہوں۔ جبکہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

۶۶ "میں ان دنوں دل میں رہتا ہوں۔
 میں نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ میری وجہ سے
 کسی کی زندگی برباد ہو۔ دوسروں کو دل سے کسی کی زندگی
 برباد نہیں کرتا۔"

۶۷ "ہاں میں آپ طرح میں مقام پر ہیں۔
 میں نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کسی کو کچھ وقت لگا ہے؟"

۶۸ "ہاں ہے کہ شہرت خانی نے مجھ پر ایسا کرم
 میں کر دیا۔ غور میں اس مقام پر ہوں اس کے لیے
 وہ پورا تھا کہ شاید کچھ سال بعد میں یہ مقام حاصل
 کر سکتا ہوں۔ لیکن اللہ سے مجھے بہت جلد یہ مقام عطا کر
 دے۔"

* "میرا کب چرچا ہو جاتا ہے آپ کا؟"

۶۹ "مجھے شدید بھوک لگی ہو اور کھانا نہ ملے تو
 کبھی کبھی ہوتا ہوں۔ فارغ خراب ہو رہا ہوتا ہے
 اور عجیب سی کیفیت ہوتی ہے۔ بہت سی بے خبری ہو رہی
 ہے۔ دوسرا اور گستاخ کہ زندگی کا ایک ہی مقصد ہے کہ
 کھانا کھا کر چلتا ہو اور پھر کھانا کھا کر چلتا ہو۔
 میری ہے۔"

* "اگر میں ایک قتل کی اجازت ہوتی تو اور
 شہرت میں لگ رہی ہے آپ کو؟"

۷۰ "میں جس قیلے میں ہوں یہاں رہ کر میں کوئی
 جواب نہیں دے سکتا لیکن مجھے اجازت ہوتی تو ضرور
 قتل اور جیل تک شہرت کی بات ہے تو لوگ کہتے
 ہیں کہ یہ بہت سے گھر مجھے شہرت پہا کر بہت مزاجی آ
 رہا ہے اور آپ پر غور بھی ہو رہا ہے۔"

* "لوگ آپ کی تعریف کرنے پر توجہ دیتے؟"

۷۱ "میرے سامنے تو لوگ میری تعریف ہی کرتے
 ہیں کہ جی آپ فہم کرنے کا انداز بہت اچھا ہے۔
 آپ مزاج کے بہت اچھے ہیں۔"

* "پچھت کی بات ہے کہ میں نے غور میں لوگوں
 کی باتیں نہ کی تھیں۔ الی نظر آتی ہے؟"

۷۲ "پچھت کی بات ہے۔ جہاں غور کرنا ہوتا ہے



غور کرتا ہوں اور جہاں میں دل بہت کرتا ہوں اور
 اس فیصلہ میں کوئی بات نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ
 یہ وقت کتنا طویل ہے۔
 * "پچھت کی باتیں کیسے کرتے ہیں؟"

۷۳ "احرار دراصل رند کرنا کچھ شوق ہے کہ اور میں
 بنیادی طور پر کوٹ کوٹنگ قسم کا بند نہیں ہوں میں
 گھر میں رہ کر انجوائے کرنے والا ہوں۔ رشتے
 دائروں کو گھر پہنچا کر اور باہر سے کھانا منگو کر تو اس
 طرح پچھت کا دل گھر پر ہی گزرتا ہے۔"

* "کوئی یوز کاسٹ جس کے ساتھ آپ کو نہیں پڑھنا
 اچھا لگتا تھا؟"

۷۴ "آپ لڑائی نہ کرو اس میں اب تو میں غور میں نہیں
 ہوں اور مجھے سب کے ساتھ غور پڑھنا اچھا لگتا تھا۔"

اور میں کے ساتھ ہی ہم نے ویکم یاد کی ہے
 اجازت چاہی۔

دستِ کونکری

فوریہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ وہ یہ لگا ہے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رحمت ہوئی ہے۔ جو لڑکچہ اس کے ساتھ رہتی ہے۔ وہ جوں سے بات کرنے کا دھوا بھی کرتی ہے۔ فوریہ اسے رحمت کے دو بیٹے آپ گھر کی پھرتی سے مانتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلائے کی روشنی لگاتی ہے۔
وہ بیکہ کھینچ اور شعل کو پھینک دیتی ہے۔ اور اسی روشنی میں اس نے وہیوں کو پکائی، موت دیتی ہے۔ اس نے لڑکچہوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ وہ سری حرف خرم زکی سے شرد پارے کے بعد اس کی یکسہ و غریب شرد کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اس سے کہنے لگے کہ وہ چاہیے۔
فوریہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد رحمت مطمئن ہوئی ہے جبکہ وہ خالہ اس کے بعد فوریہ بن جائے یہ خوش ہے۔ وہ دونوں اس بات کے لیے بیڑیوں کی طرف جھکتی ہیں کہ یہاں شائستہ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں ڈھکی کر دیتا ہے۔

۱۰ - (اسپتکے پر ہے)
دستِ کونکری



اس نے میری کچھل اس لیے کی تھی کہ وہ مجھے جانتی نہیں تھی اور سی لیے میں نے اسے معاف بھی کر دیا اور اگر میں دل لیتا ہوتا تو وہ منٹ میں اسے یونورٹی سے نکلوا سکتا تھا۔ "خرم کچھ دیر چاٹ نظروں سے دلی کوڑ کھارہا پھر ایک ایک خط چاکر بولا۔

اس کے بعد سب سے سب کے چلنے کا یا خراب انداز ہو رہا تھا اسی لیے دلی کا خضر قد بے ٹھنڈا ہو گیا بلکہ وہ خرم کو مزید لگا لے کے لیے اٹھلاتے ہوئے بولا۔

"اب رہے بھی وہ اسے کہتے ہیں انگور کھٹے ہیں۔" اس سے پہلے کہ خرم کچھ کھتا حیدر بول پڑا۔

"خمس خیر تو ہم بھی نہیں چاہیں گے کہ تم اسے یونورٹی سے نکلوا دو۔ اتنے خوبصورت چہرے تو نظروں کے سامنے ہی رہنے چاہیں۔"

"نہاں سبھاں گریات کو حیدر۔" خرم ایک دم حلال میں گیا۔

"وہ کیا بات ہے یا رخصت ہو جوش مار رہا ہے۔" دلی بھلا یہ چپ رہ سکتا تھا۔

خرم جانتا تھا دلی کو سے پالنے میں مڑا آتا ہے جب تک کہ پر سکون ہوتا ہے دلی اسے خضر لالائی کی کوشش کرتا رہتا ہے اور جب اسے خضر آتا ہے تب اس کی حالت سے تقریباً پتا چلتا ہے۔

مگر اس وقت اسے حیدر سے خضر آ گیا تھا وہ سکون ہوتا تو درکنار پر سکون نظر آنے کی اداکاری بھی نہیں کر سکتا۔

"ہاں تو اس نے اتنی ہی غلط کی ہے۔" خرم جرح کرنے والے انداز میں بولا تو ہارون اور ثار جو اب تک سنجیدگی سے بیٹھتے تھے مسکرا کر رہے ہوئے۔

دلی ان دونوں کو اپنا ساتھی دیکھ کر مزید پھٹتے ہوئے ان دونوں کو قاطب کرتے ہوئے بولا۔

"حالت دیکھ رہے ہو اس کی پھر جب میں یہ کہتا ہوں کہ دال میں کچھ کاٹتے تو یہ ہوتا ہے۔" دلی کے آنکھیں نیچے پر خرم کا دل چاہا اٹھ کر چل جائے مگر اس طرح حیدر نے جوڑ کر رکھا اس کی فطرت میں خیمیں تھیں۔

وہ سب سے سبھاں نکال کر خواہ مخواہ مصروف خضر آنے کی کوشش کرنے لگا تو حیدر دلی کی طرف نکلے ہوئے بھاہر ازرا لنگھتا ہوا دلی کے پاس پہنچا جہاں اس کی آوارا تھی اونچی تھی کہ سب سن سکتے تھے۔

"اصل میں دال میں کالہ یہ اس کے قہقہے نہیں گہرا کہہ رہی اس کی دال گھسواں نہیں ہے وہ جو کہتے ہیں مایہ مر اور مسور کی ال۔"

دلی کا ہنسنے والا قصہ رو رو رہا تھا ہارون کی مسکراہٹ بھی کافی گہری ہو گئی تھی البتہ ہارون نے اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش میں کھانسا شروع کر دیا تھا۔

خرم کے لیے مصروف خضر آنے کی اداکاری کرنا مشکل ہو گیا تو وہ زنج ہونے والے انداز میں ان دونوں سے قاطب ہوا۔

"اس دن لوں مارا اہم یہ ہے یا۔ اگر تمہارے اوپر کا خضر خالی ہے تو اس میں دوسروں کی کیا غلطی ہے وہ سبوں سے اپنی غلطی کا انتقام لینا کہاں کا انصاف ہے۔" خلم کے ختم تک خرم نے اپنی جھنجھلاہٹ پر کلن حد تک قابو پا دیا۔

اس کی دماغیت بھرے ہنسنے سے بولا۔

"اس دن ہم کہاں انتقام لے رہے ہیں ہم تو چاہتے ہیں تم اپنے خلم سے باہر نکلو اور اپنی محبت کا اعتراف کرو۔"

حیدر نے پیار سے ہونے کہا تو دلی ہمدردانہ انداز میں بولا۔

"اصل میں اس کی بھی بھوری ہے نا۔ ہمارے سامنے اعتراف کر بھی لے تو کیا فائدہ؟ غل اسے گھاس تو داتی نہیں اسے تب بھی جوار ہی ہوتا ہے۔"

سبھاں پر خرم کی گرفت تکیف و حد تک سخت ہو گئی اس کا دل چاہ رہا تھا دلی کا شرشر کرے لیکن وہ سب

اس نے میری کچھل اس لیے کی تھی کہ وہ مجھے جانتی نہیں تھی اور سی لیے میں نے اسے معاف بھی کر دیا اور اگر میں دل لیتا ہوتا تو وہ منٹ میں اسے یونورٹی سے نکلوا سکتا تھا۔ "خرم کچھ دیر چاٹ نظروں سے دلی کوڑ کھارہا پھر ایک ایک خط چاکر بولا۔

اس کے بعد سب سے سب کے چلنے کا یا خراب انداز ہو رہا تھا اسی لیے دلی کا خضر قد بے ٹھنڈا ہو گیا بلکہ وہ خرم کو مزید لگا لے کے لیے اٹھلاتے ہوئے بولا۔

"اب رہے بھی وہ اسے کہتے ہیں انگور کھٹے ہیں۔" اس سے پہلے کہ خرم کچھ کھتا حیدر بول پڑا۔

"خمس خیر تو ہم بھی نہیں چاہیں گے کہ تم اسے یونورٹی سے نکلوا دو۔ اتنے خوبصورت چہرے تو نظروں کے سامنے ہی رہنے چاہیں۔"

"نہاں سبھاں گریات کو حیدر۔" خرم ایک دم حلال میں گیا۔

"وہ کیا بات ہے یا رخصت ہو جوش مار رہا ہے۔" دلی بھلا یہ چپ رہ سکتا تھا۔

خرم جانتا تھا دلی کو سے پالنے میں مڑا آتا ہے جب تک کہ پر سکون ہوتا ہے دلی اسے خضر لالائی کی کوشش کرتا رہتا ہے اور جب اسے خضر آتا ہے تب اس کی حالت سے تقریباً پتا چلتا ہے۔

مگر اس وقت اسے حیدر سے خضر آ گیا تھا وہ سکون ہوتا تو درکنار پر سکون نظر آنے کی اداکاری بھی نہیں کر سکتا۔

"ہاں تو اس نے اتنی ہی غلط کی ہے۔" خرم جرح کرنے والے انداز میں بولا تو ہارون اور ثار جو اب تک سنجیدگی سے بیٹھتے تھے مسکرا کر رہے ہوئے۔

دلی ان دونوں کو اپنا ساتھی دیکھ کر مزید پھٹتے ہوئے ان دونوں کو قاطب کرتے ہوئے بولا۔

"حالت دیکھ رہے ہو اس کی پھر جب میں یہ کہتا ہوں کہ دال میں کچھ کاٹتے تو یہ ہوتا ہے۔" دلی کے آنکھیں نیچے پر خرم کا دل چاہا اٹھ کر چل جائے مگر اس طرح حیدر نے جوڑ کر رکھا اس کی فطرت میں خیمیں تھیں۔

وہ سب سے سبھاں نکال کر خواہ مخواہ مصروف خضر آنے کی کوشش کرنے لگا تو حیدر دلی کی طرف نکلے ہوئے بھاہر ازرا لنگھتا ہوا دلی کے پاس پہنچا جہاں اس کی آوارا تھی اونچی تھی کہ سب سن سکتے تھے۔

"اصل میں دال میں کالہ یہ اس کے قہقہے نہیں گہرا کہہ رہی اس کی دال گھسواں نہیں ہے وہ جو کہتے ہیں مایہ مر اور مسور کی ال۔"

دلی کا ہنسنے والا قصہ رو رو رہا تھا ہارون کی مسکراہٹ بھی کافی گہری ہو گئی تھی البتہ ہارون نے اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش میں کھانسا شروع کر دیا تھا۔

خرم کے لیے مصروف خضر آنے کی اداکاری کرنا مشکل ہو گیا تو وہ زنج ہونے والے انداز میں ان دونوں سے قاطب ہوا۔

"اس دن لوں مارا اہم یہ ہے یا۔ اگر تمہارے اوپر کا خضر خالی ہے تو اس میں دوسروں کی کیا غلطی ہے وہ سبوں سے اپنی غلطی کا انتقام لینا کہاں کا انصاف ہے۔" خلم کے ختم تک خرم نے اپنی جھنجھلاہٹ پر کلن حد تک قابو پا دیا۔

اس کی دماغیت بھرے ہنسنے سے بولا۔

"اس دن ہم کہاں انتقام لے رہے ہیں ہم تو چاہتے ہیں تم اپنے خلم سے باہر نکلو اور اپنی محبت کا اعتراف کرو۔"

حیدر نے پیار سے ہونے کہا تو دلی ہمدردانہ انداز میں بولا۔

"اصل میں اس کی بھی بھوری ہے نا۔ ہمارے سامنے اعتراف کر بھی لے تو کیا فائدہ؟ غل اسے گھاس تو داتی نہیں اسے تب بھی جوار ہی ہوتا ہے۔"

سبھاں پر خرم کی گرفت تکیف و حد تک سخت ہو گئی اس کا دل چاہ رہا تھا دلی کا شرشر کرے لیکن وہ سب

وکی کچھ دیر اسے ہر سوچ نکھڑا کر دیکھ کر کھڑے ہوئے بولا۔

”چلو۔ اتنی اچھی گاڑی کو ایسے کے لیے ایک سبک تو لینا پڑے گاؤں۔“ وکی نے مصافحہ کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا تو خرم نے ایسے اس کا ہاتھ تھام لیا جیسے سوچنے کے لیے ایک پل کی صلح نہ کر سکا ہو۔
”اؤں۔“ خرم مضبوط لیے میں بولا۔



”یہ میں کیا سن رہا ہوں، بھی تم کل صبح ہی صبح واپس جاؤ گے۔“ ماموں جان نے الیان پر نظر پڑتے ہی در سے پکار کر کہا۔

الیان حامد کے ساتھ چلا ان ہی کی طرف آیا تھا اس کی بات سن کر کچھ اور تیزی سے ان کے نزدیک چلا گیا۔
”ماموں جان اور شاہ جہاں ماموں میٹھک میں بیٹھے موسم پھلیوں سے مٹھ باندھ رہے ہیں۔“
”تم سہ تو کتنا تھکتی چاروں رہوں گا۔“ شاہ جہاں ماموں نے اس کے بیٹے کی ہتھکڑی کا سلسلہ داپس ماموں جان کی بات سے جوڑنے والے لٹاؤ نہیں کیا۔

”جی ارادہ تو کسی تھا مگر ڈیڑی کا فن آیا تھا سہاں کچھ کام آگیا ہے اس لیے جانا ضروری ہے۔“ الیان نے اگرچہ نہیں کہا تھا تو جھوٹ بھی نہیں بولا تھا۔

وہ بھینسی اپنا سارا کام کر آیا تھا مگر دوسرے کئی کام جو اس پروجیکٹ سے تعلق رکھتے تھے بھی باقی تھے منہیں وہ وقتی طور پر نظر انداز کر کے یہاں چلا آیا تھا۔

مگر حامد سے کل کی ملاقات کے بعد سے مزید یہاں رکتا ہے کارنگ رہا تھا۔
”نہیں تو تقریباً“ کہتی پکا تھا اور بہت کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ اس کے پیٹلے بدن جائیں تو پھر وہ یہاں راکھوت کچھ ہوا کرتا۔

”پہلے خیر کام کے آگے تو وقتی بحث نہیں کی جاسکتی۔“ لیکن اچھا ہونا اگر تم کچھ دن اور رکھتے تھے تو لوں بعد تو آئے ہو۔“ ماموں جان کی بات پر الیان صرف مسکرا کر رہ گیا اور کچھ دیر کی سے انداز میں بولا۔

”آپ لوگ ایسے گا آرام سے مبارکے کا پروگرام بنا کر۔“ الیان کے کہنے پر حامد جو اس کے عین سامنے بیٹھا ہوا تھا ہنس کر بولا۔

”ارے یہاں بھی سب بہت مصروف ہیں۔“ رام سے مبارکے آئے کا سوچیں گے تو زندگی بھر بدگراہی نہیں لگے۔“

”تو چھپیں مختصر وقت کے لیے ہی آجائیں۔“ الیان نے کہا تو اس سے پہلے کہ ماموں جان کچھ بولتے ان کا موبائل بجنا شروع ہو گیا۔

فون ان کے دیکھ کر الیان کے کسی کیفیت پر مہارت میں چلا کیس فون کھس کر رہا تھا۔

ماموں جان نے شاہ جہاں ماموں کو بھی تانہ ترین سے اٹھ کر کرنے کے لیے اتار کر فون کر دیا تو وہ دونوں ایک ساتھ ہتھکڑی میں شامل ہو گئے۔

الیان غیر ارادی طور پر ان کی ہتھکڑی سے لگاؤ جو کچھ اس نے سنا اس پر اسے اتنی حیرانی ہوئی کہ سوالیہ انداز میں حامد کو دیکھے گا۔

حامد اسے اشارہ کرتا اپنی جگہ سے اٹھا اور بڑی سی میٹھک کے دوسرے سرے پر دو کھے صوفے بیٹھ جا بیٹھا۔
الیان بھی اس کی پیروی میں فوراً اسی لٹاؤ گیا اور اس کے نزدیک آکر بولا۔

”سب یہ ہے الیاں نے حیرانی سے پرچہ۔“

”اور سب کچھ میں نے خواہواست! جھوٹے تو روز کا معمول ہے۔“ حامد نے اپنی سے کہا۔

”الیان یہ تو سہ کھتا رہا پھر سر جھٹکتے ہوئے ہوں۔“

”اگر میں ماموں جان کی جگہ ہوتا تو یہ سوا ہرگز قبول نہ کرتا۔“ الیان ماموں جان اور وکی کی ہتھکڑی سے غلبہ

میں ماموں جان کی بات سے۔
ان کی بات کو سیراب کر کے والا پانی ایک دوسرے زمیندار نے محض اپنی دادا گیری دکھانے کے لیے بند کر دیا تھا۔

”نہیں۔ شاہ جہاں ماموں کے کہنے پر بدالت میں کیس کریں گے۔“
اب اس شخص کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ ”جیسا کہ میں میں دم نہیں تھا اس لیے اس نے کیس واپس لینے کی گزارش کی تھی۔“

اور اسی بات پر شاہ جہاں ماموں اور ماموں جان کے بیچ بحث ہو رہی تھی۔
وکیل صاحب کا مشورہ تھا جو اتحاد کی دشمنیاں مول لینے کی بجائے آپ خوش اسلوبی سے معاملہ رفع دفع کریں۔ ماموں اس رائے سے متفق تھے۔

شاہ جہاں ماموں کا کہنا تھا اس خود سر اور تھنڈی زمینداروں کو سیدھا رکھنے کے لیے کیس کو خوب کھینچا جائے اور ہر گز واپس نہ لیا جائے۔

یہ بحث ان کے بیچ چل رہی تھی جس میں ماموں جان اور وکیل صاحب کا پڑا صنف بھاری نظر آ رہا تھا۔
اور اسی بات پر تیراں ہوتے ہوئے الیان گروان سوز کر ان دونوں کو دیکھے لگا جہاں ماموں جان کی دیکھوں سے شاہ

”ماموں جان کا کل تا سہی شورش صورت نظر رہے تھے۔“
”جی الیان یہ سب سہ لٹاؤ مشعل بول۔“

”نہیں تو شاہ جہاں ماموں کا موقف سب کچھ ٹھیک لگ رہا ہے یا اس طرح تو وہ شخص اور شیراؤ جائے گا۔ ایسے لوگوں کو تو مزاحمت ہو چکا ہے۔“ الیان کے برہمی سے کہنے پر حامد مسکرائے لگا۔

”اس کی مسکراہٹ دیکھ کر الیان اسی لمحے میں بول۔“
”تم لوگ تو اس ایج سے بہت مختلف ہو جو جاگیداروں کی میری نظر میں تھی۔“ الیان کی بات پر حامد نے ایک

اور بار قہقہہ را در شوقی سے بولا۔
”ہاں۔“ صوفی طور پر تو ہمیں اتنا کھانا کھانا ہونا چاہیے تھا جتنے بابا ہیں۔“

مگر تم جاگیداروں سے زیادہ ضدی ہو حالانکہ بزنس میں ضد میں صرف لٹاؤ اور نقصان دیکھا جاتا ہے۔“
”کیا مطلب؟“ الیان اس کی بات نہیں سمجھا۔

”مطلب یہ کہ سنا ہے تم نے کسی پرانی خوشی کی وجہ سے پچھلے دنوں بزنس میں اپنا بہت پرالاست کر لیا۔“ حامد کے کہنے پر الیان کچھ حیران سے اسے دیکھے لگا۔

”تم خود لہو کس کے کاتھریکٹ کی بات کر رہے ہو۔“ الیان کے پوچھنے پر حامد نے مرثبات میں ہلا دیا۔
”تم کیسے جانتے ہو؟“ الیان کی حیران مزید بڑھ ہو گئی۔

”م توں بار بزنس کی دنیا میں ہماری پکینی کا جو نام اور ایج سہ ایسی خبریں تو فوراً مل جاتی ہیں۔“ حامد نے

”جی۔“ کہا۔
”اچھا۔“ کہہ رہا تھا شہر کے جاے ملنے بزنس میں جس گرواں سے جانتے تھے ان کے کاتھریکٹ جھوٹے سہنے کی خبر

”بہت سہ تیزی سے گردش کر رہی تھی اس کا علم الیان کو بھی تھا۔“

الیان کے خاموش ہوجانے کے باوجود ایسے ہی ہے جس نے حرکت میٹھا ہوا آغز الیان کو ٹوٹ کو مارا کر کے اس کے سامنے چل کر بھائی بڑی تھی۔
 "کیا ہو گیا بھئی اب اتنی بھی حیران کن کہانی نہیں ہے کہ تم Paube ہو جاؤ۔" حامد نے اپنے اصرار کو دہرایا
 چھوڑتے ہوئے گھر کی سانس خارج کی۔
 "میرا کن ہیرے لیے تو قاتل نہیں ہے۔"
 "جہاں میں روک کتے ہیں محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔" الیان نے بظاہر وجاہت کی سائیڈ لیتے ہوئے کہا۔

"محبت؟" نے آگے نہیں بھاڑ کر اسے دیکھا پھر بحث کرنے والے انداز میں بولا۔
 "تو رنی خورشید جو کچھ تمہارے واسطے کیا وہ محبت تھی۔ اور جس سے تم محبت کرتے ہو اسے تم پر تو قاتل یہ بتاتے ہو۔"

"دوسرے سے بڑی بات یہ ہے کہ جب ایک شخص کو معلوم ہے کہ جو لڑکی اس سے محبت کر رہی ہے وہ ایک چھوٹی اس سے محبت کرتی نہیں رہی بلکہ کسی اور کے دھوکے میں اس سے دوسرے کہہ رہی ہے تو اس کے لیے ٹھیک ہی نہیں کر رہی تو پھر محبت رہی کہاں؟" حامد آگے خاص خوش کے ساتھ بولا۔
 "تو یہاں اگل میری طرح سوچتے ہو۔ ٹھیک ہوگے ایسے نہیں سوچتے۔"
 "مگر یہ کیوں نہیں سوچتے جو اس وجہ سے حرا کے ساتھ کیا ہے اگر کسی نے وجاہت کے ساتھ کیا ہوتا۔"
 "تو الیان نے اس کے پوچھنے پر حرا بھی ٹھیک ن طرح پوچھا تو حامد اسے دیکھے گا جیسے کہہ رہا ہو۔
 "مجھے یہ کچھ پوچھ رہے ہو مگر وہ نہیں سمجھ سکتے۔" الیان اس کے انداز پر بے ساختہ ہنس دیا پھر بڑے تجسس پھیلائے ہوئے انداز میں بولا۔
 "اگر کسی نے وجاہت کے ساتھ ایسا کیا ہوتا تو وجاہت اس لڑکی سے شادی کر لیتا۔"
 "کیا مطلب؟" حامد چونکا۔

"حرا نے ہی تو ایسا سے موافق کر دیا اور اس سے شادی کر لی۔" حامد کا منہ کھڑکا کھڑا گیا۔
 الیان کے لیے یہ کہہ کر سب یہ بات پرانی ہو چکی تھی اس لیے اسے حامد کے حیران رہ جانے پر ہنسی آ رہی تھی
 جیسا وجاہت دیتے ہوئے بولا۔
 "تو شادی نہیں کی تھی کچھ ناظم کا تھا اسے سامنے میں لیکن وہی ہوا جو وجاہت نے کہ تھا کچھ دن لگیں گے
 اسے سامنے میں پھر ٹھیک ہو جائے گی اور یہی ہوا کچھ دن بعد تاراض رہی پھر مل جائے گی۔
 یہی وجاہت نے میرے متعلق بھی سوچا تھا لیکن میں ایسا نہیں ہوں تو وقت کے ساتھ سب عمل جاسے یہ سوچ لے۔"

چلو کوئی بات نہیں۔ اس نے یہ سب محبت میں کیا۔ میرے نزدیک چاہے محبت میں کیا ہو چاہے نفرت میں۔
 جس کام کو کرنے کے لیے غلط طریقہ اختیار کیا جائے وہ کام بھی کامیاب نہیں ہوتا چاہیے۔ خاص طور پر ایسی صورت
 میں جب کرنے والے سوچ رہا ہو کہ کچھ دن موڈ خراب رہے گا پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ الیان خوش دلی سے
 کہتے کہتے ایک دم سنجیدہ ہو گیا تو حامد بھی کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا پھر رسوچ انداز میں بولا۔
 "میرے خیال سے تم ٹھیک کہہ رہے ہو حالانکہ جب پھر بھی جانے نہ پایا تھا تو مجھے تمہارا لڑکی کھیل کر ناظر
 لگا تھا۔ لیکن اب مجھے لگتا ہے تم ٹھیک ہو۔" الیان نے اس کی بات پر کوئی تبصرو نہیں کیا تو وہ بیڑے والے

انداز میں کہنے لگا۔

"اور پھر تمہیں اس دوستی کو بحال کرنا بھی نہیں چاہیے اگر حرا اس کی زندگی سے نکل گئی ہوتی تو بات ٹھیک تھی
 مگر اب۔" حامد کچھ کہتے کہتے رک گیا پھر عجیب تذبذب کے عالم میں بولا۔
 "یار ایک شخص کسی لڑکی کے ساتھ جیسے نہ سکتا ہے جس کے لیے اسے یقین ہو کہ ایک عرصے تک کسی اور
 سے محبت کرتی رہی ہے۔"

"تو اس میں غلطی نہیں تھی اسی کی تھی۔" الیان فوراً جواب دیا۔
 "غلطی تو تھی لیکن اب اس سیکل میں یہ خیال نہیں آتا ہو گا کہ۔"
 "جب تم لڑکی کا گیارہواں دن انداز میں بات کر رہے ہو۔" حامد کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی الیان نے
 تھما ایک ہاتھ بندھ کر حرا کرتے ہوئے بولا۔

"تو گیارہواں دن سے تمہارا کیا مطلب ہے کیا تم برداشت کر سکتے ہو۔"
 "جہاں نہیں رہو گے کہتے ہیں محبت میں ایسا ہی ہوتا ہے میں نے تو محبت کی نہیں اس لیے معلوم نہیں۔" الیان
 نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔
 "خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں میں نے تو محبت کی ہے اور مجھے پتا ہے بلکہ مجھے تو اس حرا پر حیرت ہو رہی ہے
 کہ یہ۔"

"ایک ایک منہ لیا کہ تم نے۔" الیان نے روانی سے بولتے ہوئے حرا کو ہاتھ اٹھ کر ٹوکتے ہوئے پوچھا لیکن وہ اتنی
 روانی میں بولا تھا کہ اسے احساس ہی نہیں تھا کہ کیا کہہ رہی تھی کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھنے لگا۔
 "میں نے کیا کیا؟" میں تو یہ کہہ رہا ہوں حرا اب ایک ایسے شخص سے شادی کرنا کیسے منظور کرے گا۔"
 "اس سے پہلے یہ کہہ۔" الیان نے پوچھا۔
 "اس سے پہلے کیا کہہ۔" حامد کو بالکل یاد نہیں تھا جیسا کہ وہ نہیں اچکاتے ہوئے پوچھے گا تو الیان نے ٹھیک
 ہی کے سیدھے میں اس کا جملہ دہرا دیا۔

ایسے چٹائے ہوئے انداز میں سے دیکھے لگا جیسے یقین نہ آں ہوں کہ اس کے منہ سے یہ بات کیسے نکل
 سکتی۔



ندیدہ خود کشی کے انداز میں بول کر ایسے ہونٹ چبانے لگی جیسے اپنی بے بسی پر وہاں سے شرمندہ ہو چکا
 تھا۔ آخر کار اور اور وہ من ہو گیا تھا۔ بہت مشکل سے انہوں نے اپنے کچے کو مارل رکھتے ہوئے اپنے پوچھا تھا جیسے
 وہ شام کے چھپنے والوں سے غائب ہونے کے متعلق کچھ نہ جانتی ہوں۔

"تاشا مر گئی۔" کہ "تاشا آخر کے پوچھنے پر ندیدہ کچھ چونک کر انہیں دیکھے لگی۔
 "کیا ہو تھا تاشا کو؟" تاشا آخر اسے خاموش دیکھ کر بویس اپنے لیے کی سب چینی کو دھوئیں نے بڑی مشکل سے
 پھپھار کھا تھا ورنہ تو وہ دیر تھا ابھی اسے دلوں کے حوس سے تھم کر پوچھیں۔

جب پولیس اسے دلوں سے ڈھونڈ رہی ہے تاشا کی ماں اس کے گھر کی لڑکیوں سے اس کے متعلق جانکاری
 حاصل کرنے آئی اور نا کام واپس ہوئی تو ندیدہ یہ کیسے جانتی ہے کہ یہ مر گئی ہے۔
 "تو اس وقت بڑے سکون سے ان کے سونوں کا دروازہ دے رہی تھی۔ اس پر حرا نے اس کے اعتماد کو متزلزل
 نہیں کرنا چاہتی تھی جبکہ ندیدہ کی ہمنویں ایسے سکڑ گئی تھیں جیسے وہاں پر نذرانے رہی ہو۔"

"مناشا کے ساتھ کیا ہو تھا۔" اس نے جیسے خود سے پوچھا تھا، مانشا اختر کے لیے خود پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔
 جو بے ضبط سے انہوں نے بہت ٹھہر ٹھہر کر پوچھا۔
 "تمہیں کیسے پتا کہ مانشا مر گئی ہے؟"

ان کے سوال پر روبیہ کا ریت کو دیکھتے ہوئے ٹھوکر کی سکے انداز میں ہوں۔
 "میں نے دیکھا تھا۔" اس کا بے بسیاؤں مڑا تھا تو وہ سر کے بل بیچے گری تھی اور موقع پر
 اس کی فتنہ ہو گئی تھی اتنا خون نکل رہا تھا اس کے سر سے۔
 مانشا اختر کے پورے جسم پر چوڑیاں پہنچنے لگیں انہیں لگ رہا تھا کمرے کا درجہ حرارت ایک دم متنی میں چلا
 گیا ہو اور اسی لیے ان کے پورے بدن پر ایک لپکی سی داڑی لگی ہو۔
 "کب۔ کہاں۔ کہاں سے گری تھی وہ۔ اور تم نے کیسے دیکھ لیا؟" اس کے طعن سے تو وہ نہیں نکل رہی تھی۔
 وہ سری طرف ندوبہ کے چہرے پر بھی ایسی الجھن موجود تھی جیسے خود اس کی سمجھ میں نہ رہا ہوں سوالوں کا یہاں
 جواب دے۔

"وہ۔ مانشا وہاں گئی تھی تا تو وہاں کر گئی تھی۔"
 "کہاں گئی تھی؟" مانشا اختر نے انتہا پرانتہ جاتے ہوئے پوچھا۔
 "وہ۔ پتا نہیں کون سی جگہ تھی۔" ندوبہ کے چہرے سے صاف ظاہر تھا وہ اپنے ذہن پر ندوبہ کی کوشش
 کر رہی ہے مگر اسے یاد نہیں آ رہا۔
 "کب گئی تھی؟"

"دو دن پہلے۔" ندوبہ فوراً بولا۔
 مانشا اختر کو پہلے نہ ہوا، محسوس ہوا تھا۔
 "متم اتنے دنوں سے کالج نہیں جا رہی ہوں۔" مانشا اختر اسے نکوجی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں تو ندوبہ کچھ
 نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھنے لگی۔
 "تو تم واقعی پیچھے کو انٹر میں جا کر بیٹھ جاتی تھیں یا۔" مانشا اختر نے دانستہ جملہ اوچھوڑا دیا یا شاید جملہ
 پورا کرے کی اس میں شک نہیں تھی ورنہ ان کا ذہن سوچ کی پرواز پر سفر کرتے کرتے جانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا
 تھا۔

لیکن ندوبہ نہیں سمجھ سکی کہ ان کے اوچھوڑے جملے کے پیچھے ان کا مطلب کیا ہے۔
 "کو انٹر میں تھوڑی گوار ٹر کے اوپری بھرت جاتی تھی تو کب تک بیٹھتا تھا کہ اگر میں نے آپ کو بتایا کہ میں کالج
 جانا نہیں چاہتی تب بھی آپ مجھے زبردستی بھیج دیں گی۔" ندوبہ کا لہجہ شکوہ کنال ہو گیا۔
 اس کی ماں اتنا کچھ سننے کے باوجود اس پر ہلنے کی بجائے اس کی بہت سننے اور سمجھنے کی مشاق تھیں یہ دیکھ کر
 ندوبہ کو بھی تعجب مل گیا تھی۔ "جی اس کے انداز میں سوچا میں کیا تھا ورنہ اگر وہ یہ جان جاتی کہ اس کی ماں اس
 کے متعلق کیا سوچ رہی ہے تو اتنا برا بھلا تو خود کی بعد بھی پہلے تو وہ صدمے سے ہی ٹپک رہ جاتی۔
 مانشا اختر بھی اسے خود بھی نہیں ایک طرف اگر وہ یہ سب سوچتا نہیں چاہ رہی تھیں تو وہ سری طرف رخسار
 کے ساتھ کیا روئیہ کاو حشر نہ سوچا انہیں یہ سب چہرے پر مجبور کر رہا تھا کہ ایسا ممکن ہے۔
 "تمہیں ندوبہ نے کب تو مانشا کے ساتھ پتہ ایسا ملنی کرنا کہ وہ وہاں سے غائب ہے۔
 لیکن کیا ان کی بیٹی کی ذہنی حالت، جی خواب سے کہ وہ کسی کا قتل کرے اور گیارہواں منشا کی موت واقع

ہو گئی ہے؟"

اس سوال کے ذہن میں بھرتی اس میں جھرمجری سی آگئی وہ ندوبہ کا کندھا پکارتے ہوئے بولیں۔
 "ندوبہ تمہیں کیسے پتا کہ مانشا مر گئی ہے؟ کیا تمہاری شانساہ خالہ نے اسے مارا ہے؟" ندوبہ ان کے سوال پر
 بری طرح غصہ کیا گئی اور بے بسی سے اس میں دیکھنے لگی۔
 مانشا اختر اس کی نظروں میں چھپے اندھ شل کو سمجھ گئی تھیں جی رہا تھا کہ وہ بولیں۔

"دیکھو ندوبہ میں تمہاری ماں ہوں مجھ سے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں۔ تم اتنی دنوں سے کالج نہیں
 جا رہی۔ کسی سے تمہاری بہت چیت نہیں ہوتی۔ کمرے سے تم نکلتی تک نہیں۔ مانشا وہاں سے کمرے سے غائب ہے
 اور اوپر مگر وہ رہی ہو کہ وہاں پہلے وہ مر گئی اس باپ اس مڑا اور وہاں کہیں کر گئی۔ یہ سب تمہیں کیسے پتا؟" اس نے
 جابجا مانشا اختر کا لہجہ اگر نرم نہیں تھا تو خیر بھی نہیں تھا۔

انہوں نے حتی الامکان کوشش کی تھی۔ ندوبہ سے محبت سے بات کرنے کی کمرہ چاہے جتنا بھی دلا رکھا
 دیتیں آپ بچے میں خیر نہ لے شک۔ کو نہیں بچھا سکتی تھیں۔
 نورس کی چیز ندوبہ کو کھانے پر مجبور کر گئی تھی وہ پریشانی سے انہیں دیکھنے لگی۔ وہ اس کے بارے میں کیا سوچ رہی
 تھیں۔ ندوبہ بخوبی کچھ گئی تھی۔

مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ ان کے سوالوں کا جواب نہیں دے پارتی تھی۔ سے "حیرت" نہیں پتا تھا کہ وہ کیسے جانتی

تھی مانشا مر گئی ہے؟"

نورس کہہ گئی تھی۔

اس کا دل بڑا تھا۔

"وہ کہاں کر گئی؟"

"اور تب اس کی موت ہو گئی؟"

اس میں سے کسی بھی سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

جی ورنہ غامض رہی اتنی دیر مانشا اختر کی سوالیہ نظروں اس پر جی رہا تھا کہ ان کے سوالوں کا جواب نہیں
 دے سکتی تھی فی الوقت وہ صرف اس کی یہ نظریں خود پر سے ہٹا سکتی تھی اور اس کے لیے اسے جو سمجھ میں آیا اس
 نے وہ کہہ دیا۔

"یہ سب شانساہ خالہ نے نہیں بتایا۔ اور نہ ہی انہوں نے کچھ کیا ہے تو میں نے۔ میں نے خواب میں دیکھا
 تھا۔" ندوبہ کی بات پر مانشا اختر جو فوراً اسے س رہی تھیں۔ بری طرح چونک گئیں۔

"جواب میں۔" انہوں نے انہیں سے پوچھا۔

"جی۔" ندوبہ نے نظریں جھکا لیں۔

مانشا اختر کچھ دیر اسے دیکھتی رہی، آخر گہری سانس کھینچی اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ نہیں اب کیا کتنا چاہیے ایک طرح سے ندوبہ سے کچھ بھی کہنا سنا ہے کار تھا
 اس میں جو کچھ بھی کہنا تھا اس کی ڈاکٹر سے کہنا تھا۔

چنانچہ اسے کمرے میں کتہے ہی انہوں نے ڈاکٹر گیل کے کان پر دیا اور ان سے ملنے کی پانچھٹ لیلی ندوبہ کے
 کمرے سے نکلنے سے پہلے انہوں نے وہ سارے سلیکچر بھی اچھے تھے۔
 ندوبہ انہیں وہ کھنڈت سے جاتا دیکھ کر مضطرب نہ ہوئی تھی مگر اس خیال سے کچھ نہیں بولی کہ وہ کچھ کہے گی تو

عائشہ اختر بحث کریں گی جبکہ اس وقت ان سے بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا اس وقت وہ اس کے پاس سے چلی جا رہی تھی۔
 اس سے بات کر کے کالی الجھ گئی تھی لہذا وہ اس وقت بالکل تیار رہا جانتی تھی۔
 دوسری طرف عائشہ اختر کا بھی مددگار کی باتیں سن کر وہ اس قدر مشتعل ہو گیا تھا کہ اس سے مزید اس کا دل پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھیں ان کا ارادہ تو تھا اختر کو بھی کچھ بتانے کا نہیں تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر شکیلہ کو بھی منع کر دیا تھا۔

اپنے ڈاکٹر شکیلہ نے وہ ایکچسز دیکھنے پر اصرار کیا تھا اور عائشہ اختر خود بھی وہ پلندہ ڈاکٹر شکیلہ کو دکھانے کے ارادے سے ہی کرے سے لے کر نکل گئیں۔ مگر ڈاکٹر شکیلہ نے ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا کہ وہ کل ہسپتال کے ساتھ ٹھیک آئیں وہ مدد سے مل کر بات کرنا چاہتی ہیں اور انہوں نے فی الحال مدد سے کوئی کچھ بھیجے سے کسی سے منع کر دیا تھا۔

عفت خلیل کو گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر نمل فوراً "کی ہئی آف کر کے اٹھ کر ان کے قریب چلی آئی۔
 "اسلام علیکم" نمل کے سلام کرنے پر وہ رک کر اسے دیکھنے لگی جیسے کہہ رہے ہوں کیا بات ہے۔
 انہوں نے اس کے سلام کا جواب ضروری سیر سمجھا تھا ان کے درمیان عموماً "ریا ہ بات چیت نہیں ہوتی تھی وہ ایک دوسرے کو بھی مخاطب کرتے تھے جب کوئی اہم موضوع پر گفتگو کر لیتے۔
 لہذا اس کے سلام کرتے ہی وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگتے۔
 "وہ جو چشمہ پہنے ہوئے ہے۔"

"ہاں میں نے پنا کر یا ہے۔" نمل کی بات پر وہی عفت خلیل کی تیرہ پر لہجہ لگے اسی لیے وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے رہے۔

"ایسا کوئی خاص مسئلہ تھا ہی نہیں میرے فون کرنے پر اسے فوراً چھوڑ دیا گیا یہ لڑکا گھڑا گیا ہے بلکہ میں نے اس کے گھر کچھ پیسے بھیجا دیئے ہیں تاکہ کچھ خرچے کے لیے وہ لوگ یہاں سے دور چلے جائیں۔
 پولیس والوں سے دشمنی مول لینا ٹھیک نہیں ہے وہ اسے کسی اور کیس میں بھی بھند سکتے ہیں۔ وہاں بیٹی چشمہ کو لے کر آج ہی اس شہر سے دور چلے گئے ہیں جب بات پرانی ہو جائے گی تو وہ موت آئیں گے۔" عفت خلیل نے سستے لہجے میں کہا۔

"نمل کے اندر تک سکون اتر گیا ایک بل کے لیے بھی اسے خیال نہیں آیا کہ عفت خلیل اس سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ اس کے والد کی اتنی جان بچا ہی تھی کہ ان کا ایک ہی دن میں اتنے سارے کام سر انجام دے دینا کوئی مشکل نمل نہیں تھا اس لیے شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی جبکہ دوسری طرف عفت خلیل نمل کو اس سارے معاملے سے بالکل الگ رکھنا چاہتے تھے۔

اس ماں بیٹی کے شہر سے چلے جانے کا ذکر بھی انہوں نے ہی لیے کیا تھا کہ کہیں نمل اب کے بیٹے کے واپس آجانے پر انہیں مبارکباد دینے ان کے گھر پہنچ جائے۔

انہوں نے چوکی دار کو بھی قحقی سے چاہت کر دی تھی کہ کسی کو بھی نمل سے نہ ملے دیا جائے اور خاص طور پر ان ماں بیٹی کو تو بالکل سیر۔
 وہ اگر گھر آئیں تو کہہ دیا جائے نمل شہر سے باہر گئی ہوئی ہے نہ کسی قسم کی مدد مگ نہیں چاہتے تھے خواہ مخواہ

"نمل نے اسے ایک مہینہ مری میں بڑے گاؤں کا اگل موڈ نہیں تھا۔
 "مری میں وہ اس اور یقین کے مطابق نمل کو فوراً "مطمئن ہو گئی اور اپنے کمرے کی طرف چلے گئی۔
 وہ ملہ اور ملہ بڑیلہ اور نمل کو یہ خبر سنانا چاہتی تھی۔ چنانچہ جیسے اس نے نمل کو فون کر کے چشمہ کے گھر کے لیے مدد کی اطلاع دی پھر مدد سے کہ فون کر کے بتایا تو وہ نمل کی جیسی خوشی کا اظہار نہ کر سکی۔
 "ایسا ہوا بڑیلہ تم ٹھیک تو ہو؟" نمل نے فوراً ہی غصوں کر دیا۔
 "ہاں ٹھیک تو ہوں میں ایک ماہ بھن سی ہے۔" بڑیلہ کا انداز سوچا ہوا سا تھا۔
 "کیسی اچھیں؟"

"میں نے نہیں بتا تھا بھائی میں نے کسی مصلحت نام کا ذکر کیا تھا۔"
 "کی ہئی آف۔" نمل ایک دوسرے کوئی ہو گئی۔

"بھئیے لگتا ہے اباد اور ابراہیم کی اس رشتے پر پہلی سوچ رہے ہیں۔" بڑیلہ کے کہنے پر نمل بے اختیار ہنسا۔

"کیا اسوں نے تم سے کوئی بات کی۔"

"نہیں مجھے تو کوئی کچھ بتا ہی نہیں رہا۔ جس خود ہی میرے گلن میں ایک دو الفاظ پڑ گئے ہیں اور نہ مجھ سے تو اس موضوع پر کوئی بات ہی نہیں کر رہا۔" بڑیلہ کے اگلے ہونے اندر نمل بھی الجھتے ہوئے ہوئی۔
 "آج کی پریشانی کی کیا بات ہے رشتہ کرنے سے پہلے وہ تم سے پوچھیں گے تو ضرور کوئی بغیر پوچھے تھوڑی کر دیں گے۔ تو تو اس طرح فکر مند ہو رہی ہو جیسے کہیں کسٹ منٹ ہو تمہاری۔"

"نمل میں نے اب کو ابراہیم کی سے کہتے سنا ہے کہ کیفینڈ اور اس کی پریشانی بھی احموری رہ جائے گی۔ اب طاہری اس سے سب میرے ہوتے ہیں ہی کہا رہا ہو گا اور اگر میرا یہ انداز صحیح ہے تو میری تعلیم بھی پھوٹے گی اور تم سب بھی تھوڑے جاؤ گے۔" نمل اور کیفینڈ اسے روکا تو کہی "میں ایک بار جاؤں گا تو اگلے چار یا پانچ سال تک کے لیے سب کی شکلوں پر قفل پڑھ دو۔" بڑیلہ کی بات کو نمل فوری طور پر رد نہ کر سکی۔

وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔ لیکن لڑکیاں شادی ہو کر دور دور جگہوں پر جاتی ہی ہیں مگر بڑیلہ کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے تو یہ کچھ انوکھا تو نہیں۔

اس لیے نمل نمل دینے والے انداز میں بولی۔

"آج پریشانی صحت ہو بڑیلہ جو ہو گا اچھا ہی ہو گا پریشانی تھوڑی جا کر کر لیتا اور رہا سوال ہم سب سے دور جانے کا تو یہ حالات پر غور کرنا ہے اگر شوہر اچھا نہ ہو تو لڑکیاں ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے اپنے گھر والوں کی شکلوں کو ترس جاتی ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ وہ لڑکا کیسا ہے کتنا پرہیزگار لگتا ہے اور کرنا کیا ہے۔ اگر یہ سب چیزیں ٹھیک ہیں تو ملاوٹ کی سوچوں کو ذہن میں رکھ کر نہیں دینی چاہیے۔"

"ہوں بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔" نمل کے اتنے رمانیت سے کہنے پر بڑیلہ جیسے زبردستی بولی جس کا انداز وہ بھی نمل کو فوراً "ہو گیا" بھی مزید کہنے لگی۔

"اور پھر کوئی بھی فیصلہ پھر ابراہیم کی تمہاری مرضی کے بغیر تھوڑی کریں گے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" بڑیلہ کا ذہن کسی حد تک ہلکا ہو گیا تو اس دنوں نے ادھر ادھر کی چند باتیں کر کے فون بند کر دی۔

اور پھر کئی دن گزر گئے مگر ابراہیم کی یہ بھی نے کسی قسم کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا خود بڑیلہ تک اپنی پریشانی میں سب کچھ بھول جاتی تھی اگر کسی خیال آتا بھی نہ تھا۔ لیکن شاید ابراہیم کی مرضی میں ہوگی جو بات کے

عشق کی آغوش

اس بارش نے جو سرشمنی پر سنا شروع ہو گئی
تھی ایک دم ہی خشک پیرا کوئی تھی جس دور یہ اس خشک
سے ہے نیاز پر تھکے میں کرسی کی پشت سے سر
ٹکائے آنکھیں بند کئے تھی تھی بھر اس نے ایک دم
نی آنکھیں کھول کر دیکھ تو اور اپنی لگاؤں میں
کئے جاؤں کے ہر خوشی چہرہ پر ہادی تھیں۔

اس کا دل میں رہا ہے جس ہادی چہرہ کی مانند
دھڑک رہا تھا اس کی آنکھوں میں سنا آدھی کا
غیر ٹھہر گیا تھا اور میرا لگاؤ تھا جس نے چہرہ کی
مانگیں ہو۔ آئی کے، پاکار ٹوٹ گیا تو وہ محبت کی
واہی کے غار ٹھہر گئے یہ قدر کاغذ میں
ہوس ہوید چھٹی قدم میں بھر بھر کر ہنس ہو گیا
ایک غلی مسکرا اور ادنی جزا گئی ایک زخم شوق
پوسل کی مری سے شہابیہ ہو گیا۔ شاید یہ عالم دخول
تھا اور اگر کہ جو بھی تھا تو کہہ دیتا تھا۔

ہر کوئی یاد کا سول پر گر تپے اور دھن کی جیتے
دھن کا ہر دوا دوا کر جاتا ہے اور نئے سوسے سے
لنت کا در کھٹا چا جاتا ہے اور درد کی شدتوں میں
انہی نے کیا عث بنے۔

”میں تم سے محبت نہیں کرتا لیکن تمہاری محبت
عزت کرتا ہوں مگر عاتقہ کو چھوڑ نہیں سکتا کیوں کہ
میں اس سے شدید محبت کرتا ہوں اتنی کہ اسے دیکھ
بغیر میری سانسوں دکنے لگتی ہیں۔ تمہیں مجھ سے کچھ
نہیں ملے گا میری غلطی تمہیں عاتقہ ہے۔ کبھی
جانے یا اجلے میں مجھ سے کوئی توقع رہا ہے مت کرتا

میں یہ شادی بھی نہ کرنا اگر ملل مجھے مجبور نہ کر تیں
انہوں نے اپنا چل میرے قدموں میں لٹے۔

”اسفند میں اپنا آئینل تمہارے قدموں میں
ڈالتی ہوں چاہو تو اس کی فاج رکھو اور چاہو تو ٹھکر لو
میرے آئینل کی عزت نہ مار کر دو۔ میں چاہتی ہوں کہ
تم درپہ سے شادی کرو چاہتے اسے گھر سے پٹ کوٹنے
میں پڑا رہے نہ میرے مرستے بھلی کی خوش پوری
کھانا زندگی میں پہلی بار انہوں نے مجھ سے کچھ مانگا
جس کی آنکھوں میں اس کے تھکنے تھے۔

”میں۔۔۔ نہیں۔۔۔ اس کے بے جاں بدن
میں بلکی سی جنبش ہوئی تھی۔

”اگر اس نے صحن کو توڑ دیا تھا تو پھر مانہ چاہیں تھا
ہاں نہ بھری ہوئی سماج کے لیے اسی وقت انکار
کرو پتے ملی کا پتلا ٹھکرا دیتے اس وقت ان کی
لج دکھائی تھی تو اب کیوں نہیں رکھ سکتے ایک لنت
سے نکال کر وہ مری لنت میں جٹ کرنا چاہتے ہو اور
اس۔۔۔ اب میں کہاں جاؤں گی۔ رقم رستے مسدود
ہو چکے ہیں۔ میں آپ سے کوئی خواہش آرزو کوئی
طلب نہیں کرتی۔ میں اپنے سارے حقوق تسبیح
معاف کرتی ہوں بدلے میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ
چاہے یہ نام مابند میں ہی کسی رقم اور کم اسے بد حال
رہے۔ میرے بچے کے ساتھ اپنا نام منسوب رہے



وہیں اس کھر کے ایک کونے میں پڑا رہتے ہیں۔ انکا احسن تو کر دیں گے تب میں بے نام مرنا نہیں چاہتی مخلوق یا تو کھوٹا نہیں چاہتی۔ تو تانہ موتوں کی طرح آنسو اس کے ہموار رخساروں پر ڈھلک گئے۔

"مر جاؤں تو پھر بھی لوگ مجھے تب کے نام سے پکاریں گے کہ اسفندیار کی بیوی مر گئی ہے۔ اگر آپ سے یہ بے نام ساجد صحن توڑ دو تو لوگ بھی کہیں گے وہ مر گئی ہے بے چاری کو شوہر نے طلاق دے دی تھی۔ اب جب میں آپ کی نکاح میں ہوں تو آپ کے نام کے ساتھ ہی مشروب رتنا چاہتی ہوں۔"

لہذا اس کی کیفیت ایسے بدل رہی تھی جسے رات کے اندر جبرے میں بھول کی اوٹ سے چاند نکل کر آنکھ بھول کر رہا تھا۔ شرمیں گھٹوں سے عیجھکی کے لہجے میں اس کی پادشہ بہت لگی وہ اس کی مزید کوئی بہت بغیر ہی کمرے سے نکل گیا تھا۔

اسفندیار اسلام آباد چلنے سے پہلے ان دنوں کو دوکان پر پھرتا تھا۔ جس وقت وہ اس کا دوری سہل ٹیکسی میں رکھ رہا تھا تو مسلسل بیزار تھا۔ جس وقت پچھلی سیٹ پر وہ پچھو کے ساتھ بیٹھے لگی تھی تو وہ اس کے قریب آکر بوسہ دیا تھا۔

"جانتے کس گندکی سزا ہو تو؟"

وہ اس ٹیکسی میں بیٹھتے ہی پوچھا کہ پر کانپ گئی تھی۔ ایک باپ سے جد الی فاصدہ دوسرے میں کھر سے جد الی پھر اس کی یہ قیمت اس کی آنکھیں ٹپکن پانیوں سے بھر گئی تھیں اور لوگ شرمگاہ پھلانگتے کو بے گب اس نے بے دردی سے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑی تھیں۔ شام کے قریب وہ گاؤں پہنچے تھے پھر پچھو سفر کی تھیں سے چور ہو گئی تھیں اسے اسفندیار کے کمرے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آکر ہم کی غرض سے مل گئی تھیں۔

اس کھر میں وہ یہ کی پہلی رات تھی اور اسی پہلی

رات کو وہ اسے طلبت سے موازیہ تھا یا یوں مجھے بے عزت کر گیا تھا۔ رات اس نے رگھین مسیری کی پشت سے ٹپک گا کر گزاری تھی۔ سحری کے وقت اسفندیار اسلام آباد کو پہنچ کر گیا تھا۔

اس پر وہ ہر اصدہ گزرا تھا وہ سارا دن کسمپدی میں گزرا رہی یا پھر وہ رات ہی اسفندیار کے متعلق اس نے ایک منظر بھی نہ کہا تھا کہ اس کے بارے میں ایک بات بھی کرتی تھی تو وہ یوں ہل کر کے ان سنی گدی تھی۔ پچھو اس کی حالت دیکھ کر گڑھی رہیں ایک حلقہ اس کو اپنے پاس بٹھا کر دستان سے کھینچا۔

"دور یہی تم نماز پڑھا کر نماز سے روک دو قلب کو سکون ملے گا۔ اسے رب سے محبت پیدا ہوئی ہے۔ یہ سب اس لیے کہو کہ اللہ تمہارے سجدوں سے بے نیاز ہے اسے تمہارے سجدوں کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری نیکیاں اس کے کسی کام کی نہیں بلکہ یہ سب کچھ تمہاری اپنی بہتری اور فلاح کے لیے ہے۔ اللہ ہم کو ہم سے ہم سمجھ نہیں سکتے اس کی سہولتوں کا منہ نہ وسیع ہے۔"

وہ اس ٹیکسی میں کی بات پر ہوسہ کو تھپس دیتی تھیں کہ سب گناہیں ہو جیتے گلہ اندہ بیروں کو اپنا دل میں تبدیل کرنے والا وہی ہے اور وہی تو بگڑتے نوٹے رشتوں کو دل بھر میں مضبوط ڈھکیوں میں قید کر ڈالتا ہے پس اس کی رحمت سے ہامید مت ہو۔"

اس کی پیشانی پر بوسہ دے راتھ گئی تھی۔

اسفندیار نے عائشہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ تھی کہ شراکت کو ارا نہیں کر سکتی وہ سے مجبور کر رہی تھی کہ وہ کسی ایک کا انتخاب کرے لیکن وہ اپنی مجبوری بیان کر رہا تھا۔ آخری نتیجہ یہ نکلا تھا کہ ساری بحث لامحالہ منسوخ تھی۔ اختلافات کی سطح گہری ہو گئی تھی جیسے پائنا ٹکس ہو گیا تھا۔ دونوں ایک منزل کے مسافر ہوتے ہوئے وہ مختلف سمتوں میں سفر کرنے لگے تھے۔

اسفندیار کا دل عائشہ کے لیے تھپتھپ رہا تھا وہ اس دن ایک ایسے پر جب وہ صبح پاتوہ سیر میں

کی لپٹی کر رہی تھی۔ پھر اس نے جو لمبے پر پکٹی مٹی کا پال پھرا اور منٹوں میں بچکے ہوئے پیرس کو کر تکر پیرا۔ اسے صاف کی تو زیر اپنا مقید کام چھوڑ کر طہر کی نماز ادا کرنے لگی۔

وہ کھن میں بیٹھا اس کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا۔ وہ دہائی سے کھنکو میں مصروف تھا لیکن دیکھ اس کو اپنی رہا تھا۔ لقمیں بھی لہذا ان کے گھٹوں میں نور پر نکل گئی تھیں۔ یہ حقیقت وہ ان دنوں کو اپنے میں وقت دینا چاہ رہی تھیں۔ اسفندیار بان کی چار پائی پر لیٹا ہوا ازل کا ٹیکہ بنا سٹا سے دیکھ رہا تھا وہ یہ لہذا سے نہ کر رہا تھا۔ ناچارہ کاٹا اور اس کے سامنے پھولی سی کھلی میں ڈال کر رہی میں آئی۔ صحن کے ایک کونے میں چاچو تزار روٹی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ پیسے اس نے آٹا گوندہ کر رکھا اور پھر ہٹو چڑھائی اور پھونکی سے اوٹ توڑ کر چوڑے میں لگانے لگی۔ آگ دہکنے لگی کچھ دیر بعد آگ بجھ گئی۔ پھر پھونکی کو چم سے قریب سے چاکر آگ جالے کی کو شش

دہکنے میں سے سرخ دھنی تھیں اس سے نہ لگے۔ اس نے بائیں ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں۔ معلوم وہ رو رہی تھی یہ پھر واقعی وہ اس گھٹوں میں کھن چلنے سے آنکھیں بچکے گئی تھیں۔ ایک پتہ لگا تھا وہ سب تھے پھر وہ بکریوں کا دھڑلہ تھی اور وہ دھڑلہ کر چوڑے کے قریب رکھ کر پکٹی میں چھاننا پھا سواں کی آوار پر عصر کی نماز ادا کی پھر سگے پیرے ادا کر اندر لے گئی۔ کچھ دیر بعد وہ چائیاں ڈالنے لگی۔ اس نے کھن کی چار چائیاں ڈالی تھیں۔ وہ ایک روٹی کو توے پر ڈالتی اور دوسری کو اسی کی ٹپک پر سیکتی۔ سو پھر مدلل میں پیٹ کر پتھر میں رکھ دیتی۔

اسفندیار اس کے ہر ہر انداز کو نوٹ کر رہا تھا۔ وہ فاضل اسی ماحول کا ایک حصہ لگ رہی تھی۔ جسے وہ اسی ماحول میں ملتی پڑھتی ہو۔ اس نے بہت جلد خود کو گھٹوں

کے رنگ میں رنگ لیا تھا۔ ذرا دھوپ جھڑپوں پر اتر گئی تھی سر مٹی شام تکر کی میں ڈھلنے لگی تھی پر غصہ کی تھریں اپنے گھڑوں کو لوٹ رہی تھیں پچھو بھی سوٹ لگی تھیں وہ یہ نے میں کھانا گا کر کمرے میں لے گئی تو اسفندیار اس سے ہاتھ دھو کر اندر چلا گیا تھا۔ سب سے پہلے اس نے کھن میں مدلل کی لکٹی کی تھی۔ چاروں مدلل مدلل میں موجود تھیں۔ سب کاہل سے فاضل ہو کر اس نے اپنے آپ کو کمرے میں بند کر لیا۔

دہائی کے برابر چار پائی پہنچے ہوئے بستر پر صبح ہوا ہوا تھا۔ وہ یہ دھڑلہ کاٹا اس سیر پر رکھ کر پھر نکل رہی تھی اس نے بانڈ کے نیچے سے ادا کھلی گھٹوں سے اسے ہر نکتے پر کھلے پے پٹی اور اضطراب سے اس کی آنکھ کھلی تو چاند کی چوڑی رات کی پسیر دھوا رہی تھی۔ کچھ کمرے سے سافٹ بستر پھوڑ رہا ہر پتہ صحن میں ٹیکسی چائینی کی دل کشی دیکھے کے ساتھ سہجہ کے حصار میں گم تھی۔

معدود و پچھو جس رات سے جیسے عشق تھا۔ وہ عموماً پانڈ کی پچھو حصر کو گھٹوں آتا تھا۔ اور پچھو پانڈ نصف رات تک چوڑیوں کے چاند کو بکتے ہوئے گزرا تھا۔ سب بھی اس رات کی چائینی کی کشش اس کو باہر کھینچتی تھی۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پر اس کی پشت پر کھڑا تھا۔ اس کا چوڑی گھٹوں نور سے دھک رہا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ٹیکسی ہونٹ ہوئے ہوئے مل رہے تھے۔ بائیں پر ایک کھل سکوت طاری تھا۔ اس کی ٹیکسی گھٹائی آواز اس سکوت کا ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی۔

تم جوں بھر کو کھن جاؤ تو یہ لمحے بھی گزرتے والے تھی گھٹوں کی باتیں جس جاتیں تم ہو کھن جاؤ یہ رات یہ صحت یہ سیروئے گلاب اور ہم دونوں کے خواب سب کے سب ایسے مبہم ہیں کہ حقیقت ہو جائیں

تم گھر جاؤ کہ عزائم کی تفسیر دو تم
تمہیں کئی اوقات کاٹو سمجھانے

اس کے ہوش پر مسکراہٹ ایسے تھیل رہی تھی
جیسے صبح کی کرن چمکتی ہے۔ ہر کی سی اس کی
آنکھیں جس لورہ ہونے کی طرح کھلتی تھیں کہ
دیکھتی تھی اس کا حسن قامت خیر تھا اس کی نظر اس
کے ہاتھوں پر پڑتی تو پھسل کر سر پر جا پڑتی چند لمحوں
کے بعد اس کو دیکھتا رہا اور تب وہ الٹیں مڑا تھا جب درپے
کے رہ گئی ہونٹ ہوئے ہوئے بدلتا ہوا گئے تھے۔

جب افق پر ابھرنے وال چاند رخصت ہونے کے
لیجے والیں مڑا تو وہ ہاتھ کر کمرے میں چلی گئی۔ بہت دیر
تک وہ سو نہ سکی تھی۔ ایک تو اترے اس کی آنکھوں
سے آنسو رواں تھے غنیمت کی مہلوں پر ہی بازو پھیلائے
اس کو آغوش میں لینے کو بے تک تھی جب کہ وہ اس
کی آغوش میں جانے سے منکر نہ جانتے کب کس
میں قید پند کی طرح پڑ پڑا کہ وہ کو دھیا چھوڑ دیا
تھا۔ دھیرے دھیرے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں
اور وہ غنیمت کی مہلوں میں۔۔۔ بچھا مار دیا۔۔۔ کاش
تھی۔۔۔ جب کہ اس کا دل کو دل پر کوئی بند نہ آئی تھی۔ وہ
بے سکوئی سے کروٹیں بدل رہا تھا اور پھر مد اندھیرے
اسی اسلام آباد کے ہے وہ ہو گیا تھا۔ وہ اسلام آباد
میں بسک میں ایک ساحل عمارت پر فائز تھا۔

اس نے بہت کوشش کی تھی کہ باقیں چیکم اس
کے ساتھ چل کر رہیں مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا
کہ ان کے وہ اپنے گاؤں کو چھوڑ کر شہر نہیں رہ سکتی
تھیں۔ وہ اپنے گاؤں اپنے ماحول میں بہت خوش
تھیں۔ بے شک اس کا گاؤں تمام سہولتوں سے ماری
تھا سوائے بجلی کے کہ وہ پھر بھی گاؤں میں رہ کر ہی
خوش تھیں۔

اس بار لو کاٹھ سے لٹنے کے بعد وہ سو رہا تھا۔
اضطرار ہے چینی کا گھر اس کے گرد تنگ ہوا۔ اس
تھا۔ چشم بصارت کی پٹی پر جیسے ایک ہی منظر تھا گیا

تھا۔ وہ اس کا معصوم حسین چہرہ اس کے سیکپٹے
ہوئے نرم و نازک ہونٹ اس کا سوگوار حسین روپ
کچھ بھی تو اس کی نظروں سے مل بھر بھی اور پھل نہیں
ہو رہا تھا اس کی گوار کی بازگشت مہکتی میں ہر لمحے
کو جیتی رہتی اس میں اسفندور کو لگتا اس کی آواز
عدائے ہر گشت بدلتی کی یادیاں ہیں جو پھولوں سے
مدی ہیں۔

تو تم نے۔۔۔ درپے شوکت احمد آخر کار سر شام
چو۔ حویں کے چاند کی طرح میرا دل جیت لیا۔ میں تم
سے۔۔۔ ہاں درپے اسفندور تم سے اقرار کرنا ہوا کہ
مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔۔۔ کس درپے اسفندور کہہ
کر کار نے پر خود بھی حیرت ہو رہی تھی۔ لورہ اسے نام
نے کر پکارنا اسفندور کو بہت اچھا لگا تھا۔ اسے درپے کی
محبت کا رنگ ننگ گیا تھا وہ تو کو بہت لگا پڑا محسوس
کر رہا تھا۔ عاتقہ کی محبت پانی کا ایک بلسر ثابت ہوئی
تھی جس درپے اس کی بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ اس
کی کس لڑکی میں سا بھلی گئی۔

اسفندور گھر پہنچی تو وہ عصر کی نماز پڑھ رہی تھی۔
سیاہ ریش پہ زرد پھولوں والا پرستار سہٹ اور سیاہ ڈوپٹے
کے ہلے میں وہ سرسوں کا زرد پھول نگ رہی تھی۔
آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اور ہونٹوں کی سپیدی اس کا
فلکونی حسن سر جھا گئی تھا۔ مل بھر میں اس سے درپے کا
جان نہ۔۔۔ ڈالا تھا اس کو ایک جھٹکا سا لگا تھا عاتقہ تنگ کر
اٹھی جیسے نماز نہ کر کے چوتھے سے اتڑی اور اس
کے قریب آکر دھیرے سے سلام کیا اور اندر چلی گئی۔
یہ وہ تھیں، دھیرے کے میسے کو مزید سوا پڑا تھی
تھیں۔۔۔ تینوں چوڑے کے قریب بیٹھے تھے۔ وہ
چھاتیان نال رہی تھی لورہ وہ گرم گرم کھا رہے تھے۔
پہلی بار وہ اس کے اتنے قریب بیٹھا تھا ورنہ تو ایک
دھیرے سے پوچھا کہ گوار نہیں تھا۔

وہ ابھی کھانا کھا ہی رہے تھے کہ لطیف کلاوا آ گیا
جیل کی مہکتی ٹھیک میں سے وہ اس کو بلارہی ہیں۔

بیکرن اٹھو



میرزا زکام اور فلو کی چھٹی

میرزا زکام اور فلو کی چھٹی



اچانک آسمان پر ہل چھا گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے
پوری دلدی گھرے سیاہ ہڈوں کی پیٹ میں آگئی
اور موسلا دار بارش شروع ہو گئی۔ بارش کے ساتھ
سی لاسٹ چلی گئی۔ وہ بارش کی وجہ سے سالن جلدی
جلدی اندر گھرے میں رکھ رہی تھی کہ اندر میرے میں
اس سے ٹکرائی۔ اسے اپنے بدن پر بھیجی تھی
چو چیل ریختی محسوس ہوئیں۔ اس کے بدن کی نرم
گرم حرارت سے وہ میری ریزہ کی ہڈی میں سوزی لبر
دوڑ گئی۔ استفیاد کو لے بھر کو اس کی قوت خوش گوار
احساس بخش گئی تھی۔ وہ بے خود ہو گیا تھا بامشکل
تمام خود پر قابو پا کر اس سے کچھ غیر محسوس طریقے سے
پچھے کو ہٹا تھا۔ وہ یہ اس کے پہلو سے نکل کر اپنے
گھرے میں چلی گئی تھی کھڑکی سے اس نے اپنے
دونوں ہاتھ باہر کی طرف پھیرا کہ آنکھیں بند کر لی
تھیں۔ بارش کی باتیں اس کی ہتھیلی پر گھر کر پھسل
رہی تھیں۔ اسی دور پہنچا کہ وہ شور و غل پر غصہ
اور جی پھر سے وہ بارش میں کھینچ لیا۔ اس سے
بہ اس جھکاؤ چارہ لبر آ کر بیٹھ گئی۔ بارش کسی
موسلا دار بر نہ تھی دور کسی بھی ہو جاتی شاید اب
بارش اور نوبت رہا تھا۔

تجلی اسفند باد آہستہ آہستہ قدم اٹھانا کرے کے
اندرا اعلیٰ ہوا اور اس کے قہیب مگر وہ کب تھیب بارش
کا اور غوث جکا قلعا اسے اپنے سامنے دیکھ کر حیران
ضور ہوئی تھی مگر پریشان نہیں۔ کچھ دیر کوڑے رہنے
کے بعد وہ خود ہی بیٹھ گیا تب اس کا ایک ہی لاش بھی گئی

پھر وہ میرے دھیرے اپنی حالات زندگی بیان کرنے لگا اور یہ اس کی شخصیت کا صحیح تھا کہ وہ بھی اپنی زندگی کے واقعات اس کے سامنے رکھوں گئی۔ اس وقت اسے واقعی کسی ایسے ہمدرد کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جس سے وہ اپنا دکھ شہیر کر سکے۔ اسے یہ بات شدت سے یاد آ رہی تھی۔ اس قدر یاد آ رہی تھی کہ وہ رویتے نے جیسے اس کے جتنے ہوئے احساسات پر پھر بار کہہ دیا تھا اسے ایسا لگا جیسے گھناؤنا پانچواں دھیرے میں کسی نے اچانک دیا ہوا دیا ہو۔ وہ اس قدر یاد آ رہی تھی کہ وہ شہیرے کی باتیں کرتی ہی چلی گئی تھی۔ یہ لوہے کے گھڑے والے سلسلے کے ایک ایسے سنا ڈالے۔ تو وہی رات تک وہ لوہے کے گھڑے کی مانند ٹیک رہا کرتے تھے۔ پانچواں دھیرے کہتے ہیں۔ قدرت نے جس بندہ میں ان دونوں کو ملا دیا تھا وہ اس بندہ میں پانچواں دھیرے کا انداز کر کے ایک دھیرے سے جو کچھ ہو سکتا تھا جو نے کے نزدیک وہ دھیرے کر اپنے کمرے میں پڑا گیا اور وہ بھی بہت مخلص سی ہو کر وہیں چارپائی پر بیٹھ گئی۔

”مفتاح نہیں ہو مجھ سے“

میں نے سال کا انتقال آپ کی رفاقت میں کرنا
چاہتی ہوں۔ ۱۹ اکتوبر صبح کی شب جب وہ انتظار کے
وہاں ہی بیٹھی تھی وہ اچانک ہی گریا بقیوں اس کو دیکھ
کر بے حد حوش ہو گئیں جب کہ وہ سوخا رخسار نور حیا
پہ پہلی پیریں پہ چائے پلانے کے بہانے کچن میں
چلی گئیں۔

و بہت شوق ہوتا تھا۔ دریا کو جنسی لگی۔ پھر وہ اسے ہاتھوں میں سمیٹنے باہر صحن میں آیا۔ وہ اسفندیار کے کپڑوں میں کشتی سے سال کا استقبال کر رہی تھی۔ اسفندیار اس سے کہہ رہا تھا۔

میں نے بولنے کو سب سمجھ لے ہی تھے کہ میں نے
 دریا کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔
 ”تقیج صرف غمی بولوں گا اور تم سنو گی ابھی صرف“

”ہاں کہہ تھا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ سزا اتنی
خوابسورت اور دلچسپ ہوگی۔ میں یہ اقرار کرنا ہوں کہ
یہ سزا اتنی میری زندگی میں بہت“
اسعدیہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ
شرابی۔ اسعدیہ کے ہنس پر وہ قریب مسکراہٹ
بکھر گئی۔

✱ ✱

کچھ یا بیس چار سال بعد کسی سب کچھ چار سال پہلے
 ہو چکا ہوگا، ہر قسم کے ترقی میں بدل جائے گی۔ جس کی
 بہت محنت گہرائی میں اور اندازہ سے زیادہ پیچیدہ تھا
 جس کو سمجھتے ہوئے خدو کو بھی پیچیدگی کے بارے میں
 نکتے ہونے محض یاد رکھنا ہے۔

”یہاں پر یہ تو تم ہیٹ کہہ رہے ہو چار ماہوں میں
بہت کچھ بدل چکا ہے تو تم کی ڈھنڈھاتہ وقت اور
انہل گئی۔ تنہا اگر مجھ کیسے رہا ہے میں ہوتا تو
میں جیسا کہ سفر کرتی ہوں میری مسرت ملتا تھا۔
ہائیکس پر میں سوچا ہوں۔ یہ سب کچھ میں جائے
میں اس کے لئے۔ میں لوگوں کی تنہا پر تنہا رہا۔“

”طلب نمی‌صواب، یہ گیسٹ، کوئی نایب

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

البتہ یہ اور بات تھی کہ اسی منجید کی لاش اترنے میں
بھی اس ایک لمحہ ہی گنت تھا اور پھر اس منجید کی لاشیں
شہر تک سس ملتا تھا، کھیت اور مے والے ان کے
اچھا تک رقصہ سیدہ گ کے رو جاتے تھے۔

پس یہ اس کی دلیل مانتا ہے کہ شیطان نہیں بدلتا
شیطان کا درسل بعد بھی شیطان ہی رہے گا مجھے یہی
امید ہے بلکہ کمال یقین ہے کہ "خود نے جسے سکون
اور اطمینان سے دیا تھا اس نے اتنے ہی خود غور اور کھ
جالے و غل نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی طرف رخ
پھیرا تھا اور غور اس کے ایسے خطرناک تہوار بھڑکتے
ہوئے ایک ہی حسرت میں اس سے بچ کر لٹ کے کاٹنے
پر تیار تھا۔

ہیں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ہم لوگوں نے اس
پونڈرخی میں چار سال گزارنے میں محو چار سال کا
عرصہ کچھ کم عرصہ ضیاع ہو گیا چار سال میں کیا کچھ
ہوئے وہ کیا ہے ہم کچھ بھی نہیں جانتے ہی جگہ حق
میں 'نئے تجھوت' 'نئے دوست' 'نئے دشمن' سب

”تم نے شیطان کس کو کہا؟“ وہ ایک ایک قدم
انہما بخوار کی طرف بڑھتے۔

1999



"شیطان کو اور کس کو؟" اس نے کھدھے اچکائے اور پیچھے کی طرف قدم اٹھا تا اس سے دور ہو گیا۔
 "خداوند تمہاری اپنی حرکتیں شیطانوں جیسی ہیں۔" وہ چپکے بولا۔

"ہر شیطان دوسرے کے بارے میں بیک سوچتا ہے۔" خاور نے اب بھی سکون سے جواب دیا تھا۔
 "یعنی تم میں رہے ہو کہ تم اگر میرے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو تو تم خود شیطان ہو ہی گئے۔" اس نے سوچے ہوئے لہجے میں کہا اور خاور اپنی ہی بات میں پھنس گیا لیکن صحت نہیں باری تھی۔
 "ہاں میں شیطانوں کی بات کر رہا تھا اپنی تو نہیں۔"

"چھوڑو؟ تو پھر کون ہو تم؟" جیسی نے اسے دلچسپ اور شرر نظروں سے دیکھ کر مسمیٰ خیزی سے پوچھا۔
 "انسان۔" خاور نے غر سے کہا اور اس کی جسی چھٹ مٹی وہ تھکے لگا رہتا ہوا اپنے ہی ہاتھ پہ ہاتھ مارتا اس کا غصہ ہمارا تھا۔

"اسل سو! یا کہے ہیں اس انسان کے نام؟" شایہ خاور کا ہی کے حوش اپنی شکل تو دیکھ کر آکر ہر آرتھو۔ تم انسان کس سے کہتے ہو؟ اس نے سیدنیق اڑتے ہوئے کہ حور ایسی عزت افزائی پہ کھس گیا تھا اور نہ جانے اور بھی کتنی عزت افزائی ہونا ہوتی تھی کہ اچانک جسی کے عقب سے کوئی نسوانی گوازا بھری۔
 "سر! یہاں میں یہاں گاڑی پارک کر سکتی ہوں؟" جسی سے پوچھ رہی تھی اور جسی نے پہلے اس لڑکی کو دیکھا پھر گیت کے باہر والے روڈ کو اور پھر ایک نظر خاور کو دیکھا۔

سوری میرا یہ میرا بیڈ روم ہے کپ یہاں گاڑی پارک نہیں کر سکتی۔" اس نے اتھلی سنجیدگی سے کہتے ہوئے لٹی میں گرول بلانکی تھی اور اس کی بات پہ جملہ لڑکی سیٹھلی تو ہیں خاور کا تھک لیں زیادہ چاہتے ہوئے بھی اپنی نہیں کٹھنوں نہیں کر پایا تھا۔ کیونکہ وہ بات ہی اسی سنجیدگی سے کر رہا تھا کہ ایک لمحے کے لیے

واقعی ایسا لگا کہ وہ یونیورسٹی کا روڈ نہیں اس کا بیڈ روم ہو۔
 "یہ کیا بد تمیزی ہے؟" وہ لڑکی خاور اٹھنے سے بولی تھی۔

"یہ بد تمیزی نہیں میڈم یہ سوک ہے کیا آپ کو نظر نہیں آ رہی؟" اس نے اپنے ساتھ اندر سے کہا خاور بھی چھپانے کے لیے رخ موڑ گیا تھا۔
 "مجھے تو نظر آ رہی ہے لیکن آپ کو نظر نہیں آ رہا کہ آپ کسی لڑکی سے بات کر رہے ہیں اور لڑکیوں سے کس طرح بات کرنی چاہیے۔" وہ لڑکی بھی جیسے کی تیز لگتی تھی۔
 "سو سوری مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ لڑکی ہیں میں تو کچھ دیر ہی سمجھا تھا۔"

"ٹھٹ اپ! جسٹ شٹ اپ۔" وہ تیزی سے چبا کر بولی تھی۔
 "کیجیے کس آپ خواہناؤ پناہ چھوڑ کر دیں ہیں یہ ایک پبلک جگہ ہے یہاں کوئی بھی گاڑی پارک کر سکتا ہے" آپ جہاں چاہیں گاڑی پارک کریں" وہ سولہ سے پوچھنے لیا ضرورت ہے کہ صبح؟ خاور نے تیزی سے وہ یہاں میں آتے ہوئے بچا پراؤ کر دیا اور نہ تو پچھلی دن بیٹھ ہی پھٹا شروع ہوا تا اور اپنی کا پورا دن طے لور رہے زاری میں گزر تا تھا اس نے اس لڑکی کو سمجھا بھگے اس کے رستے بھیجا اور جسی صاحب کو ساتھ لے کر یونیورسٹی میں بھیج دیا۔
 "کن اسٹافرش تھا کیونکہ آج ایڈمیشن کی لاسٹ ڈیٹ تھی اور ہر طرف اسٹوڈنٹس کی ہچک چوک دھڑکی ہوئی تھی البتہ خود مطمئن تھے کیونکہ ایڈمیشن ہو چکے تھے۔"

☆ ☆ ☆
 "میرا نام رائے حیدر ہے ہجرات کی رہنے والی ہوں میری پہلی چھپے میں سال سے انگلینڈ میں مقیم تھی لیکن میں سال بعد میری ماما کی ادا اس ہو کہ بلا سے کہہ کر وہ پاکستان شفٹ ہو گئیں ماما کے بغیر گیس بھی رہنا ہمارے لیے بھی ناممکن تھا سو مجبوراً"

میری دکان پر پناہ مل ہی میں پاکستان کو آئی۔" اس نے اپنے اپنی اسٹڈی کا سلسلہ بتلایا۔
 "یہ ہچک چوک دھڑکی ہے اب کیجیے کیا ہونا ہے؟" اس نے وہاں موجود لڑکیوں سے اپنا حال بتا دیا کیونکہ ایک دن۔ نے اس سے ہم بھی پناہ چاہی اور اس سے کئی لور جی سول کے تھے اس نے اس کے سب کو کسلی بخش دی تا وہاں سے نوازا تھا کہ وہ لڑکی کچھ نہ پوچھیں۔ لیکن یہ اس کی خاموشی تھی۔ سو لڑکی بھی ختم ہوتے ہیں بھلا؟ وہ بھی "ہاں کس؟"

"ہجرات میں کہیں رہتی ہو؟" ایک لور سول کیا۔
 "ماڈل ٹاؤن۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔
 "کتنے سونے والی ہو؟" وہ سراسول۔
 "دو ہجرت ایک بھائی۔"

"میں بھی میری بڑا کون ہے؟" تیسرے سوال میں بھی دیر نہ لگی۔
 "میرا بڑا ہے ہم دونوں معمولی ہیں۔"

"چھوڑو! کچھ نہ پوچھو" وہ سراسول کھو جتا تھا۔
 "نہیں۔" اس نے لٹی میں سہلایا۔
 "کوئی محبت و محبت کا چکر تو نہیں چل رہا؟" پانچویں سوال کی مسمیٰ خیزی اسے بولی تھی۔
 "ماڈل پور لیسٹو کج کس! میں کسی کا اتار پر سٹل ہونا پسند نہیں کرتی! میں اگر آپ کے سوالوں کے جواب دے رہی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنی لیسٹ کر فیس کر جائیں۔" اس نے بالا خزانہ لوگوں کے سہلوں کا متہ بند کر دیا تھا اور وہ سب چپ ہو کے بیٹھ گئی تھیں وہ جس سے پاکستان آئی تھی اس نے یہ اندازہ لگا دیا تھا کہ یہاں کے لوگ دوا دوا سی بات کو بہت زیادہ کر دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خود میں لگے ہو جتے ہیں اور اس کو شش میں اپنے ذہن میں پڑھ کر رہے ہیں اور وقت بھی۔ لیکن اپنی اس غلطی کو تسلیم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔
 "تو اس میں غلط کیا کہہ دیا ہے ہم نے؟" آج کل تو ہر


"دوسرے لڑکے لڑکی کا چکر چل رہا ہے یہاں لڑکی پر سارا لور یا گروار کون ہے بھلا؟" وہ لڑکی جواباً "خیر نظروں سے دیکھ کر بولی تھی لیکن اس کی بات پہ رائے کا خون کھوں اٹھا تھا۔"

"میں تو کل میں تو پھر آپ بھی شامل ہوتی ہیں؟" کیا آپ کے بار سالور یا گروار ہونے میں بھی دلی شک ہے جو آپ کو دوسروں کے بارے میں ہے؟ رائے کا جواب کر رہا تھا جس پہ وہ لڑکی جھلکا اٹھی تھی اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اس کی دوسری لاسٹ نے اسے روک دیا تھا "آج سلاطین لور پہلی ملاقاتیں تھیں اس لیے سب ہی لڑائی جھگڑے سے پرہیز کر رہے تھے ایک دوسرے کے "جیسے" نہیں لگتا ہے جیسے تھے رفت رفت وہاں موجود تمام لڑکیاں اٹھ کر ملی گئیں ہیں رائے اکیلے جیسی رہ گئی تھی۔

"ہائے! مجھ سے دوستی کریں گی؟" اسے وہاں ایسے بیٹھے ہوئے دس منٹ ہی گزرے تھے کہ اچانک اس کے قریب سے ایک انتہائی فریش آواز بھری تھی وہ لڑکی اس کی طرف متوجہ ہو جانے لگی تھی۔
 "اسلام علیکم! آپ کون ہیں؟" رائے نے اس لڑکی کو لیکن بھری نظروں سے دیکھا اور۔

ادارہ خرمین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے

کارڈ انفار کے 4 خواہ صورت ماموں



پہلے نمبر کے لیے کتاب ایک قریب 454 مدد ہے

3275882

ہوئے انہی بھائے سلام کیا تھا۔

اور وہ عظیم السلام میرا نام جو ہر آواز سے سب گھر والے اور فرزند بوجھتے کہتے ہیں آپ بھی مجھے جودہ کہہ سکتی ہیں کیونکہ آپ کی صورت میں مجھے اپنی مستقبل کی ایک ہیصٹ فریڈ نظر آ رہی ہے۔ میں نے ابھی تک اپنا ہاتھ پیچھے نہیں کیا تھا اور رائے کو دلچسپ نظروں سے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" رائے کو حیرت ہوئی۔ "مطلب یہ کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں میں تو بڑی دیر پہلے ہی آپ کے ساتھ آپ کی ساری باتیں اور تعارف سن چکی ہوں۔ آپ مجھے کافی سمجھ دار لگتی ہیں اسی لیے آپ سے فریڈ شپ کرنا چاہ رہی ہوں۔" میں لڑکی کی ہار دلی اور انداز ہنوز تھے رائے حیرانی سے دیکھے جا رہی تھی اور جودہ میں آیا کہ کہہ بھی دیا تھا۔

میرا جی! لیکن آپ مجھے کہیں سے بھی سمجھ دار نہیں لگتے ہیں۔ "رائے کا انداز اب بھی تھا وہ لگتی تھی جیسی کہ۔

"یہ ہیں آپ! سمجھ دار کی بات تو ہے کہ آپ پہلی بار میں ہی میری صحت پرچہ پڑھتی تھیں میں ابھی سمجھ دار نہیں ہوں۔" میں نے ایک سمجھ دار فریڈ کی صورت سے دیکھے سمجھ دار کے اور میرا اچھا برا سمجھ دار نے منہ کھاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا تھا اور میں نے ہاتھ جوڑے تھے اس کی بات پر مسکرا رہی تھی اور پھر بے ساختہ اس کا چہرہ اپنا تھا تمام باتیں "تو میں تو میٹ ہو۔" رائے کو واقعی ہنسنے لگ کر اچھا لگا تھا اس کی کجرات کی وجہ تو یہ تھی۔



میرا نام حسن علی ہے۔ لاہور کا رہنے والا ہوں میری فیملی ایک تاراجیال فیملی ہے جب چاہوں تو چاہوں کہ کوئی رکھوت نہیں۔ ہمارے ڈیڑھ لاکھ ہست ہاں ہیں خود بھی فٹ رہتے ہیں اور ہمیں بھی فٹ ہے ہیں۔ ہم لوگ ایک بہن اور بھائی ہیں۔ بھائی

مجھ سے بڑا ہے، کمزور اور شہی میں پڑتا ہے۔ ان کل فائل سمسٹر کی تیاریوں میں ہے اور ہائر اسٹیڈی کے لیے امریکا جاے فارلور رہتا ہے۔ ہم چاہتی تھیں کہ میں بھی مین میں ہی ایڈمیشن لے لوں مگر میرے دشمن کلاس فیلوز نے یو۔ ایس میں ایڈمیشن لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو مجھے بھی انٹرنسٹ ہونے لگا سو میں بھی نہیں آگیا۔ اب کہو کہ آگے کیا ہوتا ہے؟ میں نے آپے تازہ ترین دوستوں کو اپنے بارے میں دراصل تفصیل سے بتایا تھا۔

"میں اس امر کیسے لگ رہا ہے؟" سب سے پہلا سوال تو صیف نے کیا تھا۔

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔" میں نے کدھر سے اچکا کر دیا۔

"کیوں؟" صیف نے بے ساختہ پوچھا۔ "یہ ابھی مجھے آئے ہوں اب ہی کہتے ہوئے ہیں۔"

"لیکن پھر بھی تو صیف نے امریکا کیا تھا۔"

"شاید اچھی لگ رہا ہے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"جیسا کہ میں نے تو نے صرف پندرہ ہی دیکھی ہے۔" پندرہ ہی کے رنگ نہیں دیکھے۔ سمجھاس کی زبان میں بھی سمجھ دار ہوئی تھی۔ جس پر حسن بے ساختہ مسیخی خیر قندہ لگا کر ہنسا تھا۔

"میں کسوں سے ہو؟" میں لوگوں نے سے گھور کے دیکھتا تھا اس کے چہرہ پر حلقی تھی کہ وہ بوجھ کیوں نہیں رہا ہے۔

"میں اس لیے نہیں رہا ہوں کہ پندرہ ہی سے بھی ابھی حرف نہیں دیکھا ہے۔" میرے رنگ نہیں دیکھے۔ وہ میں لوگوں کی بات سے محفوظ ہو رہا تھا۔

"میں نے رنگوں کی نوعیت بتا سکتے ہو؟" صیف نے اسے جاگتی ہوئی نظر سے دیکھا۔

"چاروں ممبر کو سب کچھ سامنے آتا ہے گا رنگ بھی اور رنگوں کی نوعیت بھی۔" میں نے اس کا کدھا تھپک کر اسے تسلی دی تھی۔

نہیں! ہمارے چاروں ممبر۔" صیف

"میں جیسے جیسے پندرہ ہی کے کہیں گے ویسے ویسے میرے بھی

نہیں! ہمارے چاروں ممبر۔" صیف

"میں اس امر کیسے لگ رہا ہے؟" سب سے پہلا سوال تو صیف نے کیا تھا۔

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔" میں نے کدھر سے اچکا کر دیا۔

"کیوں؟" صیف نے بے ساختہ پوچھا۔ "یہ ابھی مجھے آئے ہوں اب ہی کہتے ہوئے ہیں۔"

"لیکن پھر بھی تو صیف نے امریکا کیا تھا۔"

"شاید اچھی لگ رہا ہے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"جیسا کہ میں نے تو نے صرف پندرہ ہی دیکھی ہے۔" پندرہ ہی کے رنگ نہیں دیکھے۔ سمجھاس کی زبان میں بھی سمجھ دار ہوئی تھی۔ جس پر حسن بے ساختہ مسیخی خیر قندہ لگا کر ہنسا تھا۔

"میں کسوں سے ہو؟" میں لوگوں نے سے گھور کے دیکھتا تھا اس کے چہرہ پر حلقی تھی کہ وہ بوجھ کیوں نہیں رہا ہے۔

"میں اس لیے نہیں رہا ہوں کہ پندرہ ہی سے بھی ابھی حرف نہیں دیکھا ہے۔" میرے رنگ نہیں دیکھے۔ وہ میں لوگوں کی بات سے محفوظ ہو رہا تھا۔

"میں نے رنگوں کی نوعیت بتا سکتے ہو؟" صیف نے اسے جاگتی ہوئی نظر سے دیکھا۔

"چاروں ممبر کو سب کچھ سامنے آتا ہے گا رنگ بھی اور رنگوں کی نوعیت بھی۔" میں نے اس کا کدھا تھپک کر اسے تسلی دی تھی۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

قیمت	نویسنہ	موضوع
500/-	آمنہ خان	بندوبست
600/-	نہالہ جی	دروازہ
500/-	رحمانہ رحمان	دیکھ کر دیکھ کر
200/-	رحمانہ رحمان	خوشحال کر رہیں
400/-	شمار چھری	شہروں کے دروازے
250/-	شمار چھری	حیرت انگیز شہر
450/-	آمنہ خان	دل ایک شہر ہے
500/-	فاتحہ خان	آپنا کاشمیر
500/-	فاطمہ خان	پہل پہل میں تیری گہرائی
250/-	فاطمہ خان	پہل پہل میں تیری گہرائی
300/-	فاطمہ خان	پہل پہل میں تیری گہرائی
200/-	غزالہ فرخ	میں سے محبت
150/-	سمیرا خان	اپنا سے دور
275/-	آمنہ خان	نہالہ جی
250/-	فاطمہ خان	پہل پہل میں تیری گہرائی
200/-	شمار چھری	شہروں کے دروازے
450/-	نہالہ جی	دروازہ
500/-	رحمانہ رحمان	دیکھ کر دیکھ کر
200/-	رحمانہ رحمان	خوشحال کر رہیں
200/-	رحمانہ رحمان	خوشحال کر رہیں
300/-	شمار چھری	شہروں کے دروازے
225/-	شمار چھری	شہروں کے دروازے
400/-	شمار چھری	شہروں کے دروازے



"نہیں میں ناہور سے آیا ہوں۔"
 "کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟"
 "بیس کچھ ہی عرصہ ہوا ہے۔"
 "ہاٹل میں رہتے ہیں؟"
 "ہوں ابھی ایک ٹھکانہ ہے۔"

"آپ ہمارے گھر آئیے گا؟" اس لڑکی نے
 گھرے گھرے اسے دعوت دے ڈالی وہ اندر سے
 حیران ہوا تھا۔
 "جی۔"

"جی ہاں آپ یہاں مسلمان ہیں اور واپس ناہور جا کر
 کیا سوچیں گے کہ ہجرات میں کسی نے مسلمانوں کو
 بھی نہیں کیا۔" وہ لڑکی کل پر اعتقاد تھی وہ اس طرح
 بات کر رہی تھی جیسے پہلے سے آگاہ ہو۔

"آپ کہہ رہی ہیں؟" وہ پوچھنے پر مجبور ہو گیا
 تھا۔

"میں ہجرات میں فوراً اصل میں مرغزار کلچ میں
 پڑھتی تھی بھی اصل میں کلچ سے فارغ ہوئی ہوں۔"
 میں ایک سال رہ سکتا تھا۔ ہی تھی نہیں ہوئی نے
 میرے بارے میں "خود یار" دینی میں ایڈیشن کروا دیا
 ہے۔ "تو نیو رٹ پبل بار تکی ہوں۔" میں نے کئی
 تفصیل اور پروائی سے بتایا۔

"آپ کا نام؟" بلا غرض سے پوچھنا ہی پڑا۔
 "آمنہ۔" اس لڑکی کی یاد بروائی ہو رہی تھی۔
 "اور آپ کا؟" ہوا یا "وہ بھی پوچھ چکی۔"
 "حسن علی۔" وہ کل بتائی گئی سے ہونا۔

"کس ڈیپارٹمنٹ سے ہیں؟" وہ سوال کیے جا رہی
 تھی۔
 "جی ایس۔ آنر می ایس آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ سے
 ہوں۔"

"اگر وہ! میں بھی اسی ڈیپارٹمنٹ سے ہوں۔"
 "آپ کا بھی یقیناً فرسٹ سمسٹر ہے اور میرا بھی ہم
 ہوگا تو پھر کلاس فیو ہوئے گا؟" وہ بے انت خوش ہوئی
 تھی اور حسی اسے آنکھیں پھیلائے کھ رہا تھا۔
 "مکلاس فیلو؟" وہ سن کر خوش نہیں ہوا تو میں

نازل ہی رہا البتہ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی اس کی
 حسرت اور سوچ صیقل نہیں اسی لیے وہ اپنی مجلس اور
 فلاں نظر آ رہی تھی اور پہلے روز نیو رٹ سے پہلے جس
 کی صورت میں ایک مذہب سادہ ست پانچ بہت خوش
 اور ایکسٹنٹ اور ہی تھی۔

"میں نے حسی صاحبہ کیا میں گے آپ؟" میں نے
 کینٹین آتے ہی کہا ہوں جیسے وہ اپنی اس کاسمیں ہو۔
 پھر وہ گھنٹہ بھر اس کے پاس بیٹھی رہی اور جاتے جاتے
 دوستی کا رشتہ پا کر کے، تھی حسی اور اس کے جانے کے
 بعد حسی دونوں ہاتھوں میں سر قہار کے ہونٹے لیا تھا۔

"حسی! حسی! یار کوئی بات نہی؟" صبح بوقت کے
 جن کی طرح حاضر ہوا تھا اور اس کے پیچھے بنی سہما
 "بات نہیں نہی بلکہ باتیں ہی ہیں باتیں۔" وہ یکدم
 چلا کر ہوا تھا۔

"جی کیا مطلب؟" صبح نامکھی سے دیکھ رہا
 تھا۔

"وہ پورا ایک گھنٹہ میرا رخ پاس کے کئی ہے لیکن
 پھر بھی کچھ حاصل نہیں ہوا۔" حسی جی جی حسی ہوا
 تھا۔
 "لیکن کیوں؟" صبح صبح صبح صبح۔

"اگر یہ امرہ حسیہ جس کو تو لڑکی کچھ رہا تھا وہ لڑکی
 نہیں ہے۔" حسی کو فٹ اور بے لڑی سے ہوں۔
 "باتے میں مر گیا کیا ہے وہ؟" صبح صبح لے سینے پر
 ہاتھ مارا۔

"وہ درود شہ ہے درود شہ۔ اس نے علم لڑکیوں کی
 طرح کچھ بھی نہیں پھیلا سب کچھ بتاتی ہے اپنا نام
 اپنا گھر اپنا کلچ کہنے میں باپ بہن بھائی اور مجھ سے
 دوستی کر کے مجھے اپنے گھر لوانٹ بھی کر گئی ہے وہ بھی
 پہلی ہی ملاقات میں۔ کیا کبھی کسی لڑکی نے ایسا کیا
 ہے؟" حسی نے صبح صبح سے پوچھا۔

"باتے میں سنا گیا ہے اسے میں پہلا ہو گیا ہاں میں
 ایک درود شہ تے مر گیا؟" صبح صبح کا امر جاری تھا۔
 "میں سے تو بہتر تھا کہ تو ڈوب کے
 مر جاتا۔" صبح صبح صبح۔

"مر گیا؟" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور

"جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور

"جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور

○ ○ ○

"جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور

○ ○ ○

"جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور
 "جی۔" حسی نے حسی کے پیچھے لپکا اور

سائیکل پر اس کی گاڑی بھی کڑی تھی۔ حسی نے ایک
 نظر اس لڑکی کو سرکاپ دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر دوسری
 سائیکل کا فرنٹ ڈور کھول دیا تھا وہ بھانجی ہوئی دوسری
 سائیکل پر تکی اور اندر بند کی اس کے بیٹھے ہی اس نے
 گاڑی وہاں اشارت کر دی البتہ گاڑی کی سائیکل خاصی کم
 تھی شاید وہ اس لڑکی کو سنبھال کر بیٹھے کامیاب فراہم
 کر رہا تھا۔

"تھینک یو سوچ سر آپ نے مجھے لطف دے دی
 ورنہ مجھے تو دور دور تک کوئی اور بھی نظر نہیں رہا
 تھا۔" وہ لپٹنے چہرے سے بارش کا پانی پوچھتے ہوئے
 اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"صاحبہ کسی بھی کوئی بہت نہیں میڈم گاڑیاں تو کافی
 گزر رہی ہیں۔" حسی نے اس لڑکی کی بات کو چھلایا۔

"جی ہاں گاڑیاں گزر رہی ہیں مگر وہ اور سوچہ
 میں ایسے سے جیسے میں کسی س یادیں میں سوار ہو کر
 لوگوں کو اپنی طرف متوجہ ہیں کر سکتی تھی۔" وہ سگے
 میں جھونک دیا۔" آپ اگر سوچہ چکی تھی۔

"تو پھر آپ سے مجھے کیوں وہ؟" متوجہ تو میں بھی
 ہو سکتی ہوں۔" حسی نے گھر سے سوڑ کر نیو رٹ اس لڑکی کو
 دیکھا۔

"میں جانتی ہوں آپ ایسے نہیں ہیں۔" حسی کے
 لہجے میں نہیں تھا۔
 "آپ مجھے کیسے جانتی ہیں کہ میں ایسا نہیں
 ہوں؟" حسی کو حیران ہوئی۔

"آپ یہ لڑکی ہیں پڑھتے ہیں اور میں نے آپ کو
 کئی بار آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ میں دیکھا ہے ابھی میں نے
 آپ کی گاڑی دیکھ کر ہی آپ سے لطف مانگی ہے ورنہ
 کوئی ناہور ہوتا تو شاید میں نہیں کرتی۔" وہ لڑکی یقیناً "جی
 یس ری" تھی اس کا لہجہ مضبوط تھا۔

"اگر وہ؟" حسی نے ہونٹ سکیزرتے ہوئے لہ کو
 تھوڑا سا کھینچا تھا۔

"کالنگ سمجھ دار لگتی ہیں۔" حسی نے سر ہلا کر مدد
 حکمت کرنا شروع کر دی تھی۔
 "اگر وہ؟" حسی نے ہونٹ سکیزرتے ہوئے لہ کو

ساتھ شاید چہ ہی لڑکیاں بھی تھیں جن میں جو جو بھی شامل تھی۔

"رائہ۔" جو جو اسے دیکھتے ہی یکدم کھڑی ہو گئی تھی۔

تھیں جس کی طرف آئی ہوں۔" رائہ نے سب کو متوجہ ہو کر دیکھ کر جو جو سے کہا۔

"ہاں یاد آؤ نا میٹھیوں۔" جو جو نے اپنی جگہ پر اسے بیٹھنے کا کہا۔

"بیٹھنے کے لیے نہیں آئی۔" رائہ سب کو نظر انداز کرتی ہوئی صرف جو جو کی طرف متوجہ تھی۔

"کوہ سوری پر آج ہم سب فریڈز کی ایک مشترکہ فریڈ شپ پارٹی تھی اس لیے میں کلاسز انڈ نہیں کر سکی اور تمہیں بتانا بھی یاد نہیں رہا آؤ نا میں سب سے غور۔" جو جو نے سب کی طرف اشارہ کیا صبح جلی تو صیف تمہاں ٹویڈ اور جس بھی اسے یاد تھی وہ بے تپے پاس ہی تھیں انہیں "انٹیم" ڈیکو پتلی وغیرہ بھی بیٹھی ہوئی تھیں رائہ نے اس سب سے ایک سرسری اور طار۔ کی نگاہ دوڑائی۔

"فریڈ شپ پارٹی۔" کب ظاہر ہو گئی تھی جو جلی بات سن کر ہنس پڑی۔

"اس ٹھوڑی دیر تک ہم لوگ اٹھ ہی رہے تھے۔" جو جو نے ایک صحر جس کو دیکھ کر رائہ کے منے سے پھرے تو دیکھ رہا تھا وہی لڑکی تھی جس کے ساتھ وہ بھاری شے کے نیچے بیٹھ گیا تھا اور یہ ٹاکرا شاید اس لڑکی کو بھی یاد تھا جیسی اس نے جس سے ایک نظر الگ بھی تھا اور نظر ڈال تھی۔

"جس میں جتنی ہوں کل بھر ملاقات ہوگی۔" جو جو اپنی بیگ اٹھانے کی غرض سے جھکی۔

"نیشی رہو۔" انھی بھاری پارٹی ختم نہیں ہوئی، تم فریڈ شپ پارٹی اور سوری چھوڑ کر چلو گی تو فریڈ شپ بھی اور سوری ہی رہ جائے گی۔" جس نے سب سے ملے میں کہہ کر جو جو کے قدم روک دیے تھے اس کے دوستوں نے بھی جوتیک کر دیا تھا۔

"لیکن جس جیسے کل دیر ہو چکی ہے اب جتنا

چاہیے۔" جو جو رائہ اور جس کے درمیان تھریسی کھڑی تھی۔

"وہ سٹی میں دیر بھی ہوتی ہے اور سویر بھی وہ سٹی کچھ بھی نہیں دیکھتی میڈم جو ہر آراء۔" جس کا بعد سخت تھا وہ اس وقت جو جو کے جانے کے حق میں نہیں تھا۔

"لیکن جس۔" جو جو نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں نہیں روک تھیں رہا ہوں کہ ایسا بھی ہوتا ہے۔" جس کی لاپرواہی سے بولا۔ جو جو چپ ہو گئی اور پھر انکار کرنے کی غرض سے شرمندہ سی رائہ کی طرف بلی لیکن جیسے ہی سر اٹھا کر دیکھا کہ جن رو بھی رائہ وہاں نہیں تھی جو جو نے ٹھیک کر دیا تھا ہاں میں دیکھ کر پھر کیشین سے باہر تھا رائہ واپس جا رہی تھی نہ جانے کیوں رائہ نے اسے شرمندگی سے بچا لیا تھا اور اپنی بات کا عزم بھی رکھ رہا تھا اس سے پہلے کہ جو جو انکار کرتی وہ خود ہی واپس مڑ گئی تھی۔ لیکن جو جو کو اب بھی انسو ہوا تھا اللہ جسی بہت خوش تھا کہ اس وقت نہ ہونے اس کا خطاب کیا تھا۔

لہ لہ لہ

شام پانچ بجے کا وقت تھا شور سے کر ٹکی تو نظر میرس کی سمت، ٹھہر گئی موسم کی خوش گوشت وہ ایک نظر میں بھانپ گئی تھی۔ ہاں کو تو بے سے تنگ کر کے انھی طرح ہیر برش سے سنوار کر چہرے پہ تے ہاں کو بیڈ سے پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ میرس پہلی آئی۔ ٹھنڈی میٹھی ہوا اس کا استقبال کرتی گزر گئی اور ہوا کا لمس بچے چہرے پہ محسوس کرے وہ ساختہ مسکرائی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے جناب؟" رائہ بے تپہ موباس کے پیچھے میرس پہلی آئی تھی۔

"موسم اچھا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا دیکھتے؟" رائہ نے پوچھا۔

"کیا دیکھتے ہیں تو کیسے ہی اچھے کرتے گئے نا اب

نہ کی طرح تو نہیں کہ جب بھی تری یاد آتی ہے وہ فون پہ تپ کی ٹھانڈیں ہانٹتے چلے آتا ہے۔" رائہ ایک لمحہ تھی اس کی منگنی اپنی خال کے بننے سے ہوئی تھی وہ کیڈا میں ہوتا تھا اور ان لوگوں کی اکثر فون پہ بات چیت ہوتی رہتی تھی۔

"تو کیا خیال ہے تمہاری ٹھانڈیں ہانٹنے کے لیے بھی کچھ ضرورت کروں؟" رائہ نے تو مستی انداز میں کہا تھا۔

"اگرے تو بہ قیاس کا خوف کریں ہاں آئی میں جیسا سوچ بھی نہیں سکتی۔" اس نے فوراً کاتوں کو ہاتھ کاٹے۔

"کیوں بھئی؟ کیوں نہیں سوچ سکتیں؟" رائہ نے تجسس سے پوچھا۔

"اگرے بھئی ابھی تو میری اسٹڈی کمپلیٹ ہونے میں بھی تقریباً تین سال ہل ہیں اور میں شاید اللہ نہیں سال بعد بھی میرا شوہر ڈاکٹر کا کوئی بیوگرام نہیں ہے یہ اسٹڈی کے بعد چلے کو ترجیح دیا ہی۔" رائہ نے قہر سے کہا۔

"پیارے بیٹے میں کہہ رہا ہوں ہے تمہاری مرضی پہی سب کچھ تمہاری؟" رائہ نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میں کپ کی شکلی ہو جائے ہمارے لیے یہی سب سے بڑی خوشی کی بات ہے۔" رائہ نے رائہ کو پھیلانے والے انداز میں کہا تھا۔

"کیوں کیا میں ہی قربانی کا ٹکڑا ہوں۔" رائہ شکلی کے لیے تیار ہو اور نہ ہی وہ اس سب صاحبہ۔" رائہ نے رائہ کو لہجے میں کہا تھا۔

"اس ہم نے اپنی فیملی کی اکل تمہارے ذریعے ہی برعکس ہے۔" رائہ نے مسکراہٹ دکھا کر کہی تھی۔

"لہذا اللہ کیا خیالات ہیں محترمہ کے منہ دھو دیکھو یہ نہ ہو کہ میں ممات سے کہہ دلاں کہ میں تب ہی شکلی کروں گی جب۔" رائہ کی ہوگی۔

"گف خدا یا! ایسا غم کبھی مت کرنا۔" رائہ نے خوف سے دلاں کر کہا اور رائہ فون بڑی تھی۔ یوں ہی بیٹھے تھے ان کی نظر کیشپ گئی جو کیدا سے بیت کھوا

اور جو خوشی کا ڈی اندر اگر وہ کی رائہ کی فون کو بیک لگ گئے تھے اس کے پھر سے سنجیدگی چھانگی تھی۔

"ہیلا ام علیکم۔" جو جو ان کو دیکھ کر میرس پہ آئی۔

"و علیکم اسلَام۔" رائہ نے جواب دیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟"

"کافن۔" رائہ نے رائہ نے بھی جواب دیا تھا۔

"دیری خان۔" جو جو نے رشاش سے کہا۔

"جو کے تم لوگ ہاں میں کو میں چائے بھجوا رہی ہوں۔" رائہ اس دلوں کے کندھے ٹھیک کر چلی گئی۔

شام کا ساتواں بین سیاہی میں بدل رہا تھا اور ہوا میں رچی خشکی میں اضافہ ہو رہا تھا لیکن اس خشکی کے باوجود رائہ کو یہ موسم بہت پسند تھا ہوا اس کے دھیسے کس میں ایک سرور تھا جو دل و جہل سے محسوس کر رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں رائہ تم مجھ سے ناراض ہو۔" جو جو نے اس سے کہنا شروع کیا۔

"نہ تھی سے کہہ رہی۔" رائہ نے بولی سے بولی۔

"کیا سنا ہے؟" جو جو بچھڑنے لگی۔

"میں ناراض نہیں ہوں کہ کہہ رہا ہوں ہونے کے لیے کوئی رشتہ چاہیے جو میرے اور تمہارے درمیان نہیں ہے۔"

"رائہ۔" جو جو کے انداز میں احتجاج تھا۔

"بات تمہاری ہی بھید کر رہی ہے۔"

"لیکن رائہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے میں اس وقت واقعی شکش میں تھی۔"

ہو سہ سچے دوست دوستوں کے بے شکش میں نہیں بڑے بلکہ کھڑے کھڑے فیصلے کر لیتے ہیں اور اس وقت تمہارے انتخاب کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ تم کس کی بات مانو میری یا اس جس کی سب کچھ جو جو پوری پور روشنی میں تمہارے سوا میرا کوئی اور دوست نہیں ہے اور اگر تم ہی فی دوستوں کے چکر میں پڑ کر ایسا کروں تو تم جیل جاتی ہو گے میں کیا سوچنے پہ مجبور ہو رہا ہوں۔" رائہ نے لہجہ چبا چبا کر کہتی ہوئی اس کی

طرف مڑی۔ جو چوچ کھڑی تھی کیونکہ غلط تھی۔
 "ایک سواری۔" "فہم تم تو اس میں رہا۔"
 "اسنے تو میں میں مجھ سے نظر نہ کیا اور تھیلی میں
 سواری کر دینا میرے لیے کسی افسوس سے کم نہیں
 ہے۔"
 "پیسرہ اتنے اہم رہتی سواری۔" "جو جو نوز سواری کے
 جاری رہی تھی۔"
 "جو جو تم میں جا میں کہ تم خسارے کی طرف
 جاری ہو وہ تمہیں پانچل بنا رہا ہے" فکر کر رہا ہے
 تمہارے ساتھ۔" "راتنہ مجھے سے باز نہیں آئی تھی۔"
 "تو جو بھی کر رہا ہے تمہیں اتنا جانتی ہوں کہ میں
 اس سے محبت کر رہی ہوں۔" "جو جو کا سبب ٹھہرا ہوا تھا
 راتنہ ٹھٹھکی اس نے چونک کر جو جو کا چہرہ کھل گیا
 وہی کچھ ہو رہا تھا تو راتنہ پیٹنے سے سوج رہی تھی۔ جو جو
 کے چہرے ٹھہرے راتنہ تو سوجنے کے راتنہ سے
 زیادہ نہیں ٹھہرے تھے۔"

ہوں لیکن میں ہمت برائے انسان بھی نہیں ہوں میں ہر
ایک انسان کے ساتھ اچھا نور پرورے انسان کے
ساتھ برا ہوا البتہ ہر چیز سے قطع نظر میں دوستوں کی
ہمت قدر کرتا ہوں 'میرے دوست میرے لیے ہمت
اہم ہیں لڑکے بھی نور لڑکیاں بھی۔ جی مذاق سے ہمت
کے میں اپنے دوستوں کی ہمت عزت بھی کرتا ہوں اور
میں اپنے ہر دوست کو بتاتا ہوں کہ زندگی میں میں اس کو
بہار عزت نور قدر کے سوالور کچھ نہیں دے سکے اور
نہی وہ مجھ سے کچھ اور کی تلاش کریں۔ جیسی بات
تے کرتے اور اتوقد کے لیے ٹھہرا۔

بات سمجھا بھی لیتی ہوں۔ ہر حال آپ سے بات کر کے
 غور آپ کے تورش جان کے بہت خوشی ہو رہی
 ہے۔^{۲۰} تو تھیں کلمت ادا کرنے لگی۔
 مجھے بھی آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگ رہا
 ہے۔^{۲۱} جو لپا^{۲۲} وہ بھی بول پڑا۔

”جی دورہ پہنچی تو مجھے یوں ایسہ ہی میں؟ لیکن
یار اسے وہ ملی کہیں ہے؟ تو دیکھ ایڈیٹر گھر گیا ہوا
تھا ۱۹۶۱ء موسم نے حیرانی سے پوچھا۔
”یہ تو بدیہی تھا مسکنا ہے کہ اسے جی گھر پہنچی کہیں سے
ملی؟“ تو سیف نے کندھے اچکا دیے۔

”وایسے یار اللہ بھلا کرے بہت کمال کر رہے ہو تو کیا حسن ہے انتہائی خوب صورت، پڑھی لکھی نور اشد علی“ اے دیکھ کر بی میرا دل خوش ہو گیا اور وہ کہیں اس کے قریب بیٹھ کر اس سے باتیں کر کے اسے دیکھ دیکھ کر سیراب ہو رہا ہو چکا تو صیف کے منہ میں پانی ٹھہرا اور وہ شک بھرے انداز سے آہ بھری تھی۔

"بچو ہم بھی چلتے ہیں۔" صیغہ اٹھ کھڑا ہوا۔
 "کہیں؟" تو صیغہ نے دیرانی سے پوچھا۔
 "میرا ایک بی اور کہیں؟" صیغہ نے پوچھا۔
 "تو کہیں؟"

”یہ دیکھنے کہ وہ اس معصوم شہابی پر کون کون سے
میں پھینک رہا ہے۔“

"یہاں سے نہ ہوا" - "تو سب تو تمہیں گنا رہتا تھا۔"
 "یارو! کیا نصیر ہوئی ہے؟" - "پس آتی ہے تجھے یہ
 دوست، مائاتی اس سے کہ پس نہ جاتی تھی تو صوف
 - حار و سرد کی طرح رہتا تھا۔"

پڑ گیا۔

”پیار میرا مطلب ہے کہ یہ ٹرکی بڑی خزانہ ہے
اس لیے تو اس کے حسی کا استحباب کیا ہے؟ ورنہ
ڈیڑ منٹ میں تمہارے جیسے خورد تو جو کچھ بھی تو موجود
تھے۔“ وہ بات تو نہیں البتہ بعد بدل گیا تھا۔

”اے یارو بھی سوچنے کی بات ہے اس لڑکی نے
تمہارا اور میرا انتخاب کیوں نہیں کیا؟ شاید وہ تمہاری
چابی مراد کیجے کہ قریب نہ آئی ہو؟“ جسٹس نے بھی
جاتے جاتے میں حساب برابر کر لیا تھا۔

اور ہمارے چہرے تو نور اور سے ہی کی جاتی ہیں
 نا عکس دیکھ کر چلی گئی ہوگی میں بن شرع اللہ تعالیٰ
 بھرت کو نہیں دیکھا تھا اس پناہ کے پاس سے گزرنے

”جی ہاں“ چکاسے آپ کا پیچھا پاتا تھا۔“
”تو پھر کہاں ہے؟“ ”خود کو بے گنی ہونے لگی۔“
”یہ بھیہ سی۔“ ”میں نے اطمینان سے جواب دیا۔“

”اُس کے میں بھی وہیں پہنچتی ہوں۔“ جو جو تیزی سے
پہنچ گئی اور توصیفہ غیروٹہ کی دم نیسٹم کو دیکھ لے۔
”سو تم نے کیا کیا ہے؟“ اس کی حیرت بھائی۔
”رنگ میں عجب ڈالنا ہے۔“ ”نیسٹم شرارت سے
مسکرائی۔“

”ریگ میں جنگ نہیں ڈالا بلکہ تم نے اپنی شہرت
 بھائی ہے اب جو وہ تمہارے ریگ میں جنگ
 ڈالے گا؟ تم اکیہ کر ریگ رو جاؤ گے اتنا سوچو ابھی
 ہے۔“ زید نے اسے انکار میں کیا تھا۔

را آنکه هستی رزق قسمی از حق هستی رزق قسمی از حق

اور یہ کہ ان یونانیوں سے ہرگز پتہ نہیں تھا کہ یہی اسے
یہ تمام کچھ بننا اور تحقیق ملنا اچھا لگتا تھا، اسے ہر اس
چیز سے چمکی جو آج کل کے ہرگز کے مغل میں موجود
نہیں تھی۔ لیکن یہ جبر و استغناء سے باخبر نہ تھا کہ

لڑکھن کی فرزند شب، ایک دوسرے کو جتنے تحائف دیتا، اور پڑھائی کے نام پر گھروالوں کی آنکھوں میں دھوپ بھونک کر عیاشی اور مروج مستی کرنا اسے سخت زبردست تھا وہ اپنی اور اپنے ماں باپ کی عزت کی

پاسد مری کرنے اور اپنی حدود میں رہنے والی لڑکی مری
اور جیسی را خود مری دو سہول کو بھی دے سکتی رہتا چاہتی
تھی۔

یونہی میں پہلے ہی روز اس کی دوست خنے والی

چو جو سے واضح پسند تو مگر جو چوئی پہلو یا مٹا ہے
 ٹاپسڈ بھی تھیں وہ چاہتی تھی کہ جو تو بھی اسی کی طرح
 رہتا سہا سیکہ جائے۔ مگر جو جو من موہی لڑکی تھی وہ
 وہی کرتی تھی جو اس۔ کہیں میں آتا تھا اس کے

دل میں کیا رہا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ہنس کر کہا کہ دل میں کیا رہا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ہنس کر کہا کہ دل میں کیا رہا ہے۔

حسی نے غور کیا تو اس کا سارا دے کر اسے سہوا گیا تھا
اور اس کا چہرہ دیکھ کر لٹک گیا۔ راجہ حسی جو جو کی
فریڈ۔ اس کے سر میں لیا گیا مگر چوٹ آئی تھی اسی
لیے خون بہہ رہا تھا۔

”ولید تم گاڑی نکلو۔“ حسن نے غلت میں سامنے
کھڑے ولید کو پیٹ کاٹم سینا۔
”تم جو کچا کچا کرو گے بھی ساتھ لے آؤ۔“ اس
نے مسک کر کہا۔

”کونسی صف جلدی سے اس لڑکی کی ساری بکھری
چہرہ میں آنکھیں کھول کر گاڑی میں آجلائے۔“ اس نے رات کو
کوٹھ کر گاڑی میں لگا اور اسی جھنجھکی میں لے کر عزیز
بھائی ہسپتال آ گئے۔ اس کے پیچھے جو جو لور بلی
اسٹوڈنٹس بھی آ گئے تھے۔ گورنمنٹ ہسپتال تھا اس
لئے شنگ و شہزاد کی بہار پوچھ کچھ شروع ہو گئی کہ
کیس یہ پولیس کیس نہ ہو۔ قند حسن نے اپنے بچہ
میر شنگ کو کل کی اور اس کی گواہی اور سوارش پہ رات کو
کو ایڈمنسٹریٹو کیا تھا۔

تو مجھے کھٹے بعد تھوڑا رش کم ہوا تو انکو زبردستی آئے
انہوں نے چہرہ بند حسن کو لڑائی چھوڑ کر اسٹور سے
لے کر آئی تھیں اس لیے کہ یہ کام کسی کو بھی رہے
خیر خود ہی گاڑی لے کر میڈیکل اسٹور چلا گیا تقریباً
تو مجھے کھٹے بعد دوپہر آیا تو رائے کہیں بھی نہیں
تھیں۔

تکملہ عہدہ انیس کو ریٹائر ہوئی۔ حق ہوئی۔
 مہس کے گھر وائے گئے تھے اسے یہاں سے
 اسپتال کرا کے کسی اور اسپتال سے گئے ہیں
 گورنمنٹ اسپتال ان کے معیار کا نہیں تھا۔ "ولید
 نے تنجید کی سے بتایا۔
 "نہاں تکہ وہ بھول رہے ہیں کہ ایسے ایسے جنسی
 کیس پر ایجوٹ ہسپتالوں میں کم سے کم ہینڈل کرتے ہیں
 ہر کوئی ایسے کیس کو گورنمنٹ اسپتال بھیجتا ہے۔
 "میں نے ان کی اپنی مرضی ہماری چاہیں کریں ہمارا انعام
 کا فراموش ہو کر رہا۔" وہ ہم نے کہنا۔ "میں نے
 پرانی سے تندرست تھکے لیکن کسی ہاتھ میں پکڑی

۱۔ پانچویں: بعد پتھر رشتی اکی تو اس پر پہلی
۲۔ دسویں: اکی کو بے اختیار اسے دلچسپ کرانی
۳۔ بارہویں: یا اور ساری باتیں ترک کر کے اس

ایم سواری مس راتھ میوی دوج سے آپ کو اتنی
 اتنی پڑی ہم لوگ آپ کی عبادت کے لیے
 بلانا چاہتے تھے لیکن پھر یہ سوچ کر رک گئے کہ
 آپ سے گھر والوں کو راسخہ اتنی دے آپ یہ
 میں لب ہیبت کیسی سے چہ جس انتہائی شائستگی
 سے کتابت ہی منسوب انداز میں اس کا حال چل
 پھر رہا تھا کہ کچھ دور پہنچے اس کے دوست گھر سے
 میں کھڑے رہ کر رہے تھے

”پ کی طبیعت سے مجھے یہ مطلب ہے کہ آپ
کی طبیعت میں دل سے خراب ہوئی ہے۔“
”ہاں یہ احساس ہے آپ کو؟“ وہ پچھتا رہی ہے۔
”نہیں جی اپنا تو دل ہی ایسا ہے۔“ وہ سنجیدگی سے
کہتے کرتے بھی اپنی شرارتی فطرت سے باز نہیں
آتا تھا لیکن راستہ چھٹ پر ہی تھی۔

”نات اپ۔ جسٹاٹ اپ“ میں اچھی طرح
 جاتی وہ لڑکیوں کو چھانسنے کے سواتے ہیں یہ سب
 سٹے ان سے ٹکراتے ہو پھر عیادت کرتے ہو پھر غن
 سے جاری ہو سہو صرف پور صرف اس لیے کہ بات

”میں رائے حیدر مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کو چاہئے گا اور نہ ہی آپ سے رونا لپکا بدلے کا میرے سامنے آپ جیسی ہزاروں خداداد ہمت کھڑی ہوتی ہیں اور میری ایک نظریہ کے لیے بھی ترستی ہیں ایک آپ نہ ہوں تو کیا ہو گا؟ میرے چاہیے دلوں میں کمی نہیں آجائے گی لیکن ایک بات میں یقین ہے کہ مسکابوں ہمارے میں واقعی آپ کو چاہئے کی کوشش کرنا تو یقیناً چاہئے بھی لیتا ہیں بات یہ ہے کہ میں نے کوشش ہی نہیں کی ورنہ کہہ دیتا۔“

پچھلے دنوں کے حالات اور سب کچھ سن کر مجھے
 میں تم سے بات کرنا بھی اپنی توہین سمجھتی ہوں مجھے
 اس رات سے جانا بھی ناگوار گزرتا ہے جس رات سے
 سے تم گزر جاتے ہو وہ گری پڑی لڑکیاں اور ہوں گی جو
 تمہاری باتوں اور تمہارے جال میں آجاتی ہیں
 ہزاروں لڑکیوں کے ساتھ چکر چلاتے ہو ان کے
 جسموں کے ساتھ کھلتے ہو تمہیں نہیں آتی اپنے
 آپ سے یہ سچ کر بول رہی تھی اور جس کے
 دوستوں کے ساتھ ساتھ اور بھی اسٹوڈنٹس جمع ہو گئے
 جسے جس کا ہر افسہ ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ
 ہو گیا تھا۔

ہیں۔ "حسی نے ہاتھ اٹھا کر توصیف کو خاموش کر لیا۔
"ہو نہ تھادی کوئی عزت ہوگی تو جسے اسلٹ
کا حساس ہو گا؟ حس کی کوئی عزت ہی نہیں ہے
اسے عزت کی بھلا کیا خبر؟"

رائے کا "خری وار بڑا کھری قتل" حسی نے یکدم
جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دکھاتے آنکھوں میں برسات
آئی تھی اتنی سرد نظروں سے دیکھا کہ رائے کی ریزہ کی
پڑی جیسے کڑکڑا کے رہ گئی وہ چند قدموں کا فاصلہ قدموں
سے سمیٹ کر رائے کے بے حد قریب آکر کھڑا ہوا تھا
اک لمحہ کی صورت کھڑے اسٹوڈنٹس ٹھک گئے کہ وہ
نیا لکھو لکھ ہے؟

"رائے حیدر" میں عورت کی بہت عزت کرنا
ہوں۔ لیکن جو عورت عزت کرنا نہیں جانتی وہ عزت
کو لے کر کی حق دار بھی نہیں ہے تم نے جو کرنا تھا
کر لیا؟ میرا انتظار کرو کہ میں کیا کرنا ہوں؟ میں کسی
بہادر نہیں چھوڑا کسی لیے آج کے بعد بیٹ یا
رہا کہ حسن علی کا تھادی طرف کافی حساب کتاب
لکھتا ہے میں نے جس چٹا بکلیاں شہادت دے کر اس کا میں
تعمیرت کرنا چاہا۔ "وہ سرکش لڑائی میں بولتا
رائے کی جو بیہوش کیا تھا اور باقی سب کھڑے دیکھتے رہ
گئے تھے۔"



"مبارک ہو رائے سب کو جواب مل گئی ہے۔ وہ
گھر میں داخل ہوئی تو اندر اسے گڈنڈو دینے کے لیے
پلٹے سے تیار بیٹھی تھی۔"

"جی؟ رائے خوشی سے چھل پڑی تھی۔ کج
پونڈر سنی میں کوئی شکستہ نہیں تھا اس لیے وہ لیٹ گھر آئی
تھی اور ارباب اس کا انتظار کر کر کے اپنے بیڈروم میں
چلا گیا تھا۔"

"جگہ؟ کانٹے لے چک کر کہہ
"جب کہل ملی؟" اسے حس ہوا۔
"بینک میں ایک دستاویز بھی پوسٹ پر۔" رائے کا
بوجھ تھا کہ اس نوجو پہ صرف بارہ ہی نہیں تمام گھر

وہ سے خوش تھے۔

"وہ مبارک ہو پھر تو۔" رائے نے بھی خوشی کا
انتظار کیا تھا۔

"ارباب بھائی کہاں ہیں؟" اس نے آگے پیچھے
دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"لپٹے بند رہیں۔"

"میں دیکھتی ہوں میں کو کہل چھپ کر بندہ مجھے
ہیں؟" کوئی ٹیٹ نہ کوئی مٹھلی؟ وہ اپنی بیگ لاؤنج
میں مٹھنے پہ ڈال کر بیٹھیاں چڑھ گئی۔ ان تینوں
میں بھائیوں کے بیڈروم پر اس نے تھکے الیٹ ممالور بیڈ
کے بیڈروم پہنچے تھے اس نے ارباب بھائی کے
بیڈروم کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے دروازے پہ
دنگ دی تھی انہوں نے چند سیکنڈ کے توقف سے
دور رہ کھوں ہی تھا کہ رائے بندہ کو اس سے چمکی۔

"مبارک ہو" میری ٹیٹ کہاں ہے؟" قی جلد
بازی۔ ارباب بیٹے تو حیران رہا کہ وہ اس کا
اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لے گیا تھا۔

"تھک کر آؤ بیڈروم سے بہت کرنا۔ پھر ٹیٹ ا
مبارک ہو۔" ارباب رائے سے دیکھ کر اپنے بیڈروم
تھا۔

"میں صرف مطالبہ ہی نہیں کہوں گی بلکہ مطالبہ
مناواں کی بھی۔" اس نے بیڈروم کے دروازے پر کھڑے
رہ کرے بار مناوا تو سنی کچھ جھن تو کرو۔" ارباب
اسے چھیڑ رہا تھا۔

"واٹ؟ میں اپنے بھائی سے ٹیٹ لینے کے لیے
جھن کہوں؟ جی خوشامد کہوں آپ کی؟" رائے یکدم
چلا تھی اور ارباب قہقہہ لگا کر بیٹھ گیا۔
"تو کے بیٹا نہ کہہ۔ لیکن یہ تو بھلا کیسی ٹیٹ
ہوگی؟" ارباب نے اٹھ کر اٹھال دیا۔

"کیسی ٹیٹ؟" ارباب نے تو چٹا پڑے۔
"سوچ اندر میں ہوں اور پھر کوئی خیال آئے ہی
آج بھی جگہ تھی تھی۔"

"سور اسپول سے جی اور علی سینٹر سے شینگ
بس اتنی سی ٹیٹ ہوں گی۔" اس نے بیوی آسانی سے

راہ میں آگے۔

"بہ سب اتنی سی ہے؟" علی سینٹر سے
"میں تینوں کے پرانے بچے بزار سے شروع
ہے۔ میں ارباب میری جیب میں اتنی بھاری نہیں
ہے۔" ارباب نے ہاتھ کو ہاتھ لگا لگا۔

"لو کے ہم علی سینٹر نہیں جاتے۔" میں "چپے
جانتے ہیں۔" رائے کی بددیوئی نواز تھی۔
"جی بنگل آگے اور کہاں پیچھے؟" ارباب نے سر
خار دیا تھا رائے اپنی مسکراہٹ دھونے لگی۔

"میں لیں ارباب بھائی ایک تو مٹھلی بڑے گاؤں
ہوئی تیسرا شینگ مل لکل آئے گا۔" رائے مسکراتے
ہوئے اندر داخل ہوئی وہ ان کی گفتگو سن چکی تھی۔

"ہاں پار تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔" ارباب نے
اشک میں سر ہاں اور رائے کھکھکا کر ہنسی تھی۔

"تو چر کل رت کا پور کر رہی تھی؟" اس نے تصدیق چاہی۔
"پکا" ارباب نے ہاں بولتا ہوا پور لوں میں بھائی
پہنچے تھے ان تینوں میں بھائیوں میں بہت محبت



اس نے سکس سنٹر میں پورے ہی پارٹمنٹ
میں ٹاپ کیا تھا اور یہ خوشی اس کے لیے اس کے گھر
والوں کے لیے اور اس کے دوستوں کے لیے کچھ کم
نہیں تھی اس بار ایگر ایگر کے دوران اس نے واقعی
ٹاپ کرنے کا عزم کیا تھا اور جیج کر بھی گیا تھا اور وہ
ٹوک بھی خوشی سینٹر میں کر رہے تھے اس کے
دوستوں نے اس سے ٹیٹ مانگی تھی اور وہ اتنی بڑی
خوشی سے پرانے کو انتظار نہیں کر سکا تھا جو اور ایگر ایگر
سے بھی۔ زور دیا تھا ایگر ایگر UFC میں پور جو جو کو
انتار اپ ٹیٹ دے کر وہ فارغ ہو چکا تھا رہی آئندہ تو وہ
تو تھی ہی رہے تھے اس سے ٹیٹ نہ بھی دے تا کہ زارا ہو
جائے۔ اس نے کون سا ڈرائی جھٹکا کرنا تھا یا پھر اس
سے تھا ہو تھا البتہ سب سے بڑی اور مستی آسانی اس
کے دوست بھی رہ گئے تھے جس کو بھٹکا بھائی تھا وہ

روزی یاد دہانی اور طعنوں سے ٹھک کر اس نے انہیں
الوایت کر ہی لیا تھا۔ اور اس وقت وہ اپنی کینگی کے
مروج پہ تھے انہوں نے بوتل میں بھی اور ہم چار کھا
تھا۔

"یار حسی مجھے یہ بتاؤ اتنی ٹوکیوں کے ساتھ بڑی رہ
رہ کر ٹھکتا نہیں ہے؟" توصیف سنی خیزی سے اس
کے کندھے پہ ہاتھ رکھ رہا تھا۔

"حسن وہ بھی صنف نازک کا صنف نازک ہے
تھکا نہیں۔" یہ جواب عباس کی طرف سے آیا تھا جو
جو بھی بے حد خوبصورت تھا اور بھی تنک ایک دو جگہ
پہ لٹک بھی کر چکا تھا وہ کشمیری فیملی سے تھا اس لیے
خوبصورتی اسے ورثے میں ملی تھی۔

"لیکن پور تم میں تو دست اسٹیمنا ہے کسی کسی کے
ساتھ کبھی کسی کے ساتھ آف ایک بار جو جو کے ساتھ
ڈیٹ پہ جا رہے ہو تو سری پڈر ایلا کے ساتھ تیسری بار
عروش کے ساتھ کیسے فینل کر رہے ہو سب کو؟" وہ بھی
ایک ہی جہان میں تھا۔ توصیف کا سوال اور حیران ہو ڈالی
پہ۔ قائم تھی۔

"اور اس تھا فریڈ کے ہوتے ہوئے ایگر ایگر میں
ٹاپ بھی کر لیتے ہو وہ ایگر ایگر؟" ہمیں بھی کچھ سیکرٹ
تھا۔ "وہ اتنی حیران ہو رہے تھے۔"

"تو کیسے تھی ساری بات ہے چار کی۔ میرا مطلب
ہے کہ ساری بات سے محنت کی ٹکس کی اور توجہ کی۔
میں بیٹھ ہر کام محنت لگن اور توجہ سے کرنا ہوں اس
لئے میرے ہر کام کا رٹ بھی اچھا ہی آتا ہے۔"

"واہ کیا بات ہے لیکن ہمیں یہ تو بتاؤ کہ ٹوکیوں پہ
کیا محنت کرتے ہو؟" صیغہ بے تاب ہو رہا تھا۔

"ہاسٹل میں میرے کمرے میں تاپا پھر فرمت سے
بیٹھ کر تپاؤں گا۔" اس کا انداز بھی شرارتی تھا۔

"ٹھیک ہے آجوں گا ٹوکیوں کو پٹانے کا فارمولہ
لینے کے لیے تو میں نہیں بھی جاسکتا ہوں۔" صیغہ
آگے جا کر بولا۔

"تو پھر جی سینٹرل جیل طے جاؤ وہاں ایسے بہت
سے ہوں گے جو ٹوکیوں کو پٹانے کے چکر میں خوب

کر آئے ہوں گے۔ قصیں اس سے فارمولے مل جائیں گے۔ "تو حیف نے صبح کو جھاڑو اٹھا کر مجھے کسی اور کے قصیں بس اپنے حسی شہلوے کے فارمولے چاہیں انہی کا میاب۔ تم نے عروش میں دیکھی، قسم سے یار کیا چیز ہے بالکل نیا، زیرو میٹر چمکتی دیکتی۔" "میں نے حسی کی نئی دوست کی ایسے تعریف کی جیسے وہ لڑکی نہیں شادی میں رکھی گئی لہذا مائل کی گاڑی ہو۔"

”تیری سسٹنگ کرو لوں؟“ عوثر نے کے ساتھ ”ہاں“ میں نے حاتم خاں کی قبر پر لڑائی۔
 ”ہیں؟“ ”جی“ ”تو تجھے عوثر سے روٹک دے“ ”تجھے سات سات ہت پتروں سے“ ”تجھے خوش روٹکے میں موی گیتے میری قبروں تیروں دعوں دیوے گی۔“ ”سیستم خوشی سے بروٹک رہو عا میں سے وہ تھا اور یونہی چھیڑ چھاڑ کے دوران کسی کی بھڑاس نہ دینی میں ہرل دلی نہیں۔“ ”رائہ حیدر بیٹھی ہوئی تھی۔ ساتھ ایک لڑی اور ایک رہا بھی تھے۔ وہ تھے لکھا تھا کہ کبھی میں نے ہر ہتھکڑی عوثر سے چھوٹی خاصی بہت محسوس اور ہی تھی۔ رائہ حیدر و دیوہ کر فسی کے چہرے سے شرات جس گئے تھے اس کے چہرے پر تلاطم کیا تھا۔ اب مجھے کہہ تھے۔“

وہ جب جب رائے کو دیکھتا تھا اسے اپنی تذلیل اور
ہتک بھائی تھی اسے یہ دیکھتا کہ اس نے رائے کا وہاں
قرص سو سمیت واپس بھی بولتا ہے۔ البتہ کب بولتا
تہ یہ ابھی فیصلہ نہیں کیا تھا کیونکہ وہ عالم فطری اور
انسانی کی بیرونی طرح بیرونی سے انصاف کو دیکھنے
اور اس سے بھڑکنے کے بعد بیرونی کو اغوا کرنا اس کے
میں غلبہ رکھتا تھا۔ نہ ہی وہ بیرونی
کی عزت پر باقہ ڈال سکتا تھا۔ نہ ہی اسے بدنام اور
رہا کر سکتا تھا کیونکہ اسے خود ہی یہ کلام انتہائی چسپا
لگتا تھا۔ اگرچہ کرنا چاہتا تھا تو بھی اسے معیار کا
کچھ اس طریقے سے کہ رائے دیکھتا اس پر انکسے جانے
والے الزامات کے بدلے خود اس میں سیکھ لیتی۔ وہ
سے صرف لکھتا رہتا چاہتا تھا کہ وہ کیونکر دیکھتا تھا

نہیں! ۱
 "جس کید کو دیکھ رہے ہو۔" حیدر نے اسے متوجہ کیا۔
 "ہو؟ کچھ نہیں؟"
 "راہِ حیدر کو دیکھ رہے تھے؟" ولید استفسار پر
 دیکھے نگار اُٹھو غیور ہوں سے اٹھ کر جا چکے تھے۔
 "ہاں۔" ہم نے ان بات میں سر ہلایا۔
 "مجھے لگتا ہے وہ ہماری باتیں سن چکی ہے۔" علی کو
 فکر ہوئی۔

”سوداٹ جی جی نے سر ہٹا لیا۔
”خیر چھوڑو اس قصے کو دبایا کرو کہ دھماکہ فٹ
”رڈ کرو۔“ اعلیٰ نے بہت سی غصہ کروا۔
”ہاں جلدی سے“ رڈ کرو علی کی توہ خالی پڑی ہے
پہلے تو کچھ کھلیا ہے وہ کب کا غصہ ہو چکا ہے۔“
تو صیف نے دوبارہ سے علی سیریس ٹریک اپ لیا تھا جی
روادہ دیر تھوڑی دیر پہلے والے حصے اور صراط میں
وہ کاتھال سے بھی پانچ ستوں کے ساتھ ٹریک ہو چکا۔

نہایت ناخوش ہوئے۔ پھر سے خوب سے بدتر حال ہو گئے۔
وقت کی گزر گئی۔ ہماری اور درو خواہ میں اتنی نہیں دور
گزر گئی کہ سال کی تیرہ سوچ رہے ہوئے۔ پھر
پتوں کو بھٹکا کر رہے جاں کرتی رہی اور زندگی کے بحر
سے ہر سال ایک پانچ سو تارہا دور وقت گزر رہا تھا۔
چار سال کیسے گزر گئے پتا ہی نہ چلا۔ وہ جب
یونیورسٹی آئے ان کے پاس جوش تھا، اشتیاق تھا،
محنت تھی۔ ایک دیکھنے کا، کچھ کرنے کا اور کچھ پانے کا۔
اور جب چار سال بعد یونیورسٹی سے نکلے ان کے
پاس اب دوسرے سے دوستی تھی، چار سال کی محنت
شکراتی شمع یادیں تھیں، اور باتوں میں بھیبلی کی
ڈگریاں تھیں۔ یونیورسٹی تک کجبرت کا ایک یادگار
گروپ چھڑکوں پر مشتمل تھا جو نہ تو اس یونیورسٹی کو
بھول سکتے تھے اور نہ ہی یونیورسٹی ان کو بھول سکتی تھی
انہوں نے صرف ہی مذہن اور شرارتوں میں ہی نہیں
بلکہ تعلیمی میدان میں بھی ریکارڈ قائم کیے تھے۔ اکثر

وہ جس نے جو کہتے تھے کیونکہ ان کی شرارتوں
اور مکرانوں میں وہ سب کے تھے ایک دوسرا پسندیدہ
آدمیوں نے جین بھی لکھ لیا تھا کیونکہ جو پھر ان
میں نہیں تھا اس سے پہچان لینا اور پڑھنا بھی انہیں
مستور میں تھا کسی نیچے چلنے لگوا کر اس سے ٹکرینا
اس صوبہ کی جرئت بھی درنہ کوئی اور ایسا ہرگز
میں نہ ہو سکتا تھا۔ اور جب یہ یونیورسٹی سے نکلے تو ان
کا یہ عرصہ پھر نے بھی ملن کو خوب مس کیا تھا اور مس تو
وہ اپنے سر پر کو بھی کر رہے تھے کیونکہ اب ملن کے
ساتھ بھی الگ الگ تھے اور منزل میں بھی۔ اور واقعی
یہ ہی ہو گا وہ لوگ ترقی اور کامیابی کی منازل طے
کرتے ہیں سے کہیں پہنچ گئے تھے تب اس اتنا تھا کہ
وہ لوگ دور دورہ کر بھی قریب تھے اک دوسرے سے
وہ طے میں رہتے تھے۔

حسّی یونیورسٹی سے فارغ ہوتے ہی ہائر اسٹڈی کے لیے انگلینڈ چلا گیا تھا۔ لیکن وہاں جا کر اپنی اسٹڈی اور چاکلہ میں بڑی رہنے کے بعد خود کو اپنے پیوستوں کہہ سکیں۔
مولانا تھامز رفر نہیں کیا۔ ان سب سے بڑی بات یہ کہ وہ شپ ہوئی وہ اپنی شپ سی لے کر اس کی دہ تھا مالہ دم اور دہشاش دہشاش ملک بلکہ یوں کہتا چاہیے کہ وہ خود کسی دہشاش دہشاش تھے ایک دم فریش اور اپنیجہ۔

”پاکستان آئے گا کوئی ارادہ بھی ہے یا نہیں؟“
 ”جی ہاں، ضرور ہی تھیں۔“
 ”پاکستان ارادہ بھی ہے اور نیت بھی۔“ وہ اطمینان سے بولا۔

”تو پھر کب آوے گا؟“
”میں سب کچھ مانتے ہوئے لاہور آئیں گا۔“

"کیا وہ تم سے ملے؟" "خیر نہیں ہو سکی۔"
 "تو انکی ٹو ایئر اسٹیڈ مہما ایک جگہ سے ہر جگہ منتقل
 کر کے پل رہا تھا تو تمہیں کام کیس ہے؟" وہ اسے
 سمجھا رہا تھا۔

”لیکن ہمیں یہ سارے کام لاہور میں نہیں
بلکہ صرف ایک جگہ میں سینٹرا ہوں گے۔“ اس کا سچہ
دو ٹکڑے مضبوط تھا۔
”لیکن کیوں؟“ اس کی کہانی تھت تھنی ہے۔
”بد تمیز! تھت ہیں تمہارے بھائی کی شادی آج
ہے۔“ انور کی نو ماہیٹ لکھنؤ ہوئی ہے۔ ”لوہوں نے
اسے سرزشت کی۔“

”کیا؟“ ”نہیں، تم کس ہو گئی ہو؟“ ”لو، آپ مجھے اب بتا رہی ہیں؟“ ”جیت کر شہید ہو جانے کا قول۔“ ”نہیں، تم کس ہو گئی ہو؟“ ”لو، آپ مجھے اب بتا رہی ہیں؟“

”لیکن یہ لوگوں سے مجھے میری ہوسندیل بھانجی کی تصویر نہیں دکھائی؟“

”میری جہاں پر کام تھوڑا ہے چاند چلنے کا تھوڑا ہے
چاہیے تھا کہ وہ تھیں اپنی ہونے والی بیوی کی تصویر
دیکھا، آج مجھے بھلا نہیں دیکھتا، مگر ایک خاصہ شک
ہے۔“

نہایت پرست کر کے گاؤں سے "نہایت پرست کر کے"

”مہربانت کرنے کا کیا فائدہ؟“ اب تو انہی جو بھی کو
ڈائریکٹ میں ٹو لیس رکھ کر یہاں ہی بھرتے رہ گئے
ہے۔

”ہاں! یہ بھی ٹھیک کہا کہ اپنے آپ کو اس وقت
دوہا صاحب کہاں ہیں؟“ اس کے موڑ میں شرارت
کھل گئی تھی۔

”سب نیچے ڈرائنگ روم میں بیٹھے شادی کے
کاراز کا زیرِ آس بند کر دیے ہیں۔“

”ماشاء اللہ بڑے پھر تیلے ثابت ہو رہے ہیں، وہاں صاحب؟“ اس نے اپنے بڑے بھائی کا مذاق اڑایا۔

”میری جان ایسے کاموں میں ہر کوئی پکڑتا ہو ہی جاتا ہے مجھے کچھ تسماری شادی کا قصہ پھینچنے دے دو ہم اس سے بھی زیادہ پکڑتے ہو جاؤ گے“ شادی کے سچے میں تو تسماریے پکڑتے بھی بست پکڑتا ہوں دکھائی تھا ”خاصہ“ حکیم نے بیٹوں کو لپیٹ میں لیتے

کو آنے جانے میں خاصی وقت ہو رہی تھی جسے میں
گھنٹے کا سفر کر کے آنا اور پھر جانا کچھ کم تو نہیں تھا۔
لیکن جیسی میں کام کے لیے بھی پیش پیش تھا۔
"میں پیچھے بیٹھوں میں خود ڈرائیو کروں گا۔" اس نے
چاند بھائی کی گاڑی ڈرائیو کرنے کے لیے تیار ڈرائیو کو
بچھے بنا دیا۔ اور خود ڈرائیو تک سیٹ سنبھال لی۔ ایک
گھر کی چمکی دھکی۔ لی ایم ڈی پر سٹخ رکن بندھا ہوا تھا
یہ رکن گاڑی کے انجن، سکریں اور پمپ سے پیچھے
تک بندھا ہوا تھا۔ آج بڑا جھلکا فکس تھا اس لیے
گاڑی کی ڈیکوریشن بھی بالکل پھلکی کر والی تھی صرف
ایک مین پہ مشتمل تھا۔
"لگتا ہے ہمیں کجرات جانا پڑا۔" اچھا لگ رہا ہے؟
چاند بھائی نے خوش خوش ڈرائیو تک کرتے جیسی سے
پوچھا۔
"ہاں! میں واقعی بہت خوش ہوں کجرات شہر
میرے لیے جیسا کہ بہت دیر ہے۔" میں نے رکن کے
چار میل اس رکن پر گزرتے ہیں اور یہ چار میل
میرے بہت دیر ہو چکی ہیں۔" اس سے پہلی
سے واسپا۔
"کیا ہوتا اگر تم مستقل ہی کجرات آنا چاہا
لگایا۔" تمہوں نے پوچھا۔
"میرا مطلب ہے کہ اپنے سے کوئی لڑکی پسند کر کے
شادی ہی کر لیتے۔"
"ہاں! کیا خوب کسی آپ نے بھی۔ یعنی میں
میں رہوں گا وہیں شادی کر لوں گا چار میل تو میں
لگنے میں بھی گزر کر رہا ہوں کیا وہاں بھی کسی کو پسند
کر کے شادی کر لیتا؟" اس نے ان کو جواب دیا۔
"بہر حال ابھی تو آپ کا کجرات آنا چاہنا ہوا ہے نا؟
ہماری یادیں بھی تازہ ہوتی رہیں گی۔" ان دونوں
بھائیوں کا سفر کسی مذاق اور فل دلیوہ کے میزک میں
گزر رہا تھا۔
"آپ مجھے چھوڑ کر رہیں، کس طرف جانا
ہے۔" اس نے کجرات کی حد میں داخل ہوتے

ہوئے کہا۔
"گاڑی سروس موڑ سے رحمان شہید روڈ پر ڈال دو۔
پھر بلاٹ ٹاؤن کی طرف ٹرن سے پیسٹ۔" چاند بھائی نے
راستہ سمجھ دیا۔
"بلاٹ ٹاؤن؟" جیسی کو بلاٹ ٹاؤن کے تمام راستوں
کا پینے سے علم تھا اس لیے اب گاڑی جیسی کی کوئی
ضرورت نہیں تھی۔
"ہاں۔" انہوں نے لٹاٹ میں سر ہلایا۔
☆ ☆ ☆
جیسی گاڑی پیچھے دس منٹ سے مسلسل الجھا ہوا
تھا وہ ہر طرف بڑے غور سے دیکھ رہا تھا کجرات رہا تھا۔
کیونکہ اس کی یادداشت کی جیسی سے ایک منظر نظر کر
سارنے آ رہا تھا اور اس منظر میں وہ اپنی فریڈ جو جو کو بلاٹ
ٹاؤن کے ایک بنگلے کے سامنے ڈراپ کر رہا تھا۔ اور
آج بنگلے بھی دھکی تھی۔ بلاٹ ٹاؤن بھی وہی تھا
ڈرائیو تک سیٹ پہ جیسی رہی تھا لیکن بائیں طرف غرت
سیٹ کا نظریہ ہوا تھا وہاں جو جو کی بکس بند ہو چکی تھی
براہ راست تھے۔ اور اس کے ساتھ ہیٹ ڈاسٹر بھی وہی
لوہی تھی کہ وہ تھا۔ اس دور اس کی سب سے بڑی
حریف رائے حیدر جو جو کو ریو کرنے کے لیے کھڑی
تھی اور کراچی کی گیسٹ پہ کئی زیادہ لڑکیاں تک سب سے
تیار خوشی میں کھینچتی پھول کی پلٹیں لیے ان کے
استقبال کے لیے کھڑی تھیں۔
"ہو سکتا ہے رائے دھونے یہ بنگلہ بیچ دیا ہو؟
ہو سکتا ہے وہ لوگ شفٹ کر گئے ہوں؟" پھر ہو سکتا
ہے کہ مجھے ہی غلط فہمی ہو رہی ہو؟" اس نے خود ہی
اندازے لگانے شروع کر دیے۔
"لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ چاند بھائی کی شادی
رائے کے ساتھ ہی ہو رہی ہو؟" اس نے ایک اور
قیاس رائی کی اور پھر خود ہی غلطی سے سر جھٹک دیا۔
"نہیں نہیں بھیا بھلا ایسے ہو سکتا ہے؟" اس نے
اپنے ذہن کی پلٹیں جھٹک دی۔
"جو بھی ہو سکتا ہے۔" وہاں پھر بھی باز نہ کیا۔

جیسی وہ تھی۔ "اس نے ہم سوچنے کی
رہائی میں اس کے حاشیے میں اپنی ہونے والی
"ہاں! میں بھی نہیں تھا۔
"تو کیا مجھے اپنی بھابی کے ہم کامی نہیں پتا؟" وہ
اس نے از اتو جیسی سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔
"چاند بھائی سے پوچھ لو۔" وہاں میں اس کا۔
"نہیں اس وقت میں ان سے ہم پوچھوں؟" جیسی
سر ہلایوں میں گھرے ہوئے ہیں؟" اس نے جیسی
سے پوچھا۔
"جیسی کیا بات ہے اسے ست کیوں پڑ گئے ہو؟
کے بدحوثیہ۔
"عاصمہ بیگم نے اسے غلطی سے دیکھا اور چاند بھائی
کے ساتھ کھڑا کیا۔
"وہ تو نہیں بھائی کچھ اندر داخل ہوئے۔" پھولوں
کی برسات شروع ہو گئی تھی کو وہی کرنے کے لیے
بے توجہ بند ہو گیا تھا پھولوں کی چھٹیوں اور بیڈ کی
مٹائی میں وہ ٹوٹ رہا تھا۔ جھپٹتے جھپٹتے سے، بیچ
میں اس میں سے جھپٹتے جھپٹتے جھپٹتے جھپٹتے
کے تمام سرسالی پاری پاری ان سب سے جھپٹتے جھپٹتے
آئے تھے جیسی پاری پاری سب کے چہرے غور دیکھ رہا
تھا شاید کوئی جانا پہچانا چہرہ نظر آجائے اور پھر ایک
چہرہ پہ آکر وہ رائے لگا دے چہرہ اسے بھائی کا تھا۔
"یہ میرا بیٹا بیٹا ہے اور یہ اس کی بیوی ہے
ایکس۔" شائستہ بیگم نے جیسی سے تعارف کر دیا وہ
حاشی تھیں کہ چاند بھائی چاند بھائی چاند بھائی
سے تیار ہے اسی لیے سب سے اچھا ہے۔
"جسٹم ملے گا۔" اس نے انھوں کو ان سے مصافحہ کیا
تھا۔
"جیسی کی بڑی تعریف سنی تھی چاند صاحب جب
بھی بات کرتے ہیں اس بات میں کب کا ذکر ضرور ہوتا
ہے۔" ارب نے مسکرا کر کہا جس سے جیسی بھی مسکرا
اٹھا اور ایک نظر چاند بھائی کو دیکھ کر اسے سچ کے سامنے پہ
کافی شاپ پر آکر بیٹھ گیا۔
"وہیں جی ساری بات ہے چاند کی۔" وہ مجھ سے

پہر کرتے ہیں تو میرا ہی ذکر کرتے ہیں اور نہ مجھ سے کسی
کوئی غلطی نہیں ہے۔" اس نے انکساری سے کہا۔
"اب ایسی بات بھی نہیں ہے آپ کی خیال تو ہم
آپ کے گھر والوں سے سنتے رہتے ہیں کئی دہائیوں اور
ہیں آپ۔" اس نے اسے تو صوفی نظروں
سے دیکھا۔
"یہ بھی میرے گھر والوں کی اور آپ کی خواہش ہے
کہ آپ لوگ مجھے بہشت آباد دین چکے ہیں۔" وہ
کافی شاپنگل سے بات کر رہا تھا۔
"میں آپ لوگوں کی گفتگو تو میرا خیال ہے کہ زیادہ
دیر تک ہے جیسی ہمیں نکاح کی رسم تو لوار کر لینے
دیکھئے۔" عاصمہ بیگم اور شائستہ بیگم نے لہجے میں کو
اسے سچ سے بٹنے کا کہا اور وہ واقعی اسے سچ سے اتر گئے تھے۔
تھوڑی دیر بعد نکاح کی رسم پورا ہوئی تو سہارک سلامت
کا شور اٹھ تھا اور سب کامت بیٹھا کر آیا حد کے جگ جیسی
عمر سب کو دیکھ، دیکھ کر اندر ہی اندر الجھ رہا تھا کہ اس نے
اسی کوئی کو ایک بار رائے کے ساتھ سلور سیون
رنگوٹ میں دیکھ کر غماز دیا۔ "یہنا" اس بھائی کی
جسے ایک گروہ میں بھائی سے دھڑا اس وقت رائے
کہاں تھی؟ اور جیسی جیسے اسے عاصمہ بیگم اور چاند
بھائی کے پاس لے گیا تھا۔
"میں بھلا کس سے ملنا چاہتا ہوں۔"
"تھوڑی دیر بعد مل لینا اسے تل گئے والے ہے
بھائی تک۔"
"میں کچھ نہیں جانتا پہلے ہی آپ نے مجھے کچھ
نہیں بتایا نہ بھابی کا نام نہ بھابی کی تصویر اور نہ ہی
اس کی فیل کے حقائق کچھ بتایا ہے میں ابھی ان سے
منا چاہتا ہوں بس۔" اس کا دھوکہ اور بہت دھرم لہجہ
عزیز کر آیا تھا عاصمہ بیگم اور چاند بھائی دونوں ٹھٹک گئے
اس کی غلطی اس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی وہ
دونوں مل بیٹھا اس دیکھتے۔
"یہیے شائستہ ہیں۔" عاصمہ بیگم نے سہ من کو
گوارہ کر۔
"جیسی کہیے۔" اور فوراً "تو سب جلی آئیں۔"

”تو حسن نے اپنی بھانجی سے ملنا چاہتا ہے۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

”جہاں کہیں نہیں، اور یہاں میرے ساتھ آؤ۔“ انہوں نے فوراً اسے پھینکے گا کا لورہ کا سر ہٹا کر سناٹا چھدھکی سے اس کے ساتھ چل دیا اور اسے ساتھ لے کر لوہے کے بندے میں ”گھنٹیں جھل مایوس کی دھن تیار ہو رہی تھی۔“ دھواڑے، دھک دھک کر اندر بھاٹکا دھس کو دوپٹے اور چھل چاہا تھا۔ یہ خوش اس کے دل پہنے کو نہیں لگانا کر بیٹ کر رہی تھی۔

”ہم اندر آسکتے ہیں؟“ شائستہ بیگم نے مسکرا کر پوچھا۔

”ہاں آئیے نا۔“ وہ نہ سکی خوشیوں میں کی جلد بازی۔

”میں اکیلے نہیں ہوں،“ ایک بڑے بڑے راسخ شہنشاہ بھی میرے ساتھ ہے، مسٹر اقلیدہ، لارڈ، پور۔“ مایوس۔

”اب پیچھے کسی کو بھی اندر لے گا کہ،“ حسن اندر داخل ہوتے ہوئے، اس نے بیٹھی اپنی بھانجی کو گود لیا تھا کہ اس کے اندر پہنچے۔ عجب سی منہ چھکی کو قرار آ گیا تھا، وہ سوسے سے جھل گئے تھے۔

”یہاں یہ ہے تمہاری بھانجی، مانف۔ لورہ مانف یہ تمہارا چھوٹا لورہ ہے۔ حسن علی۔“ اسوں نے تعارف کر دیا۔

”اسلام بیگم؟“ حسن نے سلام کرتے ہوئے ذرا سا سر خم کیا تھا۔

”وہ بیگم اسلام بیٹھی نا۔“ مانف بے اختیار کھڑکی ہو گئی۔

”لورہ، نہیں نہیں، یہ بھی آپ بیٹھی، اب کھڑی کیوں ہو گئیں۔“ مانف نے احتراماً اسے بیٹھنے کا کہا۔

”تم دونوں بیٹھو، میں نیچے مہمانوں کو دیکھ لوں۔“ شائستہ بیگم جاننے کے لیے چھکی لگیں باہر نکلتے ہوئے

”ایک دم کسی سے کراہی تھیں۔“

”ہاں،“ ایک دم اپنی جگہ دھاتے ہوئے کرتی۔

”ہم اب آ رہی ہو؟“ شائستہ بیگم بھی بیٹھ گئی۔

اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔
 "صوبہ ہیم میں بیٹ ہو گئی تھی پھر ٹر میں وہاں
 تھا جلدی کرتے کرتے بھی دیر ہو گئی تھیں نے یہاں
 سے کہا بھی تھا کہ مجھے جلدی قاصر کرے ہر نے
 کے سرسریوں کو دیکھ کر کہا ہے چاند صاحب کی یہ
 ترسلی ہے وہ بھی استقبال میں شامل نہ ہوئی تو
 چلے کیا سمجھیں گے۔" رائے نے وصاحت غی
 شہنشاہ کر دی تھی۔
 "او کے او کے یہ تفصیل بعد میں سننا پہلے سب
 کے ساتھ مل کر رائے کو لے کر پہنچے تو۔"
 "لو کے آ رہی ہوں۔" اس نے فوراً ہی بھری اور
 پیچھے ہٹ کے ان کو راستہ دیا لیکن جیسے ہی وہ اندر
 داخل ہوئی اس گھر کی بو آ رہی اس کی نظروں میں چکرا
 گئیں ہاتھ اس شخص کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی
 تھی وہ شخص رائے کو بھولا ہو تو نہیں تھا جب جب
 رائے کی باتیں وہ سنتے پارہے۔ جب جب
 بوجھ داتی تھی وہی دے رہا تھا اور رائے کو وہاں ہی
 بھولا کی رائے نے اس کا پورا بوجھ لے لیا تھا کہ
 وہ رائے سے راضی ہو کر چلے گئے۔
 بے شک وہ بے سے رائے سمیت مسافر ہو گیا تھا اس
 کی سفید رنگت اور بھی نکھر رہی تھی۔ جیسے شربت کی
 چوائے بلیک نوپس میں ملبوس تھا۔ ہیراٹل بدل گیا
 تھا سنگھ میں تھا تو آگیا تھا لیکن اس کے لیے تو وہ آج
 ہی وہی کسی تھا قدرتی اور کرکٹس۔ جس کی رائے
 سفید رہنے پر نوروشی کے بچوں کا مصلحت کی تھی۔ اور
 اس کے ری آیشن کے لیے وہ رائے کو اس کے لیے
 رہی تھی کہ وہ اب کیسے دار کرتا ہے مگر اس نے اس
 سے کچھ بھی نہیں کیا تھا یہاں تک کہ پوروشی پینڈ
 بیٹھ کے لیے منتظر ہو گیا تھا۔
 "رائے نکھر گئی تھی ہو؟ آؤ ان سے ملو یہ تمہارے
 ہاتھ بھائی کے چھوٹے بھائی ہیں۔" رائے نے تعارف
 کر دیا تھا وہ رائے کی اور بھی کمر توڑ کے رکھ دی
 تھی۔ اور رائے کی ایسی حالت کہ منہ سے سلام نہ نکلا
 کی۔ نکال سکی۔

[illegible]

کہیں۔ رائے شیشہ کے گامنی اہلستہ قہقہہ مکنی میں کی
 گزرتا میں پڑی تھی۔
 "کاش بلی ایسی دعا میں بھی دے جائیں۔" کانٹے
 تو بھری۔
 "پھر کیا ہو نا؟" مہر میں نے پوچھا۔
 "پھر میں وہ سانسے نیٹے دو سانسے بھائی سے شادی
 کر لیتی ہوں۔ کمال پر شاہی ہے اس کی مسلسل دل
 دہر کاٹے جاتا ہے۔" کانٹے نے طعنہ دیا تو رکھا رائے نے
 اس نیکوں کو دکھایا جو مرغا ہری شخصیت پر ریچھ جاتی
 تھیں۔ بیش ازمن کا جاہر دیکھتی تھیں۔
 "رائے لاور کو بیٹا بن کو تیل لگاؤ۔" شائستہ جیہم
 نے توار دی اور مجبوراً اسے سب کی نظروں کا مرکز
 بنے ہوئے شاہی تیار کیا۔ وہ پہلے اور سبز کمرے میں شیشہ کے
 چہرے کے سوٹ میں بہت پوری رنگ رہی تھی۔ "انگ
 شرٹ کے ساتھ اس نے چوڑی دارپاس کام۔ پورٹائل
 شینڈل اکھسہ پن رکھا تھا۔ قمیص ہلکے زرخش اور
 بڑوں کا نیا۔ زرد اور سبز چوڑیوں سے بھری ہوئی
 تھیں۔" مہر نے اس پر اشارہ کیا۔
 وہ پانی بار میں لندہ دل کا ریتا رہی تھی۔ کیونکہ
 پچھلے بار جب سب بھٹی کی شادی میں بے حد
 پہل سے انداز میں تیار ہوئی تھی اور ہم کے ساتھ
 ساتھ ہمیں لے نکال دی تھی کہ
 "انا سہیل رہنے کی کیا ضرورت تھی بھٹی کی شادی
 ہے بن سوار کر خوشی منلو۔" اسی لیے اس نے وہ کمر
 آٹھ لگی تھی۔ "بھی اسے ستاؤشی نظروں سے رکھ
 رہے تھے۔ لیکن اس کا موٹا عورت ہو چکا تھا وہ ساری
 محفل میں در زوری رہی تھی۔
 * * *
 "یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟" وہ لوگ دم بہ خود گئے
 تھے۔
 "میں نے جو کہا ہے آپہن میں چکے ہیں۔" اس کا
 جواب تھا۔
 "نہی کل ہو گئے ہو یا؟"
 * * *

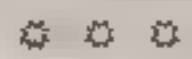
"یہی سمجھ نہیں۔" وہ بے نیاز تھا۔
 "کیا کہیے ہو سکتا ہے؟" غصہ بیگم شاک میں
 چینی تھیں۔

"جیسے میں نے بتایا ہے۔"
 "جو قسم لے رہا ہے وہ سنا نہیں ہے۔"
 "اگر سنا نہیں ہے تو اتنا مشکل بھی نہیں ہے"
 آپ لوگ چاہیں تو سب ہو سکتا ہے۔"
 "اگر کے چاہتے سے بھلا کیا ہوتا ہے؟" وہ بھونچلا
 کہیں۔

"سب کچھ آپ کے چاہنے سے ہی تو ہوتا ہے۔"
 اصل کو وہ بدو خوب دے رہا تھا۔
 "لیکن بیٹا یہ بات اس طرح کہنا ہرگز مناسب نہیں
 ہے۔ تم نہیں جانتے ان لوگوں پر کیا کڑے کی؟ کیا
 سوچیں گے؟ کیا کہیں باتیں کیا کیا سوچیں ان کے ذہن
 میں؟ میں کی؟ ان کے دل کی طرف سے جوش کے
 بدگمان اور سیکے ہوئے نہیں گئے۔" اسوں نے ہر طرح
 سے سمجھانے کی، شش ن تھی۔

"گوئی ہیں ہو گا بھلا ہو جائے گا۔"
 لیکن تم ایسا ہی کرنا چاہتے ہو؟" وہ حال سے
 لیے میں رہیں۔

"بریل میں پانچا ہوں" اگر آپ لوگ ایسا کر سکتے
 ہیں تو ٹھیک ہے۔ وہ میں کل کی لکڑی سے واپس
 انگلیہ چلا جاتا ہوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔" وہ اپنی بات
 کہہ کر اس سب پر حازانہ سی نظر ڈالتا ہوا وہاں سے
 نکل کر اپنے بیڈ روم میں چلا گیا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد
 اس کے ذہن میں کچھ آیا اور وہ بالکل اٹھا کر غصہ کا گہر
 ڈاکل کر رہا تھا۔ غصہ تو کل اسلام آباد میں ہونا تھا
 جانب کی وجہ سے ہاؤس کی رسم میں نہیں آسکا تھا اہلیت
 شادی میں آئے کا پکا وعدہ تھا۔



"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" رائے وہ بہ خود بخود
 تھی۔
 "ہاں! میٹا اب تمہاری بہن کا ساگ تمہارے ساتھ

میں ہے، مگر انکار کوئی تو مان ایک بار پھر بکھر کر رہ
 جائے گی۔" شائستہ بیگم نے اس کے سامنے تصویر کے
 وہوں میں ایک ساتھ رکھ دیے تھے۔

"سہما اپنی بکھر کر رہ جائیں گی" آپ کو یہ خیال ہمارا
 آ رہا ہے اور میں؟ میرے بارے میں سوچا ہے آپ
 نے؟ کیا میں اس بد کردار انسان کے ساتھ رہا ہوں
 کی؟" وہ سیدھے گیسے میں چھا تھی۔
 "یہ انسان بیشہ ایک ما نہیں رہتا مجھے تو وہ بہت
 اچھا لگا ہے۔" اسوں نے کمزوری دہل دی۔

"ہو نہ ہو اچھا ہونا تو آج اپنے بھائی کی شادی سے
 ایک دن پیسے یہ کر تو نہ دے گا، اس کی اس حرکت
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہرگز نہیں بدلتا وہ آج بھی وہی
 تھی ہے جو تین برس چار سال پہلے تھی۔" وہ مضبوط لہجے
 میں بولتے ہوئے بھونک رہی۔
 "وہ تم سے محبت کرتا ہے بیٹا" اس نے ابھی مجھے
 فون پر سب کچھ بتایا ہے۔" شائستہ بیگم کی ہلکتے ہوئے
 چہرہ تھی۔

"وہ تم سے محبت نہیں کرتا بلکہ وہ تم سے ہے۔"
 رائے "بدر" نے جتنے چپ ہو گئی تھی اسے پتا تھا کہ
 اس نے وہ قصہ سنا وہ تو بھی غلط اسے ہی غصہ لے جائے
 گا۔

"میں جانتی ہوں چنانچہ تم دونوں کے درمیان دور دور
 سے ہی سخی لیکن محبت اور پندیدگی کا رشتہ تھا جو
 تمہارے شک کی بنا پر جڑنے سے پہلے ہی ٹوٹ کر رہ
 گیا۔ لیکن حسن بہت اچھا ہے اس رشتے کو دوبارہ
 جوڑنا چاہتا ہے۔" وہ محو رائے بہ گہری جھوڑا۔ "وہ اسے
 سمجھ رہی تھیں اور رائے ہکا بکا ان کی صورت دیکھ رہی
 تھی جس نے سچا بھوٹا قصہ سنا کر ان کو تقریباً "کا کل کر
 ہی ہاتھ ملکہ کچھ بھی سننے لو مانے کو تیار نہیں تھی۔
 "میری طرف سے انکار ہے۔" اس نے کہہ کر
 دوا دوا کر دیا تھا۔



"طلاق؟" رائے بیگم کی دوسری طرف سے طلاق

وائے سنتی برا کر رہیں۔ آ رہی تھی۔
 "بھلا؟" وہ بھائی انیس بھائی شائستہ بیگم
 اور حیدر صاحب بھگتے ہوئے آئے تھے ہاتھ کی

بے ہوشی سے صبح کی سحر گھر میں بھگتے رہی تھی
 پوری رات ان لوگوں نے جاکے ہوئے آنکھوں میں
 تزاری تھی اور ایسی مصیبت انگ۔
 آج آٹھ بج رہی تھی کل نو تو میرا کو شادی کی تقریب
 تھی لیکن یہ تقریب بھی خیرے میں نظر آ رہی تھی
 حیدر صاحب کے کندھے پر تھے تھے تھے اور شائستہ
 بیگم نے حمل ہی پھر رہی تھیں پہلے انہوں نے بچپن میں

تی ہاں کی لکھنچ منٹ ہی بہن کے بیٹے کے ساتھ
 کو رہی تھی وہ انگریزوں میں اور اس کی بہن کیسڈ میں
 باپ کی پذیر تھیں۔ ہاتھ اور عطف کی کللی اندر
 اسٹینڈنگ تھی وہ توں فون۔ ٹکھوں ہاتھ کرتے تھے
 روزانہ گپ شپ ہوتی تھی چکیں پھر نہ جانے کب اور
 کیسے عطف نے دنا شروع کر دیا اسیں پتا تب چلا
 جب وہ ایک انگریز لڑکی جس کے ساتھ لکھنچ میں گیا اور
 وہ انگریز لڑکی توں ہی اسے شادی کے لیے نور اس
 رہی تھی اس سے شاید کیس تھی کر رکھتا اور یہ
 صدمہ مانہ کے لیے کللی نقصان نہ ثابت ہوا تھا اس کا
 خوس پر یکہ ڈاکن ہو گیا تھا وہ عطف سے بہت اچھی
 ہو چکی تھی اور اس صدمے میں کللی حساس بھی تھی کی
 وجہ تھی کہ اسے سمجھنے میں چار پانچ سال لگ گئے
 تھے۔

پھر وہ تیس برسوں کے دن کوں ٹھکانا رہی لیکن
 لاہور ایک صدمہ والوں کی شادی میں جاتا ہوا تھا اور
 اس کی تھیں سے ملاقات ہوئی تھی ہاتھ لوگوں کو بہت
 پسند آئی تھی۔ تیسرے ہی روز وہ لوگ پر پوزل لے کر
 گئے۔ ہاتھ چاند سے دھو مل چکی تھی اس کی
 ریر رہی شخصیت بہت متاثر کن اور اچھی لگی تھی سو
 اس رشتے کے لیے رضامندی ہو سکتی تھی لیکن منطقی
 سے حد اس نے چاہتے کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا ہمار
 سے خوب نہیں رکھتا چاہتی تھی۔ اسے وہ ہم ساتھ
 تھے اور آج اس کے وہم چ حاجت ہو رہے تھے اس

میں جانتی ہوں چنانچہ تم دونوں کے درمیان دور دور
 سے ہی سخی لیکن محبت اور پندیدگی کا رشتہ تھا جو
 تمہارے شک کی بنا پر جڑنے سے پہلے ہی ٹوٹ کر رہ
 گیا۔ لیکن حسن بہت اچھا ہے اس رشتے کو دوبارہ
 جوڑنا چاہتا ہے۔" وہ محو رائے بہ گہری جھوڑا۔ "وہ اسے
 سمجھ رہی تھیں اور رائے ہکا بکا ان کی صورت دیکھ رہی
 تھی جس نے سچا بھوٹا قصہ سنا کر ان کو تقریباً "کا کل کر
 ہی ہاتھ ملکہ کچھ بھی سننے لو مانے کو تیار نہیں تھی۔
 "میری طرف سے انکار ہے۔" اس نے کہہ کر
 دوا دوا کر دیا تھا۔

نے اتفاقاً "فون کل رہی تھی دوسری طرف چاند ہی
 تھے وہ رائے کے انکار کے نہ عمل میں طلاق کی بات
 کر رہے تھے۔ کہ اگر رائے کل تک نہیں مانتی تو وہ
 طلاق کے بعد نہ رہے۔ سائن کر دیں گے جس گھر میں اس
 کے بھائی کے لیے ہیبت نہیں تھی اس گھر میں وہ بھی
 قدم نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور ہاتھ ان کی اور پوری بات
 من کر رہی ہے ہوش ہو گئی تھی اسے لکھنچ میں
 ہسپتال لے گئے تھے اور اس کی بے ہوشی اور طلاق کا
 سن کر رائے بھی کمرے سے باہر کل تلی تھی قدم تھکے
 تھکے تھے۔



مقرر نور "میں جہاں میں جہاں ایک دوا دوا ہون کے
 دینے کا انتظام کیا گیا تھا وہاں اب وہ دوا دوا رہیں
 ایڈ جیسٹ کے گھر تھے جو بھی سہل آ رہے تھے وہ
 ایک کی بھانجے وہ بھڑیاں دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔
 وہ بھانجے بھانجے خوش اور فریض نظر آ رہے تھے اس کی
 خوش اور رائے اور سے ان محسوس ہو رہی تھیں۔ جبکہ
 ہاتھ اسیں بے دوا دوا اس اور گھر میں تھی تھیں۔
 وہ دوا دوا بھائی ایک گھر میں رہتے تھے اسے شائستہ
 شائستہ رنگ رہے تھے البتہ دونوں دسوں نے شاکنگ
 پنک کمر کے نیچے بہن رکھے تھے غاصہ بیگم نے ہاتھ
 کارنگا اپنی پسند سے تیار کر دیا تھا اور کل چپ ہاتھ
 کے ہاں جانے کا پتا چلا تو انہوں نے اسی کو تھک سے
 بڑی مشکل سے دوسری سگاڑا لٹا دیا تھا بیٹے کا میٹرل
 پہلے سے تیار تھا شاید اسی لیے بوجھ والوں نے ایک
 راست کے اندر اندر دوا دوا تیار کر دیا تھا اور تین مہینے
 لینگا غاصہ بیگم کے گھر پہنچ گئے تھے البتہ یہ بات اور
 تھی کہ انہوں نے ارشاد تیار کر دئے جانے دئے
 بیٹے کی قیمت ڈال دی تھی اور ایسا ہی حال زور کے لیے
 بھی ہوا تھا۔ بیٹنگ زیور بھی مشکل سے دستیاب ہوا
 تھا۔ جدی جدی میں انہوں نے چار پانچ بیڈی
 میڈ سوٹ بھی خرید لیے تھے اور باقی کی شاپنگ شادی
 کے بعد مل دی کہ رائے خود ساتھ آکر خرید لے گی۔

میں کا سب کچھ تو پہلے سے تیار تھا اس رات کے لیے سب کچھ بھی نہ کیا تھا۔ ملائکہ رات کو لوں چڑھا سے کوئی سروکار نہیں تھا تو بہت سی بیٹی بھی اسے تو قرص کے ساتھ سودا کی طرح لڑا جا رہا تھا جس کا اپنا کوئی وجود نہیں تھا اپنی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ کسی نے اسے مانگا اور کمرہ والوں نے بے جان شے کی طرح انکار دے دیا۔ جیسے اس کے ہونے اور نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اور یہی دکھ اسے لو اسیوں اور حب کے حوالے کر گیا تھا وہ اس ماحول میں جیسے باندھ کر بٹھائی گئی تھی۔ قرار کے تمام راستے مسدود ہو چکے تھے۔ جہاں ممکن نہیں تھا اور اس کی اسی بے بسی پر یوں نگ رہا تھا جیسے بھی دیکھے شے والے اس کا ذاتی ازار ہے جسے اس غافل کا احساس نہیں تھا تب ہوا جب کسی کے قدم دوست ملنے کے لیے پہنچے آئے تھے۔

"السلام علیکم یارب العالمین" تو صیغہ اعراس سے دریا سے تھکتے ہوئے یہ رات نے چنگ کر نظر میں آئی۔ پانی بھر گیا دیر کر خوش ہو رہے تھے مسکرا رہے تھے۔ ان کی مسکراہٹ اپنی بے بسی کی ایک اور شکل تھی۔

"ہاں ہاں۔۔۔" کسی کا دست وجہت بھی نہ کیا۔

"اے خدا۔۔۔" اسکو پریشان کیا ساتھ گزارا تھا پھر وہاں سے اس پلا گیا تو ملنا سنل ختم ہو کر رابطہ صرف لوں اور بیٹ تک محدود رہ گیا تھا۔ اور توجہ کل وہ دستاں کیا ہوا تھا۔

"بھائی یہ گھٹ آپ کے لیے۔" وجہت نے گھٹ اس کی طرف بڑھا اور رات گھٹ تھا جس کے لیے ہاتھ آگے میں بڑھا سکی تھی۔

"تھیں ایک پورا پورا پھر نام ہوگے۔" حسن نے اس سے گھٹ تمام کر چل پڑا رکھ دیا تھا۔

"مگر یہ ہماری طرف سے۔" ضمیمہ علی اولیاء" وہ اس اور توصیف نے بھی بار بار یہی تھا نقب دینے کے لیے۔

جیسے ایک اس کا دست نہیں بھی تھا جو سیاہ گھٹ ہا رہے والے تھا وہ بھی اپنا سبز گھٹا ہونے کی پورے چلا گیا تھا کج کل لٹائی ہوئی کی بڑی سموت بھی اس لیے سمی صاحب حیثیت اس سموت سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ مہمان بھی آ رہے تھے اور تلوے والے مہمانوں میں انھیں اسد اور آمد دیکھو بھی شامل تھیں رات کے ان سب کو دیکھ دیکھ کر فٹ کھانے کے قریب ہو گئی تھی کہ اس نے کس کس کو الٹا دیکھ کر رکھا تھا اور یونیورسٹی کے اتنے ساحل بعد بھی اس کا اس سب سے بکھٹکتا تھا یہاں تک کہ اس نے اپنے تین چار بچہ کو بھی نہ دیکھا ہوا تھا وہ سب کسی کا وسیع حلقہ احباب دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔

تانا میں گلوں سے بھی پیچھے نہیں رہی رات نے اپنا مجموعہ ہونے چاہئے کا نام مٹا رہی تھی۔ ہر شے کی ایک رنگ تھی یہ پھل یہ بستر یہ سحلوں یہ کمرانہ گھر نہ تو کس سب کچھ سے سب کچھ ہی تو ایک ہوا تھا وہ اس کی جیت و ہمت کی شکل سے نفرت و نفارت محسوس ہو رہی تھی۔ اس کاٹ چلا ہوا تھا وہ اس کے جس جس گھر کے رکھ دے ہر چیز کو ایک گادے اور اپنی بے بسی پر دھاڑیں مار مار کے دے دے کہ وہ تن اس شخص کی پابندی نہ کر سکی تھی جس کو وہ دیکھتا بھی پسند نہیں کرتی تھی تو کسی بھی لحاظ سے اس کے قابل نہیں تھا جو قدرتی اور محسوس کے بارے میں جس اور نہ کر رہا تھا اور انسانی چاہاں بھی تھا اس نے کتنی تسلی سے بیٹھے تھے چل چل کر اور رات حیدر جیسی بالکل خیر تو کی کو اپنی طبیعت میں لے لیا تھا لیکن اس لیے اس کی بھی نہیں تھی کہ اس کے سامنے ہر جگہ کاوتی بھی بلائی تھی یہ ممکن اور اتنا پرست لڑکی تھی اپنی بات سے ہٹا ہوا پھر اپنے خیالات کو غلط قرار دے اسے بھی نہیں تھا تھا۔

وہ جیت کو سکتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی جب وہ اڑے پہ ہونے والی آہٹ سے چونک گئی۔ نہیں

"وہ نہیں تھا جو وہ سمجھ رہی تھی۔" وہ بولتا تھا "خاصہ بیگم کی تو اس کے قریب اپنی اس نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔" خجیب ہوں۔" وہ دم سے بچے میں رہی۔

"کھانا لے کر توں؟"

"میں بھوک نہیں ہے۔" اس نے انکار کر دیا۔

"صوب کیوں نہیں ہے؟ تم نے ہونٹ میں بھی کچھ نہیں کھد بھی میں مانہ کو بھی کھانا دے کر آئی۔" وہ بولتا تھا "کل رات میں خوش ہے تم بھی ہر شے سے جھٹک کر اپنی ٹینش کم کرو اور انجوائے ہو۔" یہ کہتا تھا مانہ کا بے انتہائی تھرا رہا بھی ہے کسی بھی شے کی بھی مہلے میں جھٹک اور شرم سے کلمہ مت بولنا۔" یہ میرا دست اچھا چٹا ہے بہت فین اور نہ کچھ۔" یہ پال ہے کہ تم اس کی طرف سے ہاتھ نہ نکالو۔" وہ بولتا تھا "میں ہے کہ جب بھی تمہاری بدگلی دور ہو۔" اس سے ایک ہنسن ہنسن سر کے وہاں میں دیکھو کہ تم وہ تو مائی وائی سداست رہے۔" وہ بولتا تھا "ہر دور وہاں سے وہاں سے کمر تھپک۔" یہی

رات چپ کی چپ مٹھی رہی اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا چند منٹ بعد مارمہ وہ وہ اور کھانے کی شے رکھ گئی خاصہ بیگم کو چاہا تھا کہ وہ کل سے بھولی ہو۔" یہ کہتی تھی تو کھانا کھانے کی۔ جب رات کے رات میں ہو گیا کہ اب اور کوئی بھی اندر نہیں آئے گا۔" اس نے اچھے اور مہاس تبدیل کرنے کا سوچنے لگی۔ اس نے اس نے بیڈ سے اترنے کے لیے پاؤں چاہا۔ اس نے وہ دروازہ تو اس میں قہقہہ لگاتے ہوئے ٹپک میں اندر داخل ہوا تھا جیسے اس کو پیچھے کی بکڑی کی کوشش کی ہو اور یہ کام یقیناً ہی ایک بے دالے کا ہی تھا اس نے اسی طرح جیسے وہ اس کے کلاک گریوٹ بھی چڑھا دیا تھا۔

"میں دیکھ رہی تھی میں بیچا میں۔" اس نے وہاں سے دور وہاں سے ساری رات پہلو دیا کہ "پھر سے اس کی بہن سعادتی کی کہ از آئی۔"

ایک سال پہلے ہی اس کی بہن سعادتی کی شادی ہو گئی تھی وہ اپنے بیٹے کے ساتھ ملک سے ہر طرے کی بھی اور اب بھائی کی شادی میں آئے میں ہی اہم ہو رہی تھی شادی سے پہلے بیٹہ لٹنے کی بنا پر کہ اس کا کھانا بھی تھی اس نے "مگر وہ توں بھائیوں کا استقبال خوب کیا تھا اور اب نیک کے لیے شور مچا رہی تھی۔"

"میں ہے پھر وہی رہو کسی کو اندر مت آنے۔" خجیب نے شرارت سے کہا اور وہ کھانا بھی ہوئی پاؤں پختی ہوئی چلی گئی کسی کو اس کی ٹپک ٹپک کرنی نہیں کی تو اس نے اپنی بھی مٹھن ہو کر ٹپک کر بیڈ کی طرف گیا اور رات کے قدم بیڈ سے نیچے دیکھ کر جھٹک گیا تھا اپنے تاثرات کنٹرول کرتے ہوئے اس نے بغور رات کی طرف دیکھا وہ سو غلوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"یہ بات ہے؟ کمال کی تیاری ہے؟" وہ مارل سے اندر بٹھ کر ہاتھ مار رہا تھا۔

"سب کچھ ہو تم سے ڈر کر بھاگے وہاں نہیں ہو۔" وہ بولتا تھا "تو بہت چپ کرلوں۔"

"وہیں سے مجھے تم سے کیسی امید تھی۔" وہ خوش کا اظہار کرتا اس کے برابر بیڈ پر بیٹھ گیا تھا وہ بھی اسے قریب کے دونوں کے کندھے آگے دوسرے سے مس ہونے لگے۔

"انجھ سے دانت تمہاری ہر امید کا کام رہے گی۔" وہ اشتیاق سے بول رہی تھی۔

"میں ایسا نہیں ہو گا بلکہ مجھے امید ہے کہ تم میری ہر امید پورا کر دو گی۔" خجیب نے عجیب سے لہجے میں کہتے ہوئے رات کا سوسہ کی چوڑیوں اور انگوٹھیوں سے سجائوٹی ہاتھ اپنے ہاتھ میں تمام لیا تھا اور اس کے ہاتھ کو سلاتے ہوئے ہٹکا سا چوڑیوں کو چھیڑا تھا رات نے اس کے لمس سے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے ہاتھ واپس کھینچ لیا تھا۔

"وہ توں بیچ کی خور نہ ہو۔" وہ نفرت سے بھکاری کی طرح اس کی حرکت پر مشتعل ہونے کی بجائے مسکرا دیا۔

وہاں پر ایسا ہی ہوا کہ رات کو توجہ سے شادی کیوں
کی رات سہسنگی سے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پہلی
نظریں پہل میں بیٹھے لوگوں پر تھیں جو گردنیں موڑ کر
انہیں استغیابی سے دیکھ رہے تھے اور کہنے کے بعد ان

”میری دراصل حسنی صاحب کی ایک نئی لڑکی کے
ساتھ فریڈ شپ ہوئی ہے، ابھی اسی سال میں دونوں بیو
ہے کر رہے تھے تب سچ بچاؤ کر چکے تھے۔“ تو صیغ
نے شاید کوئی برا تاثر نہ دیا تھا۔
”کوئی بات نہیں، فریڈ شپ تو کسی سے بھی ہو سکتی

ہوئے اور بے ہوش ہو گئے لیکن ہر کی نازکی بتاتی تھی
وہاں سے نہ آئے تھے نہ آئے تھے نہ آئے تھے نہ آئے تھے

32735021

آج وہ بالکل خاموش تھی جس کو میں خاموشی کروا کر اٹھ جاتا تھا۔ گھر پر انہی ہی کھڑکیاں جاتی تھیں اور آج میں چاہتا تھا کہ وہ بولے تو کسی طرح جوتے کو تیرا نہیں تھی۔

وہ میری بھابی تھی۔ لیکن میں وہ سب سے پہلے میری چچا رات تھی۔ میرے سب سے پہلے چچا کی سب سے پہلی اور وہ چچا جھوٹے ہونے کے باعث سب کے ڈانٹے تھے اور وہ سرے والی تھے۔ ہر بات میں انہیں کی طرح کو فر اور رعب و دبدبہ ہونے کی بات گویا پھر کی ٹیکر۔ وہ حقیقتاً ٹیڈل لارڈ تھے۔ تھے تو سارے ہی بھائی ایسے مگر چچا سب سے سوائے تھے۔

میں یعنی فرید علی بخاری اور وہ یعنی لیلیٰ بخاری ہم دونوں نے بالکل علاحدہ جگہ جنم لیا تھا۔ ہم بوسہ ملنے کے بعد ہی نہیں تھے ہماری سوچ ہمارے افکار ہیں جو کہ سے فطرتی مختلف تھے سو کے تھے سہ میں سے پر پیدا ہونے پر بھی ہمارے ہونے میں جو چیزیں ہیں میں اپنے الہ کا رکھتا۔ ہم لوہے کے بندے تھے۔ ہم رنگ پھر ہمارے ہونے کو تو کتاب ہے ہونے سے۔ ہر چیز میں ہمارے ہونے کے ساتھ رہنے پر مجبور تھے۔ وہ مجھے سے آگے نہیں تھی۔

”سو! تم سے بھی کہ کھٹکھٹا ہے“ اور میں اسے غور سے دیکھ کر کہ

”ہاں دیکھا ہے ریگستانی پور ہے۔ میں کہا کرتا تھا۔“ ہاں ریگستانی ہی ہے مگر وہ بڑا سخت جگہ پور ہے کہ مٹا جانے میں سوا سو سو کر حالت ہے مگر پہلی کی تلاش اور پاس اس کے بدن میں کانٹے اچھادی تھے۔ ایسے ہی کانٹے میرے وجود میں بھی اچھے ہوئے ہیں۔ بہت پاک ہے میرے اندر محبت کی پیاس اور تمہیں بتا ہے کہ کھٹکھٹ کی جڑیں زمین کے اندر گہری ہوتی ہیں۔ بہت دور تک۔ ایسے ہی میری جڑیں بھی بہت گہری ہیں۔ مجھ میں کی تلاش میرے اندر ختم ہوتی ہی نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں تمہیں کے درمیان ہستی ہوں مگر میری جڑیں ان پتھروں سے لگی ہوئی ہیں کہ شاید یہ پتھر بھی مجھے اپنے وجود کا حصہ تسلیم کرنے لگیں۔“

آدھری سے ہوتی۔

”ہیں میں پاس۔ آج کے لیے اتنی ہی قلمیاد۔ مگر بہت ہے یہ پتھی ہو گئی ہمارے کی گون ہو تو وہ۔“ میں اس کی بات کو دانت میں اڑا تاکہ اس کا موڈ بدل جائے۔ مگر یہاں کرنا عموماً ہوتا تھا جس ہی ہوتا۔

”یہ قلم نہیں ہے لہذا یہ حقیقت ہے کہ وہی حقیقت میری زندگی کی سب سے پہلی سہانی۔ مگر تم کیوں سمجھو گے نہیں تو اس دکھ سے گزرتی نہیں پڑا۔ تمہاری دل لے تو تمام موٹے پچے پید کیے ہیں۔ تم اس دکھ کو سمجھتی نہیں کیونکہ میں نے دل کی گون میں آتے ہی غموں کو یہ تھا۔“ وہ ہوتی ہی چلی جاتی تھیں۔

وہ نے بھی اس کا جواب دیا ہوتا تھا۔ دانتی نے اپنے تمام بیٹوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی تھی۔ کہ اس کے دل میں وہی تھی جس میں درپہل تو بھی تھی میں اور اس کے سینے میں کی بات پر ایمان سے آئے۔ کیونکہ دانتی کے خود بھی چاروں بیٹے تھے اور یہ عقیدہ مور بھی رہا۔ وہ کیا جب بڑے۔ جو پتھر سے ہوتی اور پتھر سے کھدائی ہوئی بیٹوں سے جاتی تھی۔ ایک میں سب جانتی تھی وہ میں ہی تھی اور چوہے۔ ایک ہنگامہ تھا کہ اسے اپنی اوندھ ہی تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھے۔ سب کے ہاتھ ایک نیا قاتل اکید۔ مسخرانہ لگائیں چاہتی پر انہیں لگیں۔

تب ہمارے چچا نے چچا کو سمجھا تو طرفوں سمجھ کر چچا کی عزت و کوڑی کی ہو گئی پہلی کا نام چارہ تک نہیں رکھا گیا۔ پھر میں نے اسے پہلی پکارنا شروع کیا تو وہ پہلی ہو گئی۔ اس کے بعد چچا کے پہلے چار بیٹے ہوئے مگر اس کی وہ کھوئی عزت بھائی نہ ہو سکی چچا نے پہلی کو پورے تین سال بعد رکھا تھا۔ وہ دن کا حکم تھا کہ جب وہ دن چلنے میں آئیں تو اس لڑکی کو اس کے سامنے سے ہٹا دیا جائے یوں میں سال تک اس کے علم کی تحصیل ہوتی رہی۔

تب میں سال بعد وہ خود سے کھاتی چاہتا اس کے ساتھ آگئی تو انہوں نے نہ دیکھا کہ جس پہلی کو وہ اپنا تسلیم کرنے سے بھی انکاری ہیں وہ تو وہی وہی کاہن تو ہے

لیکن میں تنگیوں انہی کی طرح کے سب سے پہلی۔ ان میں سب سے پہلی۔ گنت کھڑی مشہور سی تھی۔ صاحب بدین اٹھل کی گھر لیلیٰ کو اپنے ہی بابا اس میں کے پاس آگے کی اجازت پھر بھی نہ مل سکی۔

چوہلی کا ہاں عجیب سادگی سا تھا۔ یہاں کی عورتوں کی زندگی بڑی بے پور اور محکوم سی تھی۔ اس کی ہر دست و پا کے فیصلوں کی محتاج تھی۔ اس کے باوجود بھی یہ عورتیں ایک دوسرے کی دغاوار ہونے کے بعد۔ یہی عورتوں کی دغاوار تھیں جو کہ اس کا حصول کر۔۔۔ گھر کی ہر عورت دوسری عورت کی معمولی سی حرمت بھی اپنے عروں کے گوش کر رہتی تھی۔ ہائے چچا کے۔ چچا کی فطرت بالکل ملک بھی وہ تھی۔ کھٹکھٹ میں اس کی زندگی گونج کے بعد۔ کراچی میں گہری تھی۔ یوں شروع سے ہی میں پر سے چھائی اور بے شرمی دیکھتا تھا۔ چچا کی بات ہے مجھے بھی نظریہ اسکا۔ پہلی کی پیدائش پر اس کا سنا انداز ہوا۔ پہلی کم عمری کے میں نفسوں سے اونچا۔ ہوتا نہ رہا بھی۔ سب سے سب سے اولاد میں ہو گیا۔ پھر پھر میں۔۔۔ وہ پہلی کی عورت اور فطرت میں۔۔۔ وہ بھی۔۔۔ ہاں تو بات وہ رہی تھی حویلی کے ماحول کی چرچا سے بعد وہ خوفناک آئے کہ حویلی کے در و دیوار لرزتے تھے۔ پھر کچھ لیں پر مسخرانہ مسکراہٹ ہوتی اور ہاتھ چپ پر تھیں اور سسکیں۔

ایسے تھے اور سادگی ماحول میں چچا کی جیسی عورت کا کر رہا بہت اور میری اٹھل تھی اور ایسے ماحول میں پہلی جیسے ان دنوں چاہتے کا سوا انہی کر جانا اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات تھی۔ لوگوں کے دہرے میں رہت۔۔۔ عروں کے حد سے بڑھے ہوئے اختیارات عورتوں سے تھوڑا دور لڑکھڑکھیں سلوک اس سب سے اس کے اندر بھگوت بھر دی تھی۔ مگر یہ بدعت کو ظاہر کرنے پر تیار نہ تھی بلکہ اتنی بہت تھی کہ اس بدعت کو خود اپنے ہی اندر کیلئے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ اور کھٹکھٹ بھی رہتی تھی۔ کیونکہ اپنی بدعت سے ہی اندر بچنے کا وہ اس سے چاہتی تھی۔

کون تھا۔

تعلیم دوانے کا چاہو کالے کوئی اور نہیں تھا مگر چچا نے شاہ زیب پہلی کے سب سے چھوٹے بھائی کی پیدائش کا یہی احساں کیا تھا۔ سو چچا نے چچا میں سکے اس پر بھی بنا طرفوں تھا۔ مگر چچا نے یہ کہہ کر اس طرفوں کو ختم کر دیا۔

”اپنی بات سے پھر جانا۔ اس کی روایت نہیں ہے۔“ اور بات جب قوم پر آگئی تو سب کی زبانیں خاموش ہو گئیں۔ یوں پہلی اسکول جانے لگی۔ چچا اسے خود پر حوالہ نہیں دے سکتے تھے اور وہ تیزی سے کال میں چپ کر گئی چونکہ سال کی عمر میں میٹرک کر چکی تھی۔ چچا نے انعام طلب کرتے ہوئے ایک کھٹکھٹ کی بھی اور وہ یہ کہ چچا سے کہہ تھا کہ ”لیلیٰ سب تک اور جہاں تک چاہتے ہو اسے برحق میں گئے۔ اور وہاں میں کس صورت میں رہی تھی۔“

لہذا میٹرک کر کے پہلی نے پر یوب انٹر کی تیاری شروع کر دی کہ یہاں ایک نامور اور اس دن اپنے چچا سے تھی حرمت تو میں اس کی نہیں۔ وہ شعر کا کر کا جس میں بڑے یا پائل میں رہتے تھے۔ مگر چچا چاہتے تھے وہی مسئلہ نہیں تھا۔ پہلی کا تمام بھائی ہی کر رہی میں تھا۔ وہ تو یہ حیا و سبہ شرم و عیہ یہاں تھے۔

بہر حال قصہ کو نہ پہلی کی تعلیم جاری رہی مگر پرائیویٹ انہی دنوں ہماری پارٹی کے چیئر پرسن جس کے پارٹی ٹکٹ سے ہم اپنے علاقے میں الیکشن لڑا کرتے تھے۔ اس کا ہمارے علاقے میں اختلال مہم کے سلسلے میں آتا ہوا اس کی رولش کا بھی ہماری حویلی میں انتظام کیا گیا۔ انہیں جب پتا چلا کہ اس حویلی کے تمام کمینوں کی صرف ایک ہی میٹی ہے تو انہوں نے بطور خاص پہلی کو ملو کر اس سے ملاقات کی۔ حویلی کی تمام عورتیں جل حرس اور جب انہیں پتا چلا کہ پہلی پرائیویٹ انٹر کی تیاری کر رہی ہے تو انہوں نے چچا کو خوب لڑاؤ اور ہونہار چھیڑ چھا کر کہا کہ ان کا تو اپنی سلوک ہی ”تعلیم پر ہر خاص و عام کا حق ہے۔“

اچھے لگتے ہو۔ ہم نے مننے ہوئے کہا۔
 "شکریہ" میرا لہجہ بخیر قرار تھا۔

"جانتے ہو! میرا دل چاہتا ہے کہ ایک بار صرف ایک پارسیف کے گھر والے ضرور مجھے بلا سائیں۔ مجھے آئیں۔ مجھے اپنے بھائی کی سیاسی کانپور انجیل ہے مگر کیا پتا سیف ہی بخت اور ہو اس کے بخت ہی اور اور ہوں اور پلا سائیں ان جائیں۔" وہ جیسے خوب میں بول رہی تھی۔

تب مجھے اس لڑکی سے ڈر لگا تھا یہی ہارست نونہ اور پھر میں نے چچی کو اٹھو میں نے کر لیں بریات بنادی اور چچی ایسی خاموش ہو گئیں جیسے طوفان سے پیسے سمندر خاموش ہو جاتا ہے اور اسی رات چچی کے بچے میں درد اٹھا۔ ان کی حالت ایسی خراب تھی جیسے کہ وہ قریب المیہ میں۔ ڈکٹر کہ میں ہی شہر سے لایا اور ڈاکٹر کے مطابق انہیں "بیش فری" دینا چاہیے تب چچی نے چانچ سے کہا "وہ مرے سے پہلے لٹی کو اپنے گھر کا ہو سکتا تھا چاتی ہیں۔"

اور پھر ایک بچہ۔ اندر چلی کی شان ریاب سے ہو گئی۔ شادی پر زیب دھو، ہر عزت دھو، کٹر یہ پہلی اور آخری شادی تھی۔ جو چولی کے تھپوں کی آہیں میں بھٹی تھی۔ اسی دن ڈیرے پر عورتیں ملتی گئیں اور وہ رات میرے لور ڈانگی کے علاوہ جو بی کے تمام مہویوں نے ڈیرے پر گزری۔ کیونکہ یہ وہ مقام تھا جہاں محمود اور ایک ہی صف میں کھڑے تھے اور وہ تھی کہ یہ رات زریاب نے بھی ڈیرے پر گزری کیونکہ وہ ترابہ کا تاجہ کی جو چکا تھا کہ حلال مشکل سے ہی اس کے ملنے سے اترا تھا اور کون سی اس نے لٹی سے شادی اپنی خوشی اور اس کی کے لیے کی تھی۔

لور میں جانا تھا کہ وہ رات اس بازو کا احسان و جذبات والی لڑکی پر کس قیامت کی رات ہو کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ زریاب کی منتظر تھی۔ یہ کوئی اس سے بڑی اچھی امیدیں وابستہ کیے تھے مگر وہ سب کچھ تھی کہ وہ شخص جو اس کی ذاتی رنج سے بخت پہنچے دے بلکہ نچلے ہوئے کیا سستی پر رونق تھا۔ جس میں ہر

برائی تھی جو حلال عوام کے فرق سے واقف نہ تھا۔ زلت اور پستی کو چلی سکتا تھا۔ اس نے لٹی جی خانہ لائی باکرہ دار اور پاکیزہ لڑکی پر ایک بازاری عورت کو ترجیح دی۔

شادی کے بعد کی لٹی شادی سے پہلے کی لٹی سے بکسر مختلف تھی۔ اس کی آنکھوں کے جھکے مرگے لور چہرے کے گلاب مرتھائے تھے۔ مجھے اسے دیکھ کر صدمہ سا ہونے لگا۔ چلتی بیٹا کی بستی بند ہو گئی اس کا خاموش غلاؤں میں سکے جاتی۔ صورتاً بات کرتی کبھی کبھی میں سوچتا۔

میں نے اپنی دوست کے ساتھ دھوکا کیا ہے میں اسے اپنا بخت دینے دیتا کیا پتا وہ بخت اور ہوتی اور وہ میری تھی۔ پھر تو کوئی بھی نہیں سے بھی آسکتا تھا مگر یہ بات بخاریوں کی ابھر ضرب ہوئی کہ پونہر مٹی سے کسی کارشتہ تیار ہے اور پھر اسوں نے اس کا کیا مل کر تھا۔ یہ میں ہی جانتا تھا۔ شادی تو اس کی ہر وہ صورتوں میں زریاب سے ہی ہوئی مگر ہر ریاب اس کا بھی سے بھی بچہ مل کر دیتا۔ مجھے اس کی ادنیٰ لور پر چھری تھی مگر وہ زندہ تھی رہے چل میں تھی۔

کمرے میں جس کے درمیان میں تھی وہ بھی زریاب تھا جو ترقی پتہ کے پرکس یا کرنا تھا۔ دونوں میں اندازہ لگا گیا پورے خرسلہ تھا۔

"قدیم کے ہم پر کون سے پارسلے چلا کر تلی ہو جو دوس میں اجڑ چکی ہو۔" لالچ لگتا۔

"تم اور تمہاری گندی اہلیت تم مجھے ہو جو کام تم کرتے رہتے ہو وہ کام ہر بندہ کرنے لگ کر ہو گا۔"

اس نے ٹھنڈے سے میں کہا اور زریاب کا پتھر پر راخت تھا۔

"مجھے یہاں چلی عورتیں پس نہیں ہیں۔" اس کا جہ نڈال اختیار تھا۔

مسراہٹ کے ساتھ کہتا۔

کہا سے کیا چولی کی ہر عورت بشمول تمہاری ہاں میں ہوتی ہیں انہیں حاصل کرنے کے لیے اس مال خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اس نے بھی زہرینے زہر میں سا اور زریاب نے اسے ریش پر دھکا دیا اور لٹی نے اس پر روک دیا۔

زینل عورت احوالی کی عورتوں کو لپٹے اور خود سے ملتی ہے تو سے کیا بخت گھٹا کاپالی پیسے ہوئے سے کا ہم پر گھر کے نوکروں کا ویسے دین۔ اس نے ریش پر چڑھ کر ساتھ چل رہے تھے لور کوئی عورت ان کی لڑکی جانی غصہ بھی سٹی بخاری تھی۔

کرکول کی۔ اگر تم میرا کہہ دوں گے میں زاری عورتوں سے کہو گے تو میں بھی ایسے ہی کرس کی روک ملے ہو تو روک دو۔" اور زریاب نے شادی شدہ عورت کو دے سے میں دین کر دیا اور چنچو کے پورٹن میں

تھروٹی بھی اس سے حق میں ہوئے وہ نہیں تھا۔ ہر وہی اسے میں دھکیلا دینے کٹر تھا۔ صرف ہر ہاں میں اس لگے رو آئے تھے اور مہمان نے اس کی مزاج میں۔ چاہتا ہے اسے کھانا چاہا۔

"مٹی میں ایک چپ سو کو ہرائی ہے خاموش رہ کر وہ بے تک چھپے پڑے کا آخر کار خود ہی ٹھک پار کر چپ ہو جائے گا۔" چچی نے اپنا آؤ موند فارمول پیش کیا اور وعدہ کیا۔

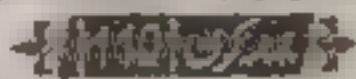
"میں وہ سکتی نہیں چپ نہیں رہ سکتی ہا۔ کج ہا۔" وہ بول رہا تھا۔ ان کا احوال پختہ اور حیا سوز عورتوں کے کنوں کو ستے۔ وہ شخص ہر وہ ایک تھی عورت کا صدمہ اور جو اس کا حسن حلال سو اس کی جسمانی خواہش بیان کرتا ہے۔ اپنی اور ان عورتوں کی اپنے ریش کی آخری حد تک جاتا ہے اپنی لور ان کی کہم چہ نیل مجھے بلور کرانا ہے۔ وجہ یہ نہیں ہے ملا میں اس سے محبت کرتی ہوں اور یہ سب میں کر مل کر ہوں۔ تو زریاب ہم کے ٹھک سے مجھے ریت نہ عورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ میرے لیے

تو دشمنی میں بھی دشمن کا باکرہ دار ہونا ضروری ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری پرورش سب کی گود میں ہوئی ہے اپنی احوال پختہ لنگو مجھے مزا نہیں دیتی۔ ذاتی لغت میں جھلا کر دیتی ہے۔ ہاں میں دریا سب کی طرح بد کردار نہیں ہوں۔ میں نے محبت کی بھی پاکیزہ اور شفاف محبت اس میں کوئی گلا نہیں لگائیں تھی کوئی کھوٹ کوئی سنا نہیں۔ عورت مجھے کرپٹ ثابت کرتا ہے میرے عورتوں میں بد کرداری کے نشان ڈھونڈتا ہے مجھے ان حیا سوز عورتوں سے ملتا ہے مجھے کہتا ہے میں نے گھٹ گھٹ کپالی ہے۔" وہ میں دہی تھی اور آنسو موتی کی لڑکی اس کے چہرے کو عورت بنے تھے۔

میں لور چچی خاموش ہو گئے۔ حرف دلا سا اور تسلی جو ختم ہو گئے۔ چولی کا کون سا موٹا جو یہ سب نہیں کرنا تھا۔ دلکی سمیت کلن دوڑ کا وہ تھا۔ مگر میں اس طرح اپنے ہی گھر میں اپنی عورت کے سامنے ایسے شرمناک اعتراضات۔ وہ مطابق چچی کے کسی مقام پر تھا۔ وہ اسے کون سی ان تہہ دینے کا طالب تھا۔ شاید وہ خواہاں تھی۔ پورے خور گزیر ہاتھ جس کے ایک بگڑا لٹکتی کی اور میں بھوکی تھیں۔ اس کا اٹھنا تھا۔ وہ اس کی محبت سے خالی تھا اور یہ حال نہ تھی ایسا کوئی مشکل کام بھی نہیں تھا۔ وہ وہ مختلف انہماک کے لوگ تھے۔ وہ مختلف تہذیبوں کے بندے۔ ان کی کچال لٹوٹل لارڈ عورتوں کو اسلے سے زیادہ مٹی کی صورت دیکھنے والے۔

وقت گزرنے لگا۔ زریاب زیادہ زور آور اور اپنی اپنی شادی کھونے لگی۔ زریاب کے قصبے سب میں زور عام ہونے لگے۔ مگر چولی والوں کے لیے یہ عام سی بات نہیں تھی۔ وہ تو حیرت میں بھی نہیں ہوتے تھے ان باتوں پر بلکہ سب سے فریق کے طور پر کیونکہ اس قصبے میں لٹی تھی سو جس قدر اندر اور استرا تہی نہی ضرور سب کے سبوں کا جلا کر لٹ تھی۔

میں لور چچی اس کی طرف سے محبت نظر مندر ہے



لگے مگر اب اس نے ہم سے بھی کچھ کھنچو اور یہ تھا اس دن میں نے اس سے اس کے لیے کی بات سنا تو بولی۔

”سنگھار پہنا کے دکھاؤں؟“ غور میں ملا جواب ہو گیا مگر میں نے بہت مسکرائی۔

”نئی کی زندگی میں زیرواب کب اتنی نصیحت اختیار کر گیا کہ اسے اپنے سنگھار کے لیے زیرواب کی نظموں کی ضرورت پڑنے لگی۔“ میری بات کا خاطر خواہ اثر ہوا۔

”فرہاد! مجھے نہیں ہے اور لوگوں کو ہے اگر تمہیک چلنے میں رہو تو زیرواب سمیت ہر نگاہ مشکوک ہوتی ہے بقتل زیرواب کے سنگھار ہے کس کے لیے جب کہ اسے میرے سنگھار کی ضرورت نہیں اور دیگر نظموں میں سوال کہ زیرواب نہیں تو کون؟“ وہ بے ساختہ ہنسی نوروہ نہیں نہیں دودھ کرپ میں ڈبا ہوا نہ تھی۔

”تو کیا نہیں اس لیے پر نہیں ہو جس کہ کس کا سوگ ہے؟“ میں نے اس سے اس سے مجھے دیکھا۔

”ہاں مجھے تو کسی کو بھی کسی بھی میں نہیں ہے مگر دل حرم یا ہے۔ میرا وہ تہ پہلے کی کشمکش تھی۔ مگر اب تو پنی کا نام و نشان ہی نہ رہا کہ بیعت میری جڑیں پانی کی تلاش میں تھی اور چاہتی ہیں کہ پناہ کو نہیں ہیں اپنا بھی۔ میری جڑیں میرے وجود میں ہی مرنے لگی ہیں۔“ وہ حلاوت میں غور کرتی رہی تھی۔

اب کچھ عرصے سے ایک نیا موضوع نیا مسئلہ سر اٹھانے لگا تھا۔ شادی کے دو سال گزرنے پر بھی اس کی گود چلی تھی۔ اب اسے بے یقینی اور خجور وجود کہا جاسے گا ایک بار اس نے مجھ سے کہا تھا۔

”فرہاد! اولاد میری خواہشوں میں شامل ہے ہی نہیں۔ اس کی دو خواہات ہیں ایک تو یہ کہ میں زیرواب جیسے شخص کی اولاد پیدا نہیں کرنا چاہتی اور دوسری بچہ بہت معصوم ہوتا ہے میں مزید کسی معصوم کو اس زہری فصا سے پناہ نہیں دیتی ہوں۔“ اور میں نے کچھ

کر رہ گیا۔

اور دو سال بعد ہی زیرواب لاہور سے راجہ گھوڑی چڑھنے کو تیار تھا۔ لب کے قریب قال میں پہنچی صبح کے نام لگا۔ پہلی اس شادی میں شادی تھی۔ ہر شخص اپنی جگہ حیران تھا بہت عرصے بعد علی کے چہرے پر شادی اور خوشی دیکھنے میں آئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔

”فرہاد! اب اس کی توجہ مجھ پر سے ہٹ گئی۔ مجھے اس کی نظروں میں خود پر بری لگتی ہے۔“ طمچ آئی۔ خود اپنے ہی وجود سے فرہاد مجھے شکوہ ہوا ہے خدا سے میں اتنی بری تو نہیں مگر کہ میرے لیے زیرواب کا انتخاب ہو نہ۔“ اور میرا دل اس لڑکی کے دکھ سے بھرنا چلا گیا۔

اور زیرواب کے چہرے پر بھی شکست کے آثار خوب نظر آتے تھے۔ اور اس کا ہم میں یہ کرنا تھا۔ پہلی روئے کی گڑبڑ سے لگی اس کے اوپر چڑھنے کی تر پیاں تو سب اٹھ ہوا تو وہ صبح کو سب پر ہنسا کر نکلی تھی۔

یہ پہلی کی خاطر چالی ہی رہی کہ زیرواب کی توجہ اس پر سے ہٹ جائے گی۔ پہلی کو دکھانے کے لیے جلد سے ستانے کے لیے صبح کا رونا خیال رکھتا تھا۔ اسے کھانا پھرنا تھا مگر جب پہلی پر اس کا کوئی اثر نہ دیکھا تو کھول جاتا اور پھر توپوں کا رخ پہلی کی طرف ہو جاتا۔

”کیا بات ہے میری دوسری شادی سے تمہارا کیا مفاد بڑا تھا یا کہیں سی آراء یاں مل گئی ہیں خولیں سے مسکراہٹ پیدا نہیں ہوئی۔“ وہ جمل کر پوچھتا۔ اور مسکرا کر کہتی۔

”نہیں دیو نا ہیوی تو داسی ہوئی ہے اور دیو تا خوش تو داسی خوش۔“ اور زیرواب چل جاتا تھا اسے ہر طرح کے کچھ کے لگاتا۔ وہیل کرنا صبح کے کام کرنا مگر اس کے لبوں کی مسکراہٹ کو نہ مانہ کرنا تو مزید چل جاتا اس کا پس نہ چلا تھا کہ کیا کر دے اس لڑکی کی۔ انھوں کو تو نسو دل اور لبوں کو آہوں سے عرصے مگر یہاں ہر تہہ کا کام تھی۔ یہیں اور بہت سا وقت گزرتا چلا گیا۔

”اب اور اب زیرواب سمیت سب

پہلی میں زیرواب کا کوئی دست ٹھہرا نہیں ہی زیرواب کے دوستوں سے کوئی نہیں کسی سب کے سب سب کی طرح لگتے تھے۔ ہر حال اس دست میں کوئی نہ تھی ضرور کیونکہ زیرواب اسے حویلی کے ماسک میں بھی لے آتا تھا۔

دوسرے میں کسی فلم سے اندر آتے تو پہلی کو مسمان کی صحنی کے ساتھ کھڑے دیکھا میں نے حیرت

کا شہرہ کر رہی ہو پہلی اسی نے دیکھ لیا تو قیامت کی۔“ مگر وہ اپنے آپ میں ہی کہاں تھی اس کا جواب پرانگی رکھ کر مجھے خاموش کر دیا۔

تو اب یہ سیف آیا ہے پوری پہلی میں اس کی درخت چھل ہوا ہے۔“ اس نے ہنسی سے

پوچھا۔

”میرے سرے کو حویلی کی محبت مگر سیف! اب یہ سیف علی خان ہی تو ہے زیرواب کے دوست کا ہم تو یہاں وہ سیف ہے اور میں کہہ کے بوجھ تھے وہ سب سا پند۔“ انتخاب تھا پہلی کا۔ بلکہ پہلی کا کہیں پہلی انتخاب نہیں علی خان کی۔ وہ تو میرے پہلی تھی سیف جیسے حاکم کھلاڑی کے ہاتھوں۔ پہلی کھلاڑی ہی تو تھا وہ مشکوں کا کھلاڑی۔ میں نے ان دونوں میں اس سے بہت فرق محسوس نہیں دیکھا۔ لفظوں کو پر تے ان کو پہل کر لے کے تو اب اوقات سے واقف تھا۔

پتا میں اسے یاد بھی تھا یا نہیں کہ اس نے کبھی اب لفظوں کی جادوگری سے پہلی نام کی کسی لڑکی کو یہی قصہ مکر لیتی تو تین تک انہیں سکون میں ہی رہی تھی۔ اب اکٹرا کھٹ سے کہا کرتی تھی۔

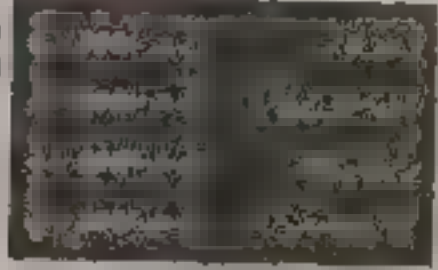
”میں پتا ہے فرہاد! سیف کی محبت میرا زور ہے۔“

مجھے اتنا بھر دیا ہے اتنا میرا فانی کر دیا ہے کہ حرکت جسنے کی مگر اس خزانے میں کی نہیں تھیں۔ اس کی محبت کے چند لمحے کافی ہیں میری زندگی کے لیے۔ میری پراسی زمین پر برسات کی مانند۔“ اور میں اسے اندر جانے کا کہہ کر مسلسل غصے میں چلا آیا۔ اندرون فیضول ملا۔ یعنی تھگو چل رہی تھی۔ تب ہی زیرواب نے اس سے پوچھا۔

”یاد سیف! میری زندگی میں اتنی لڑکیاں آئیں کوئی ایسی نہیں تھی جو تیرے احساسات کو چھو کر میں گھر بنا سکی ہو۔“ تو سیف نے پناہ زور وار قہقہہ لگایا۔

”نہیں یاد! ایسی لڑکی نہیں تھی ہاں ایک صحت یاد آتی ہے زمیں دانی تھی پچھے پر ہاتھ ہی دھرتے نہیں رہتی تھی۔ بہت باخیا تھی۔ میرے چادر نہیں سرکتی تھی۔ سوائی بھی سچ کے تھی۔ غنیمتیں جیتاؤں کے درمیان مرہم تھی۔ منہ کا ڈاقتہ پد لے کر میں اس کی جانب بڑھتا تھا۔ مگر وہ بڑی پراسی تھی محبتوں کی وہ کتنی تھی محبتوں کی جہی پاس سے سائیں میرے اندر اس چار نے مجھے نرا دیا ہے کچھ میں کی مانہ کہ کھٹس کرنا وہ میرے وجود میں کاٹے ابھار رہے ہیں۔ وہ سبوت کی طرح اپنی محبتوں سے مجھے میرا ب کرنا چاہتی تھی۔ مگر میں اس کے قسم کا طالب تھا اور وہ محبتوں کا

اور وہ جو تین ہفت کی طرف سے پہلوں کے ہے۔
فائر و افکار کے 4 خوبصورت ذوق



پہلی محبت۔ پہلی سب سے عرصہ 451

28715071

جس قدر وہ صوفی کو جس کے مقام پر محبت کرتا ہے۔ اتنی محبت بھی تو کرتا ہے۔ وہی اور محبوبہ کے مقام پر۔ جسے خود بخود ہونے لگتا ہے۔
 "دوسرے۔۔۔ میرا دل کتھ کے پٹی پٹی ہونے لگا۔ صوفی کے لبوں میں ڈبلی تڑپتی ہے۔ اس کی آنکھ میں ایک پانی کا قطرہ بند برداشت کرتے ہوئے ہے۔
 اسے رات کے والے کو چل سے مار دینے والے نے۔۔۔

لوہا سے ہاتھوں سے اسے گولیاں مار دی۔ اس کی جان لے لی۔ کیا کہیں؟ کیا کہیں؟ کس کے لیے؟ میری سوچ سمجھ مفلوج ہو گئی اور میرے لبوں سے صوفی کی مظلومیت پر سسکیاں نکلنے لگیں صوفی کی معصومیت اور اس کی بدبختی پر میرا دل لود کنال تھا۔ اس کا ہلکا سا مسکراتا چہرہ میری آنکھوں میں گر گیا اور دوسرے۔۔۔ میرے لیے ایک ہونٹا ک شکل والا۔۔۔ وہ چلی سوال بن گیا۔؟؟؟

اس کے آگے میرے دل و دماغ میں سوائے اس کہانی کو۔۔۔ میری قبر کے کچھ نہ رہا تھا۔

 "بی بی صاحبہ! فضل کی جلی سی تو اس سے یہ اندھیری قبر میں اک آتش کی طرح دہکی۔
 "ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔" جان کی کے مذہب سے دوچار میرے چہرے پر آگ جھڑک رہی تھی۔
 "آئیں اتریں۔۔۔ آپ کا گھر آیا۔" وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اٹھا۔

"تم میرا گھر۔۔۔ میں نے اپنی سب سے نور آنکھیں اور اہر اہر تمہاں کیں۔ اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں سر جھکائے نکل جیسے موت کے اس آخری پیاہر جیسا دکھائی دے رہا تھا۔ جس کے ہاتھ میں میری مدد کا فری چھتڑا تھا جو حقیقت کے نوکے کا تھن سے اچھ کر رہی ہو گئی میرے وجود کا کھنک پھا ہوا کھڑا تھا اور میرا گھر۔۔۔ کیا میں رنج کی چمکست پر کن کھڑی تھی۔

میرے گھر کا گیت کھلا۔۔۔ جو کیدار کی پریشانی ہو شیار گولڈن آئی۔
 "گوگن۔۔۔ کلن ہے اس وقت؟"
 "جی۔۔۔ جی میں فضل اہل۔۔۔ دوسرے صبح ۱۰ بجے۔۔۔" شیشی بی بی کو نے کر آیا ہوں۔" فضل۔۔۔ صوفیہ نے انداز میں بتایا۔
 "تھوڑی دیر میں اس وقت۔" چوکیدار بابا پورا ہوا۔

"میں بی بی۔" فضل نے پھر کہا اور میں اپنے خود بخود شیشی ہوئی باہر نکلے گئی۔
 "دل۔۔۔ شیشی بی بی۔۔۔" ششوں کی مری مری آواز تھی اور ساتھ ہی اس نے میرا ہاتھ پکڑے کی کوشش بھی کی۔
 "ششوں! ششوں! اس نے پٹ کر محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اس کا چہرہ ہے ہاتھوں میں۔۔۔ کر رہے ہیں۔

"ششوں! تم بھی میرے گھر آؤ۔"
 "میں۔۔۔ پھر آؤں گی۔" وہ ہنسنے لگی۔
 "آ۔۔۔ آپ مجھے ناراض تو نہیں ہیں؟" اس کے پیچھے زور سے گئے ہوئے لبوں پر لب بھی مسکراہٹ تھی۔ اس کے زندہ ہونے کی علامت۔
 "تم سے ہمارے؟ کس لیے؟" میں نے پیار سے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

"میں نے لاڈلی سائیں کو۔۔۔ اس کی نظریں جھپک جھپکیں۔
 "ششوں! تم نے نہیں۔۔۔ لاڈلی سے خود تمہیں۔۔۔ اچھا! اچھا! چھوٹو وہ سب۔۔۔ اب اس تم اپنا خیال رکھنا۔۔۔ نہیں نے اسے جو صلہ دیتے ہوئے کہا۔
 "بی بی! اگر میرے بس میں ہو تو میں۔۔۔" وہ اپنی بے بسی پر بھی شرمندہ تھی۔
 "اور سنو! ششوں! اگر میرے ساتھ تقدیر یہ کھیل نہ کھیتی تو میں بھی تمہیں۔۔۔ جیرا اندھ بستر کے گ۔
 ان شائعہ نعلی ہم ہوگ جلد ہی آئیں گے ہوں گے جو جبر جب

"کاؤ میں اسے کہہ دوں گی کہ تمہیں بھی۔۔۔ میں سے تو میں کہہ دیتا تھا کہ جیسے کل ہی۔۔۔ ماہ کا پورے اس میں پورا بھی مشکل بند ہوگی۔
 "اب میں اللہ آپ کو خوش رکھے۔" اس نے ہاتھوں سے میرے چہرے کو محسوس کیا۔
 "اے بی بی! فوراً کسی ہسپتال لے جائیے۔" اس کی آواز تھی۔ "گھر اور پھینکی پڑی مسکراہٹ بتا رہی تھی۔
 "پھر۔۔۔ ہوش ہو رہی ہے۔

"بی بی جی۔۔۔ ابھی بس ہسپتال ہی جاؤں گا۔" اس نے اندر میں سے قہری اور پریشانی عیاں تھی۔
 "اللہ کے حوالے کر بی بی جی۔" فضل نے میرے گاڑی سے اترنے کے بعد ایک ایک اتارا اور ہمارے چوکیدار کے حوالے کر دیا۔
 "یہ۔۔۔ یہ کیا ہے فضل؟" میں نے خیریت سے پوچھا۔

"میں مانکھوں کو پتا ہے کہ اس میں کیا ہے۔ یہ لاڈلی۔۔۔ نے نہ رکھا۔۔۔ تھا آپ کے لیے۔" وہ چپے ہاتھ سے اسے اپنے دل کی بات کہہ دی۔
 "اچھا فضل اللہ حافظ۔" ششوں کا خیال رکھو اور شش جلدی ہو سکے اس کے ساتھ پنا گھر سالیہ۔۔۔ میں سے اس سے اپنے دل کی بات کہہ دی۔
 "بی بی بی سیں۔" وہ ذرا سا شرمیلیا اور پھر تپ تک وہاں کھڑا تھا۔ تک میں گیت سے اندر نہ ہو گئی میں بھی گیت سے گھٹا تک کہ اس کے گاڑی موڑنے اور گئے پھانے جانے تک اسے سوچتی رہی۔

 میری ملا میرے ہاں گھر لٹنے پر ٹھیک اتنی ہی تھی اور غمزدہ تھی کہ کوئی میں اپنی شادی شدہ عی کے ہوس اچھا لکھو اس گھر آئے ہو سکتی ہے۔۔۔ تا صرف بل بلکہ نور میں مائی کی حالت بھی من سے کم نہ تھی۔
 "ارے بی بی! آخر ہو گیا؟" کیوں داندی نے تمہیں ہاں ہو گئی رات کو گھر سے نکل دو۔" وہ چاہے بنا کر

"میں تو چہر شرم ہو گئی۔
 "ہائی! اسوں نے مجھے گھر سے نکال نہیں ہے۔" مجھے ان قایوں یا سار کی لفظ کنا اچھا نہ لگ رہا تھا۔
 "اللہ کرے میری ہو رہی۔ رات کے اندھیرے میں بیٹوں کا گھر سے جانا پھر گھر میں سوٹ آتا تو میں قیامت کے مناظر میں ہے۔" وہ اپنے کنبے پر ہاتھ دھرے ہوا کھائے جارہی تھی اور ساتھ ساتھ مجھے اور ہا کو بھی ہولائے جارہی تھی۔

"ہائی! منہ سے اچھے الفاظ نکالو۔ اللہ سے ٹیک ٹھیک کی امید پانہ ہو۔" قہر مانے انہیں کہہ رہی تھی۔
 "اچھا اب تم رام کرو" صبح تک دوسرے بیٹے کا کوئی فون نہ آئی جائے گا۔" مانا نے میری ڈھارس بندھ جانے کو کہا۔
 "ہاں! ابھی آپ کے ساتھ سوچا ہوں۔" میں جو بچپن میں بھی کہی ان کے ساتھ سوئی گئی آج صدمہ گھڑی تھی۔

"مجھے سے ساتھ۔۔۔" وہ لودہ بھر کو جیسے کسی سوچ میں آئیں پھر ایک حریف کو ہونے والے انہوں نے مجھے اپنے کھانے میں جگہ بنا دی بلکہ ہاں۔۔۔ سب کرے میں سو رہے تھے انہیں ابھی تک کچھ خبر نہ تھی کہ میں گھر آئی ہوں۔ مائی غریب طبیعت کے باعث اب اس کے کمرے میں نور میں مائی سو رہی تھی۔
 "آج کل۔۔۔ یہاں آج کل۔" مجھے کم سم سا پا کر انہوں نے اپنے بستر پر ہاتھ پکڑے ہوئے کہا میں چپ چاپ سی جا کر ان کے کھانے میں گھس گئی۔
 "ارے تم تو ہاتھ برب ہو رہی ہو۔" مانا نے میرے لٹھنے سے بی بی کو کھانے کے اندر پہنچتے ہوئے کہا۔

"موزے تو چمن کر نکلتیں۔" نور میں مائی خودا۔
 "ہیس۔
 "اب میں انہیں کیبتا کی کہ جس طرح سے میں اپنے گھر سے نکل گئی ہوں اس میں موزے تو کھل گئے تو جوتے بھی نصیب نہ تھے۔ میں نے تو زمین کو گنگے

کیوں نہیں آیا تمہارے ساتھ۔" ابا حکن مجھ سے پوچھے۔
 "جی۔۔۔ وہ ملک سے باہر گئے ہیں۔ تمہیں مگر تو مجھے لینے نہیں مگر" میں نے فوراً۔۔۔ جھوٹ
 پکا۔

اعتماد اور حق سے رہے آپ کے دل میں۔" پھر وہ چائے کا خال کپڑے میں رکھ کے چلے گئے۔ درمیان اہل اس کے ہاتھ دے گئی۔

۱۔ "میرے آگے آگے ہوں۔"
۲۔ "میں اسے آوار میں دیتی ہوں اسے"
۳۔ "تو آگے۔" میں لوہر کو سرو سید کو

جلدی کی کڑا۔ نماز جنازہ ظہر کی نماز کے ساتھ ہے۔ ”البا
عینا ہمیں دہلی جانے کے لیے تیار ہونے کو کہہ رہے
تھے۔

”اے عہدہ دار! اس وقت ستر میں نہیں بیٹھتے۔ اٹھو اور وضو کی تیاری کرو۔ مغرب کی اذان ہونے ہی والی ہے۔ بڑے بزرگ کہتے ہیں۔ آگے میں کہ یہ وقت دو فتنوں کے درپے کا وقت ہے۔ سورج غروب ہو کر رات ظلمت ہوتی ہے۔ کبھی چاندنی اور کبھی اہول والی۔ مگر یہ زوال کا وقت گناہ ہے۔ اس وقت تو انسان کو استغفار کرنی چاہیے۔ اٹھو! آپ بھی دستدار کرو۔ پیسے کی دست گردش آگئی ہے۔ آپ پر۔“

پوراں ہاں اٹھ جانے کس کام سے میرے کمرے میں آئی تھیں مجھے لطف میں گستاخ کر رہی تھیں کرنے لگیں۔

”کی ہاں! میں فوراً ہنڈی منی۔ اب تو مجھے لگا تھا جیسے میرے حواس غصہ صرف قوی ہواری کے اصول پر چل رہے ہوں۔ دماغ آڑ کر اور میرے احساس خوب خود کام کرنے لگتے۔“

”خو لو اور وقت کے احکامات تو یاد ہو چکے تھے۔ نہ میں رو رہی تھی نہ ہنس رہی تھی۔ نہ اس بارے میں بھی کوئی سبق نہ رہی تھی۔ مجھے گستاخا میں اب دو روئے ہوں۔ جس کی کوئی مشابہت نہیں ہوتا۔ میں نے دوسرے مغرب کی آواز میں ہو گئیں۔ نماز پڑھی استغفار کی تسبیح پڑھی۔ ملا اور لپا جان کے ساتھ دو چار نولے رات کے کھانے کے نام پر کھائے پھر عشاء ہو گئی۔ نماز پڑھی اور سورۃ طہ پڑھ کر بیٹ گئی۔ اب میں ملا کے ساتھ ان کے کمرے میں سوئی تھی۔“

میرے شب و روز کتنی جلدی اور کس طرح سے بسر گئے تھے۔ یہ بات بھی میرے فہم سے باہر تھی میرا یہ وقت دوسرے کے بغیر بسر ہوا تھا اور میں جی رہی تھی میں جو یہ سمجھتی تھی کہ اب تو شاید میں ایک اور بھی دوسرے سے دور رہی تو حیرت زدہ ہو گئی۔ میری بے قراری اور سب کچھ بھی بے فائدہ ہو چکی تھی۔ قہر و غم و پھلکی اور پھر سے غم جانے والی ہر قسم کی ساری باتوں کے بلحاظ میرے اندر کچھ تھا جو مجھے صحیح بہانہ نہ تھا دے رہا تھا میرے حواس پر کوئی مزہ نہ ہوتا۔

”جی جی! اٹھو! اب اس کو تیار رکھو۔ میں اب سرور ہونے والا تھا جس کے ہونے سے میں کئی فحش چٹکنے والا تھا اور یہ ساری ساری فحش ہونے والی تھی۔ ساری برف خوش کھاتے پانی میں تبدیل ہونے والی تھی۔“

میں۔ جاتی تھی۔ سوختہ تھی اور شدید اس کے استقبالی کو تیار بھی میں میری ہاں اور میرا باپ اس وقت ایک غلوں کی صورت اختیار کر چکے تھے اب دوسرے سے نظریں جاتے ہوئے اپنے اپنے اپنے منہ مخالف سمت میں کیے ہوئے گھر بھر بھی اک لڑنے سے متصل۔

نہ مالاب مجھ سے کچھ پوچھ رہی تھیں۔ نہ لبا حل۔

ہمارے دو مہمان میں دوسری کی گفتگو تھی اور لڑنے رہنے کے سے صوری لہجہ تھا۔ ماما کے کمرے پر گرا کر بے وقار اور کھرا کی گردنوں کے ساتھ وہاں تھا۔ باپان کے کمرے میں اب سلیقہ تھا کسی قسمت کے انتظار میں تھا اور ماما ہونا چاہتا تھا۔ میرا اندر باہر بگڑی۔ صدمہ میں چھپا کھڑا تھا۔ ایسے چور کی طرح جس نے شام ہوتے ہی کسی کو کھانے کی دعوت دی ہو۔

مجھے ملا کے پاس آئے ہوئے تین ساتواں دور تھا میں اپنے کیے کے گویا حشر کچھ چکی تھی انہوں اور دور سے آئے ہوئے حشر۔

حساب کتاب کی جمع تفریق میں الجھے ہوئے سات حشر۔

میرے دونوں ہاتھ میوے ہوئے ہوئے اکڑ چکے تھے۔

اور میرا اندر اچھل تھا کہ سانس نہ آ رہا تھا۔ گویا میری آنکھیں میاں نقاب تھے آچکی تھیں اور میری گردن میں رسی کا پھندا لٹکا ہوا تھا اب تو میں

”اے اے سے سخت دار کھینچتا تھا اور کمالی ختم۔“

”جی جی! اٹھو! اب اس کو تیار رکھو۔ میں اب سرور ہونے والا تھا جس کے ہونے سے میں کئی فحش چٹکنے والا تھا اور یہ ساری ساری فحش ہونے والی تھی۔ ساری برف خوش کھاتے پانی میں تبدیل ہونے والی تھی۔“

”اب نہ ات ایک سلی صرف ایک سلی۔“

”میری شادی کی سالگرہ تھی۔ وہ سالگرہ جسے میں نے ملنے کا پروگرام دیا تھا۔ میں نے ایک کھانے کی تحویل دے دیا تھا۔ مجھے یاد ہے اس روز۔“

”لے آئے ہوئے تھے۔ جب ایک دوسرے سے ملے۔“

”بائیں! اس رات ہم گھر واپس نہیں جائیں گے۔“

”بھلا۔ پر کیوں؟“ میں نے راضی ہوتے ہوئے کہا۔

”اے اے! ہماری شادی کو پورے گیارہ مہینے ہو گئے۔“

”شیریں سے کہہ رہا تھا۔“

”میرا چہرہ؟“ میں اس کے دل کی بات نہ چاہتی تھی۔

”میرا چہرہ؟“ میں نے ایک مہینے کے بعد ہماری شادی کی سالگرہ سے ملنے میں بہت ہی اچھے اور شل دار رہا۔ میں ممتا چاہتا ہوں۔“ اس کی آنکھوں میں حیران کا جھرمٹ تھا۔

”ممتا؟ کیا کرو گے؟“ میں نے اس جھرمٹ کو ہلکے سے ہلکا کر دیا۔

”میں اپنی محبت کا صدمہ قبول گا تاکہ اسے کسی کی نگاہ سے چھپا سکوں اور تم۔“ اس نے ہمدردی سے کہا۔

”اے اے! میں دور سے جاؤں گے؟“ وہ کھڑا ہو گیا۔

”کیوں؟“ میں نے اسے اسٹیج سے پوچھا۔

”شدید سوئیر لیس۔“ جہاں ندیوں اور جھروں کا جگ۔“

”جگ۔“ جگ کے پانی میں اترنے کے وقت ہم اپنے اپنے اپنے کھانے کے لیے ایک چھوٹے پتے کی طرف سے خوش ہو کر تیار ہوئے۔

”اے اے! میں تو کبھی تم شرم بھر کو ایک

”شاہد اور وحیوت کھانے والے ہو اور اور کھانے کے کچ میں۔“

”لوگوں کے کچ میں کیوں؟“ میں نے کہا۔

”تمہارے کچ لوگ کیوں۔“ اس نے میری بات کو رد کیا۔

”میں اپنی کھانا کھانا۔“

”اچھا!۔“ میں نے نور تم۔ صرف میں نور تم پر یہ تو بتاؤ کہ تم مجھے کھانا کھانا گے؟“ میں نے پوچھا۔

”ختم۔ ہاں ختم۔“ وہ جیسے کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔

”ہاں بھی شادی کی پہلی سالگرہ کا ختم؟“ میری بے تالی کو انتظار منظور نہ تھا۔

”وہ تو میں نے ابھی سر پر اتر رکھا ہوا ہے۔ جگہ کچ پوچھو تو سناؤ گی میں کیا۔“ مجھے ہی نہیں آوری کہ کیا وہاں؟ وہ دور اصل میں نہیں کوئی بہت ہی اچھا اور یادگار تھا۔ نہ چاہتا ہوں۔ جیسے جیسے کہ شہر میں نے متاثر کو رہا تھا۔ وہ بہت چھوٹی ہو رہا تھا۔

”جی جی!۔“ میں نے کہا۔

”پہلی کاتی کہ اسی وقت میں اس وقت پر ہوا۔“

”اور شہر میں ہوا۔“ میں نے شہر کی طرف اشارہ کیا۔

”اے شہر سنو! شہر میں کی کئی چیزیں تھیں اور نہ چالے یہ متاثر کی کئی سی ہوتی تھی۔“ میں نے اسے تائید کر لیا۔

”شہر۔“ اور میں کل میں متاثر کی قبر پر مقبور ہے۔ کل کے نام پر جو کہ وہ لوگوں کا ہوا کرتا ہے۔ میں نے اراٹھارانی سے کہا۔

”تو کیا ہوا۔“ میں نے اس کے ہاتھ میں مروتا ہم سب نے جانا ہے۔ یہ چاہتیں تھیں۔ تو اگہ اگہ دل نہا ہوتی جاتی ہیں۔ حاصل محبت تو وہ ہے جو یادگار ہے۔ عمر بھر کے بعد تک دنیا بھر کے لوگوں کو۔“

”وہ عجیب شکل بنا کر میٹا شیطانی کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک تھری تھی۔“

”تم چاہتے ہو کہ میں بھی مر جاؤں اور تم میرا مقبور ہوؤ۔“ میں نے روٹھ کر کہا۔

دل ایک مہینہ گیا۔
 "جی۔ وہ آپ کو تو معلوم ہے مجھ پر بھی یہی حال تو
 سال دو سال انہیں یا پھر ہی رہنا پڑے گا۔" وہ سر
 جھکائے مجھے بتا رہا تھا۔
 "نیکس کیس؟" مجھ پر پوچھا وہ سے اوس بڑی تھی۔
 "وہ جی۔" صنفیل بی بی واسے معاملے کی وجہ سے
 احتیاط تو کر رہی پڑتی ہے تاہم اس نے مجھے سمجھنا چاہا۔
 "صنفیل بی۔" میرے اندر کہیں ہی آہیں پھیل
 گئیں۔
 "اچھا جی۔" یہ کچھ سہل ہے آپ کا دوسرے تو
 تھا میں۔" صنفیل بے آنے کا مقصد جانے لگا۔
 "میرا سلسلہ؟" میں نے پریشانی سے اس کی طرف
 دیکھا۔
 "جی یہ سلسلہ ہے۔ لاڈی سائیں کا فون آیا تھا
 انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو یہ سچاویں۔" اس سے آپ
 خاصا برا اور بھاری بھر کم آئیگی مجھے دکھ کر چوکیدار چاچا
 کی طرف کر پڑا۔
 "اچھا اور مجھ کا وہ جس نے کوئی یا موبائل نمبر دیا
 اپنا۔" صنفیل نے بے فکری سے پوچھا۔
 "جی۔ یہ ہے۔" اس نے اپنے کوب کی اندر سولی
 جیب سے ایک بڑا سا خاکی لفافہ نکال کر میری طرف
 بوجھ دیا۔ جسے میں نے تیزی سے "گے بوجھ کر اس کے
 ہاتھ سے اچٹک کیا۔
 "اچھا جی۔" وہ بے رعبہ لکھنے لکھنے نے اجازت لی
 اور وہ لوٹ گیا۔
 "اچھا جی۔" آپ یہ سلسلہ اندر لے آئیں میرے
 کمرے میں۔" میں تیزی سے اپنے کمرے کی طرف
 بڑھی مجھے وہ لفافہ کھول کر پڑنے کی جلدی تھی۔ جس
 میں وہ جیسہ کا بیت بند تھا۔ اس نے اپنا حال دل لکھا ہو
 گا۔
 نکلا ہو گا کہ وہ میرے اندر کس طرح سے یہ وقت
 گزار رہا ہے؟
 لکھا ہو گا کہ یہ مجھ پر اس کے لیے کتنی سہل
 رہا ہے؟

یہ بھی لکھا ہو گا کہ وہ جلد ہی مجھے پس پڑے۔
 اور اس کا سوا کچھ غیر بھی تو ہو گا۔
 میں نے کمرے میں آکر چاچا کو کہا کہ وہ جلدی۔
 میرا اپنی اندر دیکھ دے اور چائے۔
 چاچا کے جانے کے بعد میں نے کمرے کا دروازہ
 اندر سے بند کیا اور حشر کتنے دن کے ساتھ لفافہ کھولا۔
 اس میں سے ایک چمک ٹکڑی گر زمین پر گر گئی۔
 "چمک؟" میں نے کانپتے ہاتھوں سے وہ چمک اٹھا
 کر دیکھا۔ وہ تو خالی تھا۔ "جیسی Blank Check۔"
 میرا اس خوش ہونے کی بجائے مجھ سا گیا۔
 "یہ کس لیے؟" میں نے وہ چمک ایک طرف رکھ
 دی اور اس میں موجود لکھنے کو کھولا۔
 "میرا جیسہ۔"
 "یہ آج وجہہ نے مجھے عرصہ کیوں کہا؟" میں
 نے اس کی بڑھ کر اپنی نظریں لکھنے سے ہٹائیں اور
 سوچنے لگی مینی چھٹی جس نے میرے حواس کو جگا
 شروع کر دیا تھا وہ تو نے ذرا سے میں نے آگے بڑھا
 شوق کیا۔
 "اب وقت جب میں جیسے یہ چند سہریں لکھ رہا
 ہوں تو تم سے ہزاروں میل کے فاصلوں پر بیٹھ ہو۔
 اور سمجھ رہا ہوں کہ وقت اور حالات نے جی بے رحمی
 کی نگاہ ہاری انسانی زندگی پر گاڑ دی وہی آخری اور ہم
 اس کی بد نظری کا کارہواں بن گئے۔
 میں اس وقت سے سدر پریشانی سے جلدی کر رہی ہوں۔
 میری زندگی میں اب بی بی کی عمر میں وہ جلد بھی بھی
 نہ ہو سکیں گے۔
 ہونا کہ "جان بواگ" لوراند میرے کمرے۔
 اب قیامت میرے دل میں بڑے رہیں گے جن میں
 میری آنکھیں پانی بھرتی رہیں گی وہ پانی جو میری رگ
 رگ میں اب لہو کی جگہ گردش کر رہا ہے کیونکہ لہو تو
 میں بچا ہوا ہوں۔
 صنفیل کا۔ اور تمہارا اب مجھ میں وہ لہو پانی نہیں
 ہے جو زندگی کو توانائی بخشتا ہے اور انسان ایک صحت
 مند زندگی گزارتا ہے۔ یہ جیسہ ہے۔

میں نے اس کی طرف سے اس طرح سے تھک چکا ہوں۔
 یہ وہاں کی طرح جیسا تھا کہ وہ اسے مقدر
 اور اب ہم انہیں دوستوں کی طرح پھرتے ہیں
 وہ اب ریتا عرصہ میں بہت دور تک تمہارے
 دل میں چل سکا تمہیں قدر چلا اس کے ہر قدم پر
 دل چاہتا تھا چاہا کہ جتنی سب بھول گیا تم بہت
 دن اب عرصہ! بہت ہی اچھی اور بہت خوب
 دور۔ جی تو جوان ہو عرصہ۔
 ابھی زندگی کا ایک نظریہ آگے دانا سطر تمہارے
 دل سے اسے معلوم کر نہیں اور مجھے جینا تو ہو گا۔
 وہ دور جس میں ہمیں کر تھا جس میں کسی کا ہاتھ
 تمام رتو بہتر ہے کہ تم زندگی کی اس حقیقت کو جلد
 ان بعد کر جی زندگی کا آغاز بھی جلد ہی کر عرصہ۔
 مجھے صحت کر دینا میں تمہارا حفاظت وار ہوں اور مجھے
 اس کی سزا مل رہی ہے نا چاہتے ہوئے بھی میں نہیں
 ہونو رہا ہوں۔
 عرصہ ممتاز الحس۔
 میں وجہہ الدین
 اپنے خوش و خرم میں اب چند مہینے گزریں گے
 میں
 طلاق دینا ہوں۔
 طلاق دینا ہوں۔
 طلاق دینا ہوں۔
 تمہارا حق میرے تمہاری چیزیں اور تمہارے لیے
 کچھ تو خراب ہو رہا ہوں اور ہوں ایک ہی سبک چمک
 کیسے ہے۔
 کس شخص میں تمہیں ہر جگہ لور رہا ہوں۔ اس بات کی
 زندگی کا جس میں اب میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں
 کا تمہارے دل میں کھولیں گا اس آسوں کا جو تم میری وجہ
 سے میرے لیے سناؤ گی۔ یہ وہ کھی مت ہو عرصہ۔
 یہ وہ دونا بھی مت رہنا وہ نے سے تمہاری ناک سوچ
 سائی سے لور تم بری لگتی ہو۔ اورے "سو سو" میں
 رہتی کہ رہا تھا زندگی کے اس قیامت خیز سانچے پر
 رہتی ہی زندگی ہے عرصہ! مجھ میں زندگی کو کسی طرح

سمجھتا ہوں مجھے صحت کر رہا۔ میں تو وہ اچھا نہ تھا۔ مگر
 میں بہت پریشانی نہ تھا۔ کھی سوچنا اور مجھے اپنی جھی
 دکانوں میں یاد رہتا۔ ہمارا ساتھ قدرت کو کسی قدر
 منظور تھا۔
 اللہ نہیں خوش رہے۔ مجھ سے اچھا ایک سو سرا
 جیوں سے بھی بھلا کر رہے۔
 عرصہ اگر کوئی محبت سے تمہاری طرف ہاتھ
 بڑھائے تو اسے ٹھکرا دیتا۔ اپنا لینا کہ میں اپنے
 فیصلے حقیقت کے پس منظر اور پیش منظر کی روشنی میں
 کرنے چاہیں زندگی لب اتنی بھی رزواں نہیں کر اسے
 تم بھل میرے لیے گواہ۔
 اب مت کرنا عرصہ اللہ تمہارا حامی رہا ہو۔
 شاید زندگی میں کھی پھر ہماری ملاقات ہو۔ میری
 خواہش ہے کہ میں نہیں جب بھی دیکھوں خوش اور
 توانا ہوں۔ آمین
 اللہ حافظ۔
 وجہہ الدین۔
 (لوٹ) قابل طور پر علاقہ نامہ نہیں جلد ہی مل
 جب تک کہ)
 "اللہ حق۔" میری روح تک کلاب گی۔
 دلشیں وجہہ الدین کا مارا کہو فرنگوں میں جی گیا۔
 میری کائنات کے زمین و آسمان اک قیامت خیز
 مرکز زلزلہ کے ساتھ ہے اور میری ذات زمین و آسمان
 ہو گئی۔ میں پھر سے عرصہ ممتاز الحس بن گئی۔ نیکس
 لب میں وہ جی والی عرصہ بھی۔ تھی۔
 وجہہ الدین کی شدید محبت کا اندر ہوتا ہوا۔
 اس کی چاہتوں کا تاج گل۔
 اس کی شدتوں کی یادگار۔
 اور اس پرنگا اک کتبہ۔
 طلاق یہ وقت۔
 یہی کھی میری معراج محبت۔
 (باقی صفحہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

1. *Chlorophyll a* (Chl *a*)

سید ہے اعلیٰ اہلیوں سے جسے دلق چپ
 چپ غل صحن سے آل ہو کی مضمون چ صر
 سرسرات سے ہجر کرتے چند صوں سے سہ
 ساکت ہو جاتے ہجر مست پن کی ہکی سی شزارت
 سے ہجر کرتے

۱۰۰ - سید الشہداءؑ نور محمدؑ اور اہل بیتؑ کے حوالے کی پشت



◎ 次子 次子 次子



اپنے بستر کرتے کرتے اس کو شش میں کاہلیاں
ہوئی گئی تھیں۔

ویٹورینٹ کے ماحول کو دیکھ کر بے چارے کی
کو ششیں پوری طرح کاہلیاں تھیں۔ اس بات کا
ثبوت ہر جگہ پر موجود نوہڑاتے تھے تھار جن کے لیے
اور ہلکی ہلکی ٹھنوس سے چھلک رہا تھا۔ نرم نرم روشنی
موسم تپیل کی لہریں تھیں اور ہنسناتی ہوئی کوڑیں
بیانی خوش خیال منظر تھا۔

وہ اس بات کی تیسری انگلی میں پڑی تارک سی
ڈائنڈ رنگ کو سمجھتے ہوئے انہوں نے یونہی ہل
میں ایک طائرانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا
ہوئے شخص پر غالی آنکھوں سے وارفتہ نگاہیں پھوڑ
کر کے بل بوتے پر جھکیں۔

"ہائے! تمہارے چہرے میں ایسا بے چارہ کیوں ہو گیا۔
"اس طرح مست دیکھ کر وہ جان من کسی طرف
چار اعلیٰ سہ نہ پڑا تو سیدھا جنت میں پہنچ جائے گا
اور۔۔۔" اس نے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔
تو وہ "وہاں جاؤ گی سے تارک سا منہ لگا نہیں۔
"تم سے اس نے کہا کہ تم "تارک ادا سے ذرا سا
لگے کی طرف جھکیں۔

"جنت میں جانا کے ہل۔۔۔ یوں آگے کی طرف
ٹھک چائے سے لن کی جارحیت کی ساڑھی کا مبینہ پلہ
وہ صاف ہیٹ جھکرتے ہوئے گاگراگا کچھ اور بھی خم کھا
گیا۔

"تمہارے ساتھ یہ دنیا بھی کسی جنت سے کم تو
ہیں۔" مقل کی آنکھوں کا مرکز اور اڑتار محسوس
کر کے اس کی ہل سے پیچھے سرک چکی تھیں۔ ڈھلکا
ہوا پلو واپس ٹھکانے پہ آیا۔ اور مقل کی نگاہوں کا
رنگ بھی۔ وہ قدرے جذب ہو اور مسزیم پیرزادہ
نے اس کی کیفیت سے ٹھک ٹھاک حفظ اٹھایا۔

انہیں یہ لگا جیسی کے ٹھیک بہت پسند تھے۔ خاص
طور پر شہرام حسن انہوں جیسے ہیوں کے ساتھ۔

ہل تھیں۔ پینتیس سالہ بھر پور مردوں کو اپنے
مہلتے پچھتی گردانتی تھیں۔
"جلد بارہ گئے گرم گرم کھانے کے چکر میں منہ جوا
پینے دے۔" ان کی آنکھوں کی معنی خیر تک خیر کو
ہوئی۔

"جتنے کم تو یہ تارک تک تم مجھے اس طرح۔"
کچھ تھا سا ہو کر اس نے بہت اوجھڑی پھوڑائی۔ اور
ڈھیلے چلے انداز میں سیٹ کی پشت سے نیک لگا کے
بیٹھ گیا۔

"تمہاری مست ہو میری جاں! فرماؤ ایک دو دن
میں جیسا کہ چاہو اسے میں اس بھر میں ہوں گی اور تم
اور۔۔۔"

انہوں نے معنی خیر انداز میں بہت اوجھڑی پھوڑ کر
اسے دیکھا۔ جو شاید ابھی تک اس کے منہ سے نکلتے
والے "میری جی" کے غلغلے میں گرفتار ہو کر رہی جاتے
وہ ان نظروں سے اس تک رہا تھا۔

"اور جو تم چاہو۔" بات کھل کر کے انہوں نے
اس شخص کے ساتھ ہانچ کاغذیں لگا کر اپنے ہونٹوں
سے لٹائی۔ کہ وہ شہرام حسن انہوں کے من میں ٹھیک
فرما رہا تھا۔ پھل چھٹی چکی ہیں۔ اور ایک بار پھر ہل
میں موجود لوگوں پر نظر دوڑاتے ہوئے انہوں نے
ایک اچھتی نگاہ اس پر ڈالی۔ اس کی حمار اکھا نگاہیں

پرسوجھ انداز میں نیم فرقان پیرزادہ کے سر پر کو چھو
رہی تھیں۔ یہ شاید جو ہم رہی تھیں۔ وہ اس کے انداز
کی بے قراری محسوس کر کے دھیرے سے مسکرائیں۔

کانچ میں بھی سارا وقت اس کی غائب دماغی پہ
موجز رہی۔

"ایک بات ہے میں انہوں پریشان ہوں۔" اس کی سب
سے قریبی دوست سلی کی بار پوچھ چکی تھی۔ اس بار
اس کے لیے میں چھٹی پریشانی محسوس کر کے وہ پوچھ
چوکتی گئی۔

"کیا باتیں دار۔" اس نے سلی کا شکر خواہ مخواہ

دیکھا ایک مخلص دوست کی پریشانی اس سے دیکھی
تھی۔ اور ہر بار کی طرح کچھ نہیں سمجھ کے
ٹالنے کا راہ ترک کر دیا۔ لیکن کچھ کھانا بھی آسان
نہ تھا۔

"سلی! اس نے بے تلی سے انگلیاں موڑیں۔
"سلی۔۔۔ وہ مہم۔" مشط کے بند من ٹوٹ گئے۔
اور آسویں بے اختیار پلگوں کی دھڑلہ بھر آئے۔
"کیا ہوا بہن! میری جان کیا بات ہے۔ اور پوری
تھک چکی رہا ہے۔"

"ہیں آف کوڑیں۔" اس نے ہلکی سرعت سے
بیٹے تپ کو مصلحت سے مت مشکل تھا کسی سے ایسی
ہل کے گردار کی کنواری بیان کرنا۔

اس کی مہم بہت سے اس کا تیز دل رہی تھیں۔ اور
اب جو کچھ وہ شعور کی منہ لیس ملے کرتے کرتے
سوچنے لگتے تھے۔ انہیں کھلی ہوئے کے
بلوچو پھین کر یا مشکل تھا۔

ڈینڈی ایک مشہور مصروف مل اور مصروف
پنس تھا۔ اس نے اس کے لیے وقت بہت
لی رہی تھی۔ لیکن شہرام حسن کی دماغی دلی
میں تھی۔ مہارے اسوں نے اپنی پسند سے شادی
کی۔ اور ایک عمر میں ہی رہے پھر پھر نہیں کیا
ہوا۔ کہاں دراز تھی انہیں کب اور کبے دو دو ایک
دو دوسرے سے دور ہو گئے۔ مگر کاشیرا بکھرنے لگا۔ مہارے
سے باہر لپکیاں بھونڈتے بھونڈتے گھر سے باہر
دلی بکھیر پیرس کے ہو کے رہ گئے۔

گھر کے باقی دو فرادوں کی توجہ اور محبت کے اصل
طالب تھے۔ آپے محبت اسامات کے بوجھ تھے۔ انہی
محبت کو دیا کے چھ گئے۔ یہاں اس گھر میں کسی کو
ضرورت نہیں تھی۔ تہہ پیرزادہ جیسے تیسے آدمی
پوری اسٹریز کر کے بیرون ملک سدھار گیا۔ اور انہی
بہ لگتی انہوں پیرزادہ۔ پیرزادہ سارے مل جیسے گھر کی
ہل اور اس سے سر گرنے کے لیے سویراں کھڑے
ہوئے۔ ان کی مانند بھٹکنے کے لیے۔

"آر! سلی اور کانچ روٹیں کا سارا تھا۔ اور وہ اپنی

مہارے گھر تھیں۔ پیرزادہ ان کے لیے اپنے آپ سے
کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ قتل ہو رہی تھی۔ وہ کنا میں اٹھا
کے کھانا آئینہ کرنے کے لیے کھڑی ہو گئی۔ سلی
پرسوجھ نگاہوں سے دور تک سے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔
اپنی دوست اور اس کی دوستی پہ اسے ہمیشہ نظر رہا تھا۔ اور
وقت نے کثرت سے یہ بات ثابت کی تھی کہ اس کا گھر
ظلم تھا۔ بے جا۔۔۔

وہ بہت دور سے بیٹھ کر ان سے ٹھیک لگائے نیم وا
ٹھکوں سے انہیں تک رہے تھے کھڑی دروازوں پہ
پیرزادہ بھاری پردے اور ان سے بڑے چھ چلنے والے
اندھیرے کے باعث اندر نہ لگانا مشکل تھا کہ کتنی رات
بہت چلی۔ صبح دیر سے دیر سے بیٹھے وہ رات میں
گزرتے وقت کا اندازہ صرف اس گھڑی سے لگایا
جاسکتا تھا جس نے ابھی ابھی دروازہ سے رات کے
دیرینے کا آواز کیا تھا۔ ایک سہارا ہر راستہ ڈال کر
بیٹے پر پڑے۔ ٹوٹن تارک فریم کے گھر مراثی کے
اسوں نے آنکھوں پر جھانک اور اس سے متعلق وہ
موسم دھند کر رہے تھے۔

مہارے میں اسے یہ بھی معلوم تھا کہ مہارے
مہارے سے سو گلی توڑ نہیں سکتی۔ پھر بھی کھلی

خواتین ڈائجسٹ
بہار
ہفتوں کے لیے ایک روپے

تتلیاں پھول اور خوشبو
راحت جبین
قیمت 225/- روپے
نشر خانہ 37

یہ جو عظیم الشان وقت جب نیکم اور سنگ میل
سے ایک شیشی اٹھا کر دوسری اس پر ڈالتیں۔
"بچھڑے کوٹھے کے اسی طرح مصروف عمل
تھیں۔ گو کہ اس میں رگڑ رگڑ کر اپنی "کینٹل" بدلتی
تھی۔

۲۱۔ کج کوئی خاص بات تھی۔ شاید۔ بقول خود ان کے
 "جسٹ فار ریگولیشن"
 سناج لے رہی تھیں۔

لیکن حقیقت کیا تھی یہ نہیں نہ کہنے کے باوجود
 وہ خود بھی اچھی طرح جانتی تھیں اور ہنسنے لگی تھیں تو
 کہنے سے ان کی فراغت کا اظہار کر کے واپس فرجی
 پیراں بھی۔

پانٹ ٹھونک کی ڈھیلی ڈھالی ڈوسریاں کھول کر نکالیں
 ڈاکٹر نے سب کے بعد کامیوں نے پاس ہی ڈال دیا تھا اور
 اب وہ شہر سے انڈیا گرجنا کے پچھلے حصے اور
 کتھڑوں کا مساجد کو رہی تھی۔

لوہا کر کے ہائے گئے جوں سے نکلتی تھی
 پاؤں کی لٹیں انگلیوں کو غبور رہی تھیں اور یہ بار
 مر مر میں سم دور تک عیاں اور ہاتھ نرم ہوا
 اور ان کے پورے وجود سے چھٹکتی نراکت ہنسی بھی
 صاحبِ دل کا دل اور صاحبِ ایمان کا ایمان ہوا
 تھی۔

بلاشبہ وہ کج بھی آدمی ہی حسین نور جو انہیں نہیں۔
 جی کہ کج سے ساراں پہلے جب وہ لوگوں کے گناہ
 کے آئین میں اجالے کھیرنے آئی تھیں۔

دل ہی دل میں اعتراض کرتے ہوئے 'فرحان
پیرزادہ' ایک دم جھنجھلا گئے۔
"تجسار الکلام کب ختم ہوگا۔" کتاب بند کر کے بیڈ پر
چھلکتے ہوئے ناپید ہوئے۔ کن انداز میں گویا ہوئے۔

دہریوں۔ ۳۔ یلیم نے چکھر جو تک کریوں میں کی طرف
 نہ کہا گوئی یہ خزانہ معصوم تھا کہ وہ ان کی سوجھ بوجھ فراموش
 کر چکی تھیں۔ یہ ایسی علم ہی نہ تھا کہ کمرے میں لکھن
 کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے۔ صراحتاً سرور الملیٰ اندازہ

مگر شاید ہی ہو تب کے پاس۔ "میں کے لیے جس
 یہاں محسوس سا جلا تھا۔
 "مگر قاتل کیسے کچھ سمجھ کے بنے۔"

”میری بات سے تم دس بار جلو۔ چاہے اپنی سیکرٹری کے ساتھ چاہے اپنی تیسری بیوی کے ساتھ جلتی ہے میری حققت۔“

گو کہ فرہنگ کی اور حوری ہات سے لپٹ کا انگ ایک
جہل اٹھا تھا۔ نور مکن کے انداز سے ذرا بھی تھا۔ لپٹیں
نہیں سے کوئی اعتراف کرے، جنگ ہار جانے کے
پیار تھا۔

۳۴ اور ایک بات کہ کھول کر سن لو۔ اچھا ہے
 کہیں گئے جانے کی اطلاع مجھے وجہ کی ضرورت
 نہیں تھی وہاں جاتے ہو۔ مگر سے تھے اور مگر سے
 مانجھ کر کیا کرتے چہ بہتے ہو۔ مجھے فکری پروا نہیں تھی
 لیکن

پاد خریات مکمل کرتے کرتے فوت ہو گئے
جو اس سے جلے ہوئے تھے انھی خیمیں فرشتے چڑھ گئے
ان کی زبانوں سے ان کی گھورتے رہے جی تو چاہتا تھا
اس حسین عورت کی کیا نازک گرفت موڑ کے رکھ دیا
جس کی زبان کی لٹکی نے اس کی زندگی کو گنوا کر کے
ہوا تھا وہ یہ بات ہمیشہ بھول جاتے تھے کہ اپنی زندگی
میں یہ کڑا اسٹاندرڈ رہنے والا بھول گیا تھا

کے تم مجھے زیر کر لو گی۔ مجھ پر اپنا سوط جھانکی تو
 قہر مری بھول ہے۔"

انہوں نے دیر سے آگے بڑھ کر مرنے کا
اپنے شکم میں جڑ لیا۔ خلیفہ خواجہ حرکت
پے تیار نہیں تھے۔ بھونچکا رہ گئے۔

”میں ایک نہیں۔۔۔ ہیں۔۔۔ اس ساریں
 اس طرح کہ تھوڑے فرشتوں کو بھی خبر
 ہے۔۔۔“

عمران و اکسب

2012 ر ۲۰۱۱

ہم صحراوات کیلئے خدا کا شکر

مسحور زانی

۲- معنی: چارہ و سبزی کے لئے جو زمین کا حصہ استعمال کیا جائے وہ چارہ و سبزی کا علاقہ ہے۔

کاروان

وہی ہے جو کہ اس کے لئے ہے۔

ایکسپریس ۴۴

کتابخانه ملی افغانستان
کابل

— *U. S. Fish and Wildlife Service*

گیتھیل

۱- در صورتی که در یک سال دو بار بارش اتفاق افتد، در هر بار بارش، ۱۰۰ کیلوگرم کود پودر
 ۲- در صورتی که در یک سال یک بار بارش اتفاق افتد، در هر بار بارش، ۲۰۰ کیلوگرم کود پودر

[illegible]

خدمت کے بعد

مجلس شورای اسلامی
روزنامه رسمی کشور
شماره ۱۰۰۰

المجلة

* "میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں تم کو چاہتا ہوں"

۱۔ کتب و رسائل

المادة ٥٠ -

بارت کھن لڑکے ہاتھوں نے ایک جھٹکے سے ان کا ہاتھ جھوڑا۔ وہ دھیرے سے پیچھے کی طرف اڑ رہی تھی۔

فرقہ لڑا اور عمل دیکھنے کے لیے رکے نہیں تھے بلکہ ایک جھٹکے سے دواہ کھول کر کمرے سے باہر نکلتے تھے اتنی ہی قوت سے بد بھی کر گئے تھے۔

چند خاصے صرف میزروم کے اندر ہی نہیں بلکہ باہر بھی دور دور تک دواہ بند ہونے کی "وحاڑ" مگوئی۔

جو جیسے ایک سوہوش میں تھیں۔

"گروہ پوسٹ" ہاتھ میں تکی پٹی مار سو نفیس پورس شیشی ایک اپارٹمنٹ کی تھی۔ جو انہوں نے تھام کے دروازے پر دھاری تھی۔

حقیقت کا ایک طولانی پہاڑی خدائی شون میں ان کے بے سے جاری ہو گیا پہلی تک کہ وہ بولتے بولتے اپنی گلی۔ اور فوراً بے ہوش ہو کر ٹپک بیٹھ گئے۔

وہ بے ہوش ہو کر غریب "عرب" دروازے کے بعد ان کے دروازے پر مسکراہٹ اور تکی۔ اپنی تھریں اپنے تکیں پر تھیں۔ کسی کی ہل تری تھی۔ جیسے ان کے دور کا وہاں ہو رہا تھا۔ اپنی کلر کی "سینک" "فول" پر ڈسکس کر کے شامت کی ہو تھیں۔

چند لمحوں پہلے ان کا پارہ کس قدر بڑی تھا۔ سب اس کے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا۔ وہ ایک دم ہی اپنے تپ و ہمت کی پوز محسوس کر رہی تھیں سب اس بند کر۔ اسے ہونٹوں سے لگایا۔

ملکی شہری ہاتھوں کو کچھو کی قید سے آزاد کر کے پرہیز شایوں پر پھینک دیا اور جیتے ہوئے نرم و گداز بستر پر گر رہی تھیں۔

کمرے میں پورٹریٹ کی تیز خوشبو بھری جا رہی تھی۔ نوکر کے دیہیز پر تھیں کچھوں کے چچا پڑا اپنی ناقدری پر ملاں گداز قاتیں میں جذب ہو رہا تھا۔ ایک شہری سانس سے راتوں سے اس کی سانس

خوشبو کو اپنی سانسوں میں اتار لیا اور سائیڈ لمپ تک کرے سے پیٹے جو آخری چہرہ دور ازے کی طرف پھینکی "وہ بزنس سے متعلق وہ ہی کتاب تھی۔ جسے فرقہ پڑھتے ہوئے جھوڑ گئے تھے۔



عام طور پر وہ اتنی رات گئے تک نہیں جاگا کرتی تھی۔ لیکن آج رات وہ سو رہی تھی۔ اس کی باری دوست کی ہاتھ ڈسے تھی۔ پورے گھر سے سب سے پہلے حسب روایت اس نے خوش کیا تھا۔ جب سے اب تک تقریباً "وہ گھٹے ہو چکے تھے۔ تیل اس کی ہاتھی ختم ہوئے کے کوئی چاندیس نہیں تھے۔ دراصل یہ سالگرہ کا موقع تو ایک ہفتہ تھا۔ وہ اتنی دیر ساری باتیں کسی مذاق صرف اس سرو سرو سے کی تھیں کہ لیے کر رہی تھی۔ جو گھٹے دوں نہ۔ یہی سب ہاتھ رو رکھا تھا۔

گھر کی بیٹھ بھر کا یہ قویہ کی "مست" بھائی کی یاد آ کر کچھ اس طرح حیرت تو کوئی نہیں کہ یہ عام ہے ان لوگوں کا جو بڑا بڑا ہو کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

وہ بے ہوش ہو کر غریب "عرب" دروازے کے بعد ان کے دروازے پر مسکراہٹ اور تکی۔ اپنی تھریں اپنے تکیں پر تھیں۔ کسی کی ہل تری تھی۔ جیسے ان کے دور کا وہاں ہو رہا تھا۔ اپنی کلر کی "سینک" "فول" پر ڈسکس کر کے شامت کی ہو تھیں۔

چند لمحوں پہلے ان کا پارہ کس قدر بڑی تھا۔ سب اس کے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا۔ وہ ایک دم ہی اپنے تپ و ہمت کی پوز محسوس کر رہی تھیں سب اس بند کر۔ اسے ہونٹوں سے لگایا۔

ملکی شہری ہاتھوں کو کچھو کی قید سے آزاد کر کے پرہیز شایوں پر پھینک دیا اور جیتے ہوئے نرم و گداز بستر پر گر رہی تھیں۔

کمرے میں پورٹریٹ کی تیز خوشبو بھری جا رہی تھی۔ نوکر کے دیہیز پر تھیں کچھوں کے چچا پڑا اپنی ناقدری پر ملاں گداز قاتیں میں جذب ہو رہا تھا۔ ایک شہری سانس سے راتوں سے اس کی سانس

تھی۔

وہ بس خوش تھی کہ اس کی دوست خوش ہے۔ اور یہاں خوش تھی کہ اس نے اپنی دوست کو کھونٹے نہیں دیا تھا۔

"تو پھر کل تو گی ما" قانع جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ ممکن ہو جائے۔ "بلی" اسے اپنے گھر اپنی سالگرہ پیسریٹ کرنے کے لیے بلا رہی تھی۔ دو مہرے دن اس نے خوشدلی سے ہائی۔ جی۔ جی۔ اسے یا اعتراف ہو سکتا تھا۔

بلی کا چند اور دوستوں کو بھی بلانے کا وارہ تھا۔ یہاں اس وقت اس کے ڈریس کے متعلق چار باتیں رہی تھیں کہ بلی کو اس کے دوست اور بہت بہت بھروسہ تھا۔ اور یہ بھروسہ وہ بھی غلط نہ تھا۔ کہ اکثر محفلوں کو میں وہاں کی پسند کے لباس سے تر کر کے تعریف سمیٹ چکی تھی۔

اس وقت بھی وہ وہی خوشی اس کی ولایت تھی اور یہاں میں ملان رہی۔ یہ اپنی دوست پر حد سے بھروسہ تھا۔ وہاں وہ رہا تھا۔

وہ ان مشورے سے غیبی طور پر گھبراہٹ پر حملہ طے ہوا۔

بلی کو بتاتے ہوئے اس نے گلاس ڈال کے ہونٹے ہیں کہ وہ کی درہمیں یہاں سے ماہر لال کا منظر واضح نظر آتا تھا۔ اور باہر غریب سے ہی اس کی دل دھک سے رہا تھا۔

ڈیڈی باہر تکی بیٹھ بیٹھے تھے اس کا جیسا بلی سے ڈیڈی کی طرف کب چلا گیا۔ اسے۔ تک نہیں چلا۔ بے ہوئے ہوئے ہوئے سکڑ گئے اس کے کانوں میں بلی کی بیوی بیوی کی آواز کا اندر ہوئی۔ شاید اس نے خادش سے اس کا فون بند کر دیا تھا۔

یہاں سے بے ہوش سب کلک سے بٹا کے اس پر "وہ" ماں طراں اور بے ہوش بچا ہوا۔ اور خود ذرا اور "وہ" بلی کی گواہ تھی۔

اس کی گواہی کی تھانہ گواہی ان کا چہرہ کب اکثر "وہ" بے ہوش ہو رہا تھا۔

سکریٹ کا پتہ اس کے شہر انگلیوں کے نزدیک پہنچا تھا۔ محل پہنچنے کو تھا۔ جو انہوں نے ایک بار بھی منہ سے نہیں لگایا تھا۔ بس اپنی سوچوں میں غافل بچا ہوا۔ کبھی کبھی شہریت کی انگلی اس پر رکھ کر رکھ کر تھار دیتے۔

یوں جیسے کوئی بڑا سروہ دل نہایت نرمی سے اپنی یادوں سے چند لمحوں کے لیے پہنچا چھڑا لے۔ "شاید نہیں یقیناً" مٹی اور ڈیڈی کے چچا یا بھگوان۔ یا بھگوان۔

دل میں کسی دکھ سے چٹکی۔ تیور کی یاد ستانے لگی۔

ڈیڈی کی بارعب شخصیت سے ان دنوں ہی اس بھائی کو کبھی اپنے سے بڑی ایک آنے کی اجازت نہیں دی تھی کہ وہ اس وقت "اتنی رات گئے" کے س سے تنہائی کا سبب پوچھی۔

دل میں وہ دیر پہلے جانتا ہی نہ تھی بھری خوشی کا "ماں" خاک ہو گیا تھا۔ وہ صرف صرف تھیں سے کی طرف سہم تھی۔



فرقہ لڑا اور وہ جیتے اندازے کے لیے یہ پورٹریٹ وہاں ہو چکے تھے۔ باہر اپنے بڑے سے بڑے بھائی بھینچی بندلی کے بلکے بلکے سب لٹی سٹی رہی تھیں کہ آج کا دن جیسے اور کبھی گراؤ تھا۔

ان کے برادر امز میں سرگرمی شاپنگ کا داراں تھا جو انہیں اختیار آفندی کی معیت میں یہ تکمیل تک پہنچا تھا۔ ان کا بلی ہاتھوں بھی اختیار کی شہریت میں گزرتا تھا۔ وہ سلسلے سے جانتی تھیں۔ آج انہیں ہی بھر کے اختیار کو خوش کرنا تھا۔

اختیار آفندی کوئی معمولی کوئی نہیں تھا۔ ملک کے باہر تار منڈکا رول میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ جس چیز کو چھوڑتا سونا میں جاتی تھی۔ اور نقل خود اس کے وہ حکم کے سونے جیسے جسم کو کھنڈ میں ڈھالنے کی خواہش رکھتا تھا۔

اس کی بات یاد آتے ہی غلیم کے ہوتوں کو ایک مسکراہٹ سے چھوڑا۔
 "آپ کی خواہش سر آنکھوں پر سرکار۔"
 ایک لڑکے سے ترچھی نگاہ اس بیل فون پر پھینک کر تیار ہونے لگا کھڑی ہوئیں۔ جس پر کل رات گئے تک انہوں نے بختیار آندری کے ساتھ بیٹھیں محبت بھری اور حقیقت منکاری بھری پہلوی باتیں بگھڑائی تھیں۔

ڈیڑھ گھنٹے کی جدوجہد کے بعد اسے اپنا مطلوبہ لباس ایک مٹی کی ترین شاپ سے ملا تھا۔ ابھی شور اور جیواری بلی تھی۔ ڈیڑھ گھنٹے سے جیواری شاپ کی طرف جاری تھی۔ جب اس نے نام کی پکار پر ٹھٹھکے رکے۔
 "اٹلی!" ایک خوشگوار حیرت اس کے چہرے پر جھلکی۔

"تم یہاں اسلام آباد سے کب آئے؟"
 "کل۔ آپ کی بیسٹ فرینڈ نے خاص اچھا فون کر کے وہاں سے بلایا۔ جب وہ بات کرتے کرتے اس کے ساتھ ہی چل پڑا۔
 "تو ابھی پہلے؟"
 "اسی گانٹھ لینے آیا ہوں۔"

پہلے اسے بتانے لگی کہ اس نے ابھی لٹی کی کمر بیچتے گاوت یہ ہے۔
 "تم دونوں کی دوستی بھی خوب ہے۔"
 کرسل کے تیس شہسوز سے لگی ایک شاپ میں قدم رکھتے ہوئے اس نے بھرپور کہا۔
 "کیوں بھی؟"

"جس نے اس کی نظریں دکان میں رہیں وہاں سے وہاں بگھڑتی تھیں۔
 "گھبراہٹ سے توجہ لگاتی تھی اور خالص دوستی۔"
 "اور ہوں۔ مٹی نہیں ڈھونڈتی پڑتی ہے۔"
 "مجھے تو نہیں ملی۔ بہت ڈھونڈا میں نے۔" اس کی گونڈ بھر رہی تھی۔ لیکن پہلے اس کی بات

من چکی تھی اور ملا متی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ بھی رہی تھی۔
 طیلین نے اس کی طرف دیکھ کر ایک دم غصہ پڑا۔
 "مفتول کی بکواس کرنے کی عادت کب جائے گی تھوڑی۔"
 "بھی نہیں۔" کل طیلین تھا اس کے لیے

تھوڑے اوس کے یہ دیکھو کیا ہے۔ اس نے بات سمیٹ کر اسے ایک خوبصورت شوپس کی طرف متوجہ کیا۔ کرسل اور مدھر موسیقی پر رقص کر رہی تھی۔
 "بہت ہی دلچسپ ہے۔" اس کی گونڈ میں طلوس تھا۔
 "بالکل بلی۔" مٹی جیسی ہے۔"

وہ بچوں کی طرح گونڈا کے خوش ہو کے بولے۔
 پہلے سے اس کی طرف دیکھا۔ دونوں ہنس پڑے۔
 "وہاں میں وہ اپنی کارڈ لک کر کے ٹاپن کے صبر و صبر جاری تھی۔ اس نے زبردستی پہلے سے ایک لپ چائے کی خواہش وصول کر لی تھی۔"

مسسل تیسری بار اس کے سل فون۔ بلی کا نام جگمگا رہا تھا اور اس بار اس نے سامنے پھینکی فالتوں کو ایک طرف پٹا کر فرصت سے کل ریسیو کی تھی۔
 "میں کب سے فون کر رہی ہوں؟ کہیں ہیں آپ؟"

"کہیں نہیں۔ یہیں بالکل آپ کے پاس آپ کے محل میں۔"
 اس کی گھبراہٹ تو اس نے لٹی کے کانوں میں دھرت۔ گل پکایا۔
 "میرے دل میں۔" اس نے گھبراہٹ کے اپنا پہل دیکھا۔

"جب برلین میں کیسے یاد کر رہا؟"
 "میں تو آپ کو یاد کرتی رہتی ہوں۔ آپ ہی کے پاس نہیں ہے؟"
 اس کے گھبراہٹ میں شکایت تھی۔
 "تو ہے نصیب۔ چلو کوئی تو ہے جو ہمیں یاد کرتا رہتا ہے۔"

"آج میرا ہر تھوڑے ہے۔" مٹی تیز ہوتی اور ہنسنے لگی۔
 "کوئی جلدی سے مطلب کی بات ہے۔ آئی۔"
 "تو ابھی رہ ڈے نو پو۔"
 وہ دھڑکے سے اپنی بھاری گونڈ میں گھٹکیا اور لٹی دیکھ کر اس کے غصہ میں جھڑکی گئی۔
 "جب برلین میں چپ کیوں ہو گئیں؟"

"تھوڑے آپ کی گونڈ بہت خوبصورت ہے۔"
 دھیمی گونڈ میں ہوتے ہوئے اس کی ہتھیلیں نم ہو گئیں۔
 "تھوڑے غاروں کی کھینچتے ہیں۔ لیکن آپ سے تو ابھی پر گئے۔ آپ تو مجھ کو ضرورتی ہیں۔"
 "بلی۔" اس نے اسے گھبراہٹوں کو سنبھالا۔
 "اور میں تو اب تو اپنی برتھ ڈے پارتی میں گونڈ کر رہی ہوں۔"

اس کی جلا اثر گونڈ کے صبر سے گزرا ہوا کتا بھی آسوں نہیں تھا اس نے بدقت بات سمجھ لی۔
 "ہے تم قن بے لی میں کیا کروں گا وہاں۔ آپ جانتی ہو مجھے اس ہتھ کی پکڑنا پڑے گا کوئی دھڑکی نہیں۔ یہ تو آخری وقت۔" اس کا صبر ایک دم ہی درا بلی نے بہت محسوس کیا۔

"پلیز آتم ٹائٹ آپ نے لی اور آپ کو تانا ہے میں نے کہہ دیا۔ ورنہ میں پیاسے آپ کی شکایت کروں گی۔" وہاں سے ٹھٹھک کر ہوں۔
 "تو وہاں محکمہ تو بہت سنبھال گیا ہے۔ نوکے پر اس نہیں کرنا۔ لیکن گوشش کروں گا۔"
 "پہلیں آپ سے گوشش کا تو کمال ورنہ اگر مع کر دے تو میں کیا کر لیتی۔ لکھ جو سلی میں آپ کو کسی سے ملانا چاہتی ہوں۔"

اس کے دل میں گھنٹی سی گئی۔
 "کس سے؟" اس نے مٹی خیر انداز میں دہرائے۔
 اپنی کہناں میز کی چمکی سا ہر ٹکا میں۔
 "ٹھٹھکی کیس۔" کون ہے یہ کسی۔ آپ کا بوائے فرینڈ۔"
 "ارے نہیں۔" بلی۔ "بلی زور سے اس پر زنی۔"
 "تو کچھ۔"

اس نے کہنے کے ساتھ ایک ٹپ ہنسنے کر کے اپنی بیکر بنی کو ہنسا دیا۔ وہ لپ پات کھینچنے کا ارادہ رکھتا تھا۔
 "بیسوی ایک فرینڈ ہے۔ بیسٹ فرینڈ۔ وہ۔" اس نے جان بوجھ کر بات کو صوری صوری۔
 "لو کے بے بی۔" آئی بل زالی مائی بیسٹ۔ ٹیک۔
 "کینز اوکے۔"
 "بلی کے جو شہسوز بھرپور اس کی پڑ گئی۔"

"بٹ ڈونٹ کل می سپین انکیر۔"
 "تو کے۔" اس نے جتنے ہوئے فون بند کر کے اپنی پارتی سے ٹوک بیکر بنی کو کیسے جو س کی عمارت پا کے سہسوز کی چیمبر دیکھ رہی تھی۔
 "چائنا ہوں بے بی۔ تم بھی نہیں ہو۔ بڑی ہو گئی ہو۔"

دل ہی دل میں کتا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کے اس چیمبر کے پاس ہی ٹپک پڑ گیا۔ جہاں اس کی بیکر بنی مس تاپا رہی تھی۔
 "ڈاٹ اپنڈیا ڈیزیز۔ آج بہت بھیجی گئی تھی۔" وہ۔
 "اب بڑی اپنا حیات سے اس کے شانوں پر بکھرے یاہوں میں اگلیاں پھیر رہا تھا۔"

شہنام حسن انہوں اپنے خوبصورت بار عیب ہم کی طرح اس کی شخصیت بھی اتنی ہی خوبصورت اور بار عیب بھی۔ مواخذہ اجاہت کا مکمل نمونہ۔
 "تو کہہ گا دیاری دنیا میں قدم رکھے بہت زیادہ عرصہ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

اس کے ہونوں پر دیکھ کر ہنسا ہنسا کر رہی تھی۔
 "تو کیا ہمارے گھر پر یہ بدشگون لگنا چاہیے؟"
 اس نے دل ہی دل میں اس میں ایک اور مٹی سی کل سے بوند۔
 نیلم جیسے ان کے دل کے اندر تک جھانک چکی تھی۔ ایک دم سے اس پر اس نے۔
 "کیوں کیا ہوا؟" اس نے بظاہر مسکرا کر پوچھا۔
 "نہیں، ڈارنگ۔" انہوں نے نگاہیں جو ہوتی رہی تھیں۔
 درمیان میں گزرنے والے خاموشی کے چند لمحے بہت بوجھ اور بھاری تھے۔ آئے ہوئے جس وقت کا تصور کر کے، اختیار آندی اپنے آپ کو پھر سے جواں محسوس کرنے لگتا تھا۔ لب باتوں سے نکلتا ہوا لگ رہا تھا۔ بے تلی کی جگہ دھیرے دھیرے مایوسی اپنے پر پھیل رہی تھی۔

اور اس سے پہلے کہ وہ نیلم کی مسلسل خاموشی سے مکمل طور پر مایوس ہو کر اس میں خود کو گھونٹنے کی فکر کر رہا تھا، اس نے گلاس میز پر لڑکھا دیا۔ خلی گلاس میز پر لگنے لگی تھی۔ اس نے اس سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔ یہ اختیار آندی نے چونک کر اس میں دیکھا۔
 وہ اندر سے مشکل سے ٹھیک کو دو ٹوک باتوں سے قہم کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے اس اندر اور موجود بہت سے لوگوں نے ان کی طرف دیکھا اور ان میں سے کتنے ہی ایسے تھے جن کی نظریں ان کی طرف اٹھ کے پلٹا پھول گئیں۔ اس میں ان لوگوں کا کوئی قصور نہیں تھا۔
 اختیار آندی نے ناچاہتے ہوئے بھی دل ہی دل میں اعتراف کیا۔
 نیلم ہر زمانہ کا پوری طرح "نکھیل کھایا" حسن آج بھی بہت سی خوشیوں کی چمک ماند کر سکا تھا۔ خصوصاً "اتنی زیادہ چڑھا" لینے کی وجہ سے مزید آتش ہو گیا تھا اس کی آنکھوں میں جو سرخی اور قد میں جو لڑکھائیاں تھیں۔ اسے دیکھ کر بھانپ کر

کوئی بھی ان میں سہارا دینے کے لیے اپنا کندھا پیش کر سکتا تھا۔
 نیلم نے ہاتھ پھیلا کر ان کی طرف دیکھا اور اس کا اشارہ سمجھ کر سرعت سے اٹھ کر ان کے نزدیک ہوئے۔
 "تم نے وہ سب کی بنگ لڑکھائی تھی نا جان۔" اب کی بار لڑکھائیاں ان کے پیچھے سے بھی مچیں گی۔
 "اوس لڑکھائیاں پھر کین آئی تھیں۔"
 اختیار آندی کا ہاتھ اس کی سنڈل کر کے گرو جانا کی ہو گیا۔
 "تو چلو پھر۔"
 ہاتھ میں سنڈل پر ہتھکڑی قدم جھانٹتے "تو لے" اختیار آندی کے ہاتھ کا سہارا اور لگے کا ہاتھ اس کے کیست پر رہ گئی تھی۔

بار بار پوچھتا رہا تھا کہ اس کی زندگی کیسے ہو رہی تھی۔
 ایک اور کینٹن کی طرف مڑ کر اس نے اس سے پوچھا۔
 "اسے دیکھو، تم اور کینٹن تو یہ باتیں سناؤ لگ رہی تھیں۔
 کینٹن کاٹے گا، اگر اس کی سب سے خودی کیسٹل کر دیا تھا۔
 "میں ایک گھنٹے وقت اتنی اسٹوڈنٹس لگوں گی۔
 جتنی میں کینٹن کر کے وقت لگے گی۔ اور علیان تم پر تھوڑے کیسٹ سناہت ہو گا۔"
 نیلم سلی کی عمر میں بچوں کی طرح سناٹا مٹانے کا خیال بھی کتنا بچکاڑ تھا۔ اسے خود بھی محسوس ہو رہا تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ کراچ کے چیف میسٹ شہنام حسن احوال کے سامنے بھی نہیں جتا چاہتی تھی۔ اسے اپنی جوتی "خوبصورتی اور بھرپور سراپے پر بہت تازہ تھا اور اگر وہ اپنے لیے کوئی اپنے حیاتی گڈ لیکس پور ٹر جاتی تھی تو یہ کوئی بے خواہش نہیں تھی۔
 کل دیے انتظار کے بعد جب اس کے چہرے پر مایوسی کے رنگ پھلنے لگے تب اس نے یہی کینٹ

سے داخل ہوتی شہنام کی گاڑی کو دیکھا۔
 اس کے دل سے خوشی کی ایک جھلک اٹھ کر پورے اندر کو سرشار کر گئی۔
 اس نے دیر سے اس کے ایک حیران انگیزان پر ڈال دیا۔ جس پر اس کی گئی تھی۔ آواز سن کر اس کی ہچکچاہٹ دماغ میں کچھ دیر سے گھڑی گئی اور اس کی مشترکہ دوستوں سے باتوں میں مصروف تھی۔ علیان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔
 چرے نو دھیرے سے باتوں سے تپتیا کے اس نے جیسے سانس خوشی کے، ڈر کو مٹا دیا۔ ایک ایسا رنگ جو سب کو اندر کا دل مٹا دیتا ہو۔ اسے اپنا ہوا اور آنکھیں اسی رنگ میں رنگے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔
 "تو اب ایسی بھی کیا ہے اختیار۔" خواہ کو بہت کر وہ اس کی طرف بڑھی۔
 واٹسنی شریٹ اور ڈارنگ گئے جہیز میں وہ پہلی کو سیدھا دل میں اتر رہا تھا۔
 اس کے ہاتھ میں ایک بے تھ اور خوبصورت محبت بھی میں اپنا یقین تھا۔ اس کے لیے گفت اس کے قدم تھوڑے ہوئے۔
 "یہ لو بلی ہو آ رہی۔"
 اس کے قریب پہنچنے ہی وہ بولا۔ مہراں کے چہرے کے اثرات دیکھ کر رہتے ہوئے۔
 گھٹاس اس کی طرف بڑھا۔
 "میں بھی سمجھتی تھی کہ آپ نہیں آتے شاید بھوں جا میں گئے۔"
 خوبصورت واٹس ڈر سے سچا کہتے تھے ہوئے۔
 اس کی انگلیاں شہنام کی انگلیوں سے در اس اس ہو گئیں۔ اس کی انگلیاں لڑ گئیں اور آواز دھیمی پڑ گئی۔
 "اور اگر میں واقعی بھوں جا توی۔"
 اس کی بھاری آواز اتنی دھیمی تھی جیسے صرف وہی دیکھ سکتی ہو۔ وہ اس کی گائی کے پاس ہی کھڑے تھے۔

اس کی طرف بڑھی۔
 واٹسنی شریٹ اور ڈارنگ گئے جہیز میں وہ پہلی کو سیدھا دل میں اتر رہا تھا۔
 اس کے ہاتھ میں ایک بے تھ اور خوبصورت محبت بھی میں اپنا یقین تھا۔ اس کے لیے گفت اس کے قدم تھوڑے ہوئے۔
 "یہ لو بلی ہو آ رہی۔"
 اس کے قریب پہنچنے ہی وہ بولا۔ مہراں کے چہرے کے اثرات دیکھ کر رہتے ہوئے۔
 گھٹاس اس کی طرف بڑھا۔
 "میں بھی سمجھتی تھی کہ آپ نہیں آتے شاید بھوں جا میں گئے۔"
 خوبصورت واٹس ڈر سے سچا کہتے تھے ہوئے۔
 اس کی انگلیاں شہنام کی انگلیوں سے در اس اس ہو گئیں۔ اس کی انگلیاں لڑ گئیں اور آواز دھیمی پڑ گئی۔
 "اور اگر میں واقعی بھوں جا توی۔"
 اس کی بھاری آواز اتنی دھیمی تھی جیسے صرف وہی دیکھ سکتی ہو۔ وہ اس کی گائی کے پاس ہی کھڑے تھے۔

"تو اب ایسی بھی کیا ہے اختیار۔" خواہ کو بہت کر وہ اس کی طرف بڑھی۔
 واٹسنی شریٹ اور ڈارنگ گئے جہیز میں وہ پہلی کو سیدھا دل میں اتر رہا تھا۔
 اس کے ہاتھ میں ایک بے تھ اور خوبصورت محبت بھی میں اپنا یقین تھا۔ اس کے لیے گفت اس کے قدم تھوڑے ہوئے۔
 "یہ لو بلی ہو آ رہی۔"
 اس کے قریب پہنچنے ہی وہ بولا۔ مہراں کے چہرے کے اثرات دیکھ کر رہتے ہوئے۔
 گھٹاس اس کی طرف بڑھا۔
 "میں بھی سمجھتی تھی کہ آپ نہیں آتے شاید بھوں جا میں گئے۔"
 خوبصورت واٹس ڈر سے سچا کہتے تھے ہوئے۔
 اس کی انگلیاں شہنام کی انگلیوں سے در اس اس ہو گئیں۔ اس کی انگلیاں لڑ گئیں اور آواز دھیمی پڑ گئی۔
 "اور اگر میں واقعی بھوں جا توی۔"
 اس کی بھاری آواز اتنی دھیمی تھی جیسے صرف وہی دیکھ سکتی ہو۔ وہ اس کی گائی کے پاس ہی کھڑے تھے۔

اس کی طرف بڑھی۔
 واٹسنی شریٹ اور ڈارنگ گئے جہیز میں وہ پہلی کو سیدھا دل میں اتر رہا تھا۔
 اس کے ہاتھ میں ایک بے تھ اور خوبصورت محبت بھی میں اپنا یقین تھا۔ اس کے لیے گفت اس کے قدم تھوڑے ہوئے۔
 "یہ لو بلی ہو آ رہی۔"
 اس کے قریب پہنچنے ہی وہ بولا۔ مہراں کے چہرے کے اثرات دیکھ کر رہتے ہوئے۔
 گھٹاس اس کی طرف بڑھا۔
 "میں بھی سمجھتی تھی کہ آپ نہیں آتے شاید بھوں جا میں گئے۔"
 خوبصورت واٹس ڈر سے سچا کہتے تھے ہوئے۔
 اس کی انگلیاں شہنام کی انگلیوں سے در اس اس ہو گئیں۔ اس کی انگلیاں لڑ گئیں اور آواز دھیمی پڑ گئی۔
 "اور اگر میں واقعی بھوں جا توی۔"
 اس کی بھاری آواز اتنی دھیمی تھی جیسے صرف وہی دیکھ سکتی ہو۔ وہ اس کی گائی کے پاس ہی کھڑے تھے۔

خود ہی جواب دہ نہ کر اس سے اس کا چہرہ نکلا۔
"ہم آئی رائیٹ۔"

بھل سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ بس ایک گرا
سائس نے کر لیا کہ میں سر ہلا دو۔ علیان نے بھور
اسے دیکھا۔

گلابی اور سفید رنگوں کے عظم سے بنا لباس اس پر
خوبصورت رہا تھا اور سوچ ڈوبنے سے نکل اپنے چہرے
کے سنہری پن کے ساتھ وہ اسی گلابی شام کا ایک حصہ
دکھائی دے رہی تھی۔

پیش قیمت ڈاکٹر جیوری اس کے نازک جسم پر
دکھ رہی تھی۔

جہاں اور خیریت کے مزید شککے سے پہلے اس
نے دانستہ اس پر سے نظریں ہٹا کر اس کی نگاہوں کے
مرکز کو دیکھا۔

وہ سادہ ستی کو دیکھ رہی تھی۔

جو ابھی ابھی اس میں دستہ بستی اور اس کی مشترکہ
دوستوں سے مل رہی تھیں۔ بھل کی پر سوچ غلوں
میں کے تھا۔ آئی خواہش کی حسرت یا محسوس ہی
تھی۔ اس سے پہلے وہ کوئی انداز نہ پاتا۔

کئی بار سے "میں پکار رہی ہوں کہ اس میں کئی اس
کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔"

"نہیں علیان اس سے لو۔ یہ ہیں شہنام حسن
عوان پیا کے بڑے پارٹنر اور میری آن کی پامی کے
چیف مسٹ۔"

علیان نے خوشنودی سے ہاتھ بٹھایا۔ جسے انہوں
نے تھا ضرور لیکس اس کی نظروں کا مرکز تھیں انہیں
تھی۔ سنہال فرقاں سے زانو۔

ۛۛۛ

کمرے میں اسے سی کی سیٹف سی ٹھنڈک تھی اور
خوشبودار "امپورٹڈ سگریٹ کا پکا ڈکادھواں اس نے
گہری سانس سے کر کبل میں ڈبوئے "سے سفید بیروں
سے ماتم چاند کو ذرا کی ذرا گڑا اور انکلیوں میں لایا
سگریٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھی انش ٹرسٹ میں مس دیا۔

یامیں ہاتھ سے مہاکمل اٹھ کے دیکھا اور جیسے کسی
پاؤں کن سوچ کے لبرائز جگہ سے پرے پھینک دیا
مشکل دیکھنے کی اسوگنگ سے کمرے کی فضا گھٹ
سی ہو رہی تھی۔ اس نے کبل ایک طرف ہٹا کے ہر
نہیں پر رہے۔

دور قلمیں میں دھنسنے بیروں کی رنگت پہلے سے زیادہ
صاف نظر آئی۔ وہ غور سے اسیں دیکھا۔ بھل کی تخیل کے
پر دے پر کسی کے نرم دناؤک گلابی بیچوں میں مقید
پاؤں لہر گئے۔

اس نے مسکرا کر سر جھٹکا اور اٹھ کے طویل و
عریض گلابی دندوں کے پروں سے سینے رات فانی سے رواں
بھٹک چکی تھی۔ لونا کل ناہنجوں کا چاند رات کے گھور
اندھیرے نکتے میں ناکام تھا۔ اور لاس میں لگے اونچے
اونچے ٹارپل کے درخت آدائی لاش کے بچھ
جائے کے بعد رات کی تاریکی میں ریت ناک سے ٹک
رے تھے۔

لیکس نے "اگلا ہوں" تخیل میں جو بصورتی پرور ابھی
ٹراٹھ رہا تھا۔

پہلی کی قلوب اس کے تصور میں غس سے بھلا
مستراہٹ اور آنکھوں میں روشنی بھر رہی تھی۔

اس نے ایک بار پھر پٹ کر اپن مہیا مل اٹھایا اور
سگریٹ پر ایک گلابی ال کر قوڑی سے نکالیا۔ وہ جانتا
تھا کہ پچھلے ایک مہینے سے وہ جس ہستی کو مسلسل سوچ
رہا ہے اس کا کلنیکٹ میراں کے بل فون میں
میں ہے۔ اور کمال سے مل سکتا ہے "اسے باخوبی علم
تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے کسی کی بے قراری
کسی پر عیاں ہو۔

یہاں زندگی میں پہلی بار ہوا تھا کہ کوئی چہرہ اس کو
بھلا تھا کہ گویا دنیا کی تمام خوبصورتیاں اس کے آگے
ماندی پڑ گئی تھیں۔

اس نے دانستہ ایک ہفتے پہلے کا منظر اپنی نگاہوں
میں ایک بار پھر تازہ کیا۔

پوری محفل میں صرف وہی لڑکیاں سفید پور گلابی
دنگ کے پتروں میں بیوس تھیں۔ ایک تھی سیٹی جو

اس کے سامنے چھٹی چارہ تھی۔ بلاشبہ ظاہری
خوبصورتی میں وہ کسی سے کم نہیں تھی۔ لیکن اس کے
بہ از شہنام کے بے بہت حامیان تھے۔

برداشتی اپنے آپ کو ذمی دلیہ کرنا۔ کسی کو اپنی
طرف متوجہ کرنے کی کوششیں کرنے پر چلتے ہوئے
تھی کہ تمہارے اندر کسی شے کی کوئی کمی نہیں۔ اور
دوسری تھی وہ جسے لٹی نے بھلاں گھر کے پکارا تھا۔

لپٹے تار کی طرح ستار آنکھیں چاند چوڑا رنگت
جیسے چاندی لیل جیسے سونا۔ میرے کی سولی جیسے ہاتھ
نہیں۔

اس وقت شہنام کابل چلا ہے اختیار رہی اس کا ہاتھ
تھام کے اس موی جسمے کی نرمی اپنی پوروں میں جذب
کر لے اس وقت اپنی بے اختیار کی کے آگے بند
ہاندہ متاثر ترین کام نگ رہا تھا۔ اور بے کسی کی جس
شعبہ ہونے اس کے اندر اس وقت بھر رہی تھی۔ وہی
کیفیت ایک بار پھر اس کے اندر مل کھ کے رہ گئی۔

ایک گھر اس لیے کر اس نے اپنے بیٹے۔ ہاتھ
پچھرا اور ٹائٹ کچن کی کسی بھٹی زوریاں ڈالنی کر کے
جڑوں میں سے پایا۔

کے ہی پہلے وہ پھر سوچ میں ڈوبا ہے مہیا کل کی
ٹائٹیکٹ سٹھ کال رہا تھا۔

ۛۛۛ

وہ صحت دیر سے مڈج میں ایک ماسیہ پہ چھٹی
تھیں۔

صوتے برائستادہ ان کے پر حکمت وجود سے بھلی
سی تھکن جھٹک رہی تھی۔ سرے بال سے ترتیب
تھے اور کھٹی آنکھیں خالی خالی۔

بظاہر سوچ میں پوری طرح غرق ہونے کے باوجود
مہیاوں میں کوئی ایک بھی رنگ ٹھیک سے م نہیں پاتا
تھا۔ بہت سادہ چہرہ گنڈ تھا۔

اس کی بیٹی بھل جس کا گھٹا ہوا قد ان کے برابر تھا
کا تھا۔ ایک جوان بیٹی کی ماں ہونے کے
حصان کو اسوں سے کسی درخور افتاد نہ جانتا تھا۔

تختیار تختی جس سے ان کے اوپر لوٹوں کی پارش
کی تھی۔ اور جنوب میں اسوں سے ایسے ہی پارش کی
طرح اپنا انکس اور وہ کی گہری لہر پر پڑ سکتی تھی۔
اور اب اس عمل۔ وہ ماسی شہنامہ تھیں فریق
پیرانہ بھی وہ مگر حیاوں میں آجاتے تھے ہر کل
رات کسی چہرے کے لہ کے برابر میں سوئے تھے۔
انداز کا مشکل تھا۔

یامیں ہاتھ میں تھامے کالی کے گب سے بھاپ اٹھنا
بند ہو چکی تھی۔

انہوں نے ایک مگھنٹ پھر کافی تلخ تھی لیکن
تختی ہو کر بے حرکت لگی تھی۔

"تروت" یہ اسامہ بنا کر انہوں نے اپنی ذاتی
مادہ کو دھیرے سے آوارہ کی۔ اشارے سے لاونج کی
گلاس والے کے پروت سرکلے کو کہ اور فانی ٹاک
نیمل پر پڑی رکھ دیا۔

بھری پروتے بھاتے ہی روشن بین کا اجالا انہوں میں
بھرنے لگا۔ وسیع و عمیق آؤں کی جینی اشیاء پر روشنی
بھرنے لگی۔

دیکھا ہاتھ میں دیکھ کر کھڑکی شہ سے کر
انہوں نے انش ٹرسٹ میں "اسٹل" اور ٹاک سے
دھواں نکلتے ہوئے چہرہ دیکھ کر کہنے کے انداز میں
آگڑا کے اٹھ رہی تھی۔

پھر دھیرے دھیرے ہلتی ہوئی گلاس وال کے پاس
ٹکڑی ہو گئی۔

شیشے کے پاس آگے "تسم و جہاں میں اترتی معمولی
سی گہرا نش طبیعت کی کسلندی پر ملوی ہو کے اچھی
لگ رہی تھی۔

وہ کھٹی ہی "مروہیں کھڑی ملاؤں کا جائزہ لیتی رہیں۔
کچھ سال پہلے تک گھر کے ساتھ ساتھ لاس کی دیکھ
بھل بھی ان کے فرائض پور روز موس کے معمولات میں
شامل تھی۔ وہ نہت سنے رہتیں اور خوشبوؤں کے
پھوٹوں کی بیبیاں خرید کر لاتی رہتی تھیں۔ مالی سے اپنی
تھکائی میں پرانے پوروں کی چھائی کروا تیں لہ کی کھٹی
سے چاریت تھی کہ ان میں اور درختوں کے ٹکڑے پاس

سو کھتے تھے کبھی بڑے ہوئے دکھائی نہ دیں۔
 گھاس کی کٹائی اور تازہ گھاس کی بوائی بھی اس
 باقاعدگی سے جاری رہتی۔
 رات ابھی بھی بہت اچھی حالت میں تھا۔ وہاں کسی
 غیر معمولی کاری کا ثبوت نہیں مل رہا تھا۔ لیکن کچھ
 اواس سالہ جیسے اپنے مالک کی عہد تو جی نے اسے
 کلا سا رہا تھا۔
 بھول تھے لیکن بہت کم اور وہی پرانے گھارا کے
 سرخ گلاب اور سورج مکھی کہیں کہیں کونے
 میں موگے کی بھاری تھی۔
 "اگلی جگہ کے سفید گلاب خرید کے لاؤں گی پورا
 ماں بھروں کی دانت دوا ہے۔"
 انہوں نے اسی وقت ارگو ہندو اور ایک وہ ہے
 چونک سی گئیں۔
 "سفید گلاب؟" حیرانی سے اپنے تپ سے سوال
 کیا۔
 "سفید گلاب ہی کہیں۔ کس کو پسند میں سفید
 گلاب۔"
 "ان پر دانت دوا ایسے کی ضرورت نہیں رہی۔ کسی
 کی سفید دانت دوا ہے اور کچھوں میں ہر گئی تھی۔
 ان کے بچوں کو بے اختیار مسکراہٹ نے چھو اٹھا۔
 ایک گھرا تازگی بھرا سانس انہوں نے رات کی روشن
 فضا کے سپرد کیا۔
 کسی کی توار سننے کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی
 تھی۔
 "ثروت میرا سوا کل دوا۔"
 پلٹ کر آواز دیتے ہوئے انہوں نے قہقہے کو
 بیڑھیوں کے نیچے آتے دیکھا۔
 ایک پل کے لیے دھیان جیسے کہیں دور سے پلٹ
 کے آیا تھا۔
 "کوئی نو عمر لڑکی نہیں بلکہ ایک نو عمر لڑکی کی ماں
 ہیں۔"
 انہوں نے دل ہی دل میں اپنے آپ کو تسلیہ
 کر کے ہنسنے کے سر پہ کوڑی جا بختی ہوئی لگا دیں

سید کھاتا۔
 کھنوں سے اونچا آف دانت پر لپڑا اور لپڑا رنگ
 شرٹ کے ساتھ ہی لگے میں دانت لے کارف بھول رہا
 تھا۔ کاتول میں بڑے بڑے دانت ایتر انکر اور دانت کی چھو
 میں مقید ہوئی تھیں۔
 گالی میں دانت پل کا پرہیز نہ ہو دانت اگر انہوں
 سلپرز جس میں قید نرم ماسک بچوں کو ایک کے اثرات
 کرنا مشکل تھا کہ "سلپرز نو نو" سفید ہیں بلکہ
 جیسے پاؤں۔
 "کہیں جانے کے لیے بیٹی تیز سے تیار ہوئی
 تھی۔ اور شاید پونی ٹیل کی بجائے اپنی عمر سے کہیں کم
 ہی دکھائی دے رہی تھی۔"
 "موسمی بڑے آؤ کو رنگ۔"
 دانت لڑکی اس قدر "خمر" سے جانے کیوں
 نہیں بلکہ سا خوب محسوس ہو۔ اور وہ اپنے
 "گھارا رنگ" والے دلی مسرور لٹاؤں کو بھول کر
 "اگر کٹ سوئٹ کر بیٹھیں۔"
 "گھارا رنگ مایہ۔"
 بیڑھیوں کے "مکراتی ہوئی" الٹا طرف تانی
 تھی اس کا بعد بار مل ہی تھا لیکن انہیں نہ تھا وہ محسوس
 ہوئی۔
 "مارنگ۔" وہ اپنے کے سنبھل کے بولیں۔
 "کھل جا رہی ہو۔" وہ گلاس دلی سے ہٹ کے
 دانتوں کو دیکھنے پر توجہ دیتی تھیں۔
 "کل لپ۔" "تھوڑا لپڑا کی ان کی سوالیہ نظریں ہنوز
 اس پر جمی ہوئی تھیں۔
 "تھوڑا لپڑا کی ان کی سوالیہ نظریں ہنوز
 اس نے جواب دیتے ہوئے غور انہیں دیکھا۔
 "آج نہ کسی انٹے سیدھے بے ہودہ لباس کے
 بجائے کائن کی آرام دہ گیس اور ہڈیوں تک ڈھیلے
 ڈھالے ٹراؤڈز میں لباس تھیں۔
 اس نے بے ساختہ اپنی نظریں ان کی سادگی
 پڑھیں سے ہٹائیں۔
 "مناہ ایک بات پوچھنی تھی تم سے۔"

بہت محل ہوتے ہوتے اس کے حق میں انک
 گئی۔
 "ہوں۔" "مناہ" اس کا ہل انہیں سمجھا چکی تھی۔
 اور اب ہنسنے کی طرف ان کا دھیان نہیں تھا۔ اسی
 لیے انہوں نے بے توجہی سے بنگار بھرا اور اس کا
 "جنگل" ہوا اندر رکھ دیا۔
 "تھوڑا لپڑا کی۔"
 وہ ڈرا کی ڈرا کی۔ اب کی بار علم نے سراپا کے
 اس کی طرف دیکھا۔
 "تپ کی طبیعت کیسی ہے۔ آؤ کل رات
 باہر۔"
 "جس تک کورس ڈائے آؤ تو تسکین۔"
 "تھوڑا لپڑا کے میں شام تک آجاؤں گی۔"
 "و اپنی بات کہہ کر گئی تھیں۔
 علم نے بر سوچ نظریں سے کچھ دیر اس کا چہرہ کیا
 بھانپ چکی تھیں کہ بہت کچھ اور بھی دیکھا کچھ اور
 بتائی۔ لیکن اس کے بارے میں سوچنے کا وقت ان
 کے پاس پہلے بھی نہ تھا اور اب تو پانچ نہیں تھا۔
 "دو لپڑا کی کل رات تھی۔"
 "تھوڑا لپڑا۔"
 "تھوڑا لپڑا۔" انہوں نے بہت خوش ہو
 کے سیل کھان سے لگا۔
 "ابھی ابھی میں نہیں ہی جان کر نے دلی تھی۔"
 ان کی توار میں خوشی کی رشتہ مست واضح تھی۔
 * * *
 "آف تو۔" "گازی گیٹ سے نکل چکی تھی۔ لیکن
 اس کی سانس ابھی تک بے ہوا تھیں۔
 "کیا پوچھنے میں کسی میں پاگل ہو گئی تھی۔" "انہ۔"
 ابھی ڈرا کیو تک کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اس
 لیے وہ بہت احتیاط سے ڈرا کیو تک کر رہی تھی لیکن
 اس وقت اس کا دھیان ڈرا کیو تک کی طرف نہیں تھا
 سے دھیرے کی طرف تھا۔
 سے حساس ہو رہا تھا کہ ماس اس کی اور قیدی کی

طرف سے کتنا فاصلہ رہتی ہیں اور اس بہت کو تو شاید
 بھول ہی گئی تھیں۔ کہ ان کا ایک بیٹا بھی ہے جو نئے
 عرصے سے ملک سے باہر ہے۔
 "ماس کو کیا بھی اپنے بیٹے کی یاد نہیں سنائی۔ کسی
 ماں میں یہ؟ کیا ماس اپنی شکل بھی بولی ہیں۔" "اس
 نے سیدھی سے سوڑ کاٹا۔
 "گور میں! میرا بھی کیا خیال انہیں ہو میں نے کہہ
 دو انہوں نے نہیں کرنا۔" "اس کے دل میں از سر نو دکھ
 جاگ۔"
 "کیا ہو گیا ہے ماس۔" کیوں ہو گئی ہیں وہ ایسی۔"
 سوالیہ نشان جو کل روز سے اس کے سامنے ہوئی
 "میں دوا تم تھا۔ اس وقت تو اس کا ٹھیک ٹھاکہ نہ
 چلنے لگا۔ یہاں تک کہ ریٹورنٹ تک پہنچے۔
 اس کا ٹھیک ٹھاکہ موزا فراب ہو گیا۔ جس عین پہلے
 سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔
 "جھوٹ بول کے گئی ہوں ماس۔"
 مغللوں نے تھیل تلاش کر کے اس پر چھینے ہی اس نے
 کہا۔
 "در ماس کو کہیں وہ انہیں غصے کے ایک بچے کو
 جانتے کہن چاہے کیسٹول ہو یا میلا۔" "نہ چاہتے
 ہوئے بھی شک اس کی زبان سے نکل گیا۔
 "تو نہیں جھوٹ بولنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔"
 عین ان کے اس کی پانی نہی کو ہر یک لگا دیا۔ واقعی
 اسے کیا ضرورت تھی بچوں جھوٹ بولنے کی۔ ماس اس
 کی کسی بھی ایکٹوٹی پر کسی کوئی اعتراض نہیں کرتی
 تھیں۔ تو پھر عین ان سے ملنے کے لیے آتے وقت اس
 نے جھوٹ بولنے والا۔ یہ دل کا چور تھا یا کچھ اور۔
 "نئی ڈونٹ تو۔"
 اس سے کوئی جواب نہیں ملتا۔ اس کے کندھے اچکا
 کے رہ گئی۔
 "شاید میں نہیں جانتی تھی کہ وہ تمہارے بارے
 میں کوئی فائدہ ناثر قائم کریں۔ یا پھر میرے فریڈز کے
 سرکل میں ایک بھی "کل فریڈز" نہیں ہے۔
 ہو سکتا ہے کہ میرے بارے میں ہی کچھ سوچتیں۔"

دعا۔ کچھ کر ہی رہی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ کوئی اور بھی ملے گی۔
جھٹک بھی دیکھنی پڑی۔

انتہائی مذہب انداز میں معاشرے کی سب سے
تعمیر دار نکاس کا یہ رویہ سب سے ختم ہوا تھا۔ جس
گناہ و گنہگار کا تصور نہ تھا۔ حرم اور حلال کی تیزرہ

وہ خود کوں سادہ امت بار مالا اور نیک تھا۔ ہستی گنگا میں
ہاتھ دھوئے دھواں کی گئی تھی۔ اور خود بھی گنگا میں
میں سے ایک تھا۔

لیکن لیٹی 'یہاں' اگر اس کی سوچ میں تیرہ کی
ایک۔ بلکہ کسی جھٹک نظر آتی تھی۔

وہ بہت معصوم لڑکی تھی۔ ابھی زمانے کی گرد
اکوڑھاؤں سے اس کا واسطہ نہیں پڑا تھا۔ عین ممکن
تھا کہ وہ بھی آگے چل کر ایسے کسی ریش زار سے کی
بیوی بن جاتی۔ تو عملی طور پر بھی کاروباری میدان
میں مصروف عمل ہوتی اور اس طرح کی خدمات میں
بھی پیش پیش رہتی۔ یہ تو یہاں کا دستور ہی تھا۔
یہ وہ نہ تھی۔ لیکن ابھی سے کہیں نہ تھی۔
میں کھینا اور یہ سنا تھا۔ اس کے لیے وہ جھڑپ کی
لاٹ کی تھی۔ پھر وہ کہیں اب سے کئی سال
پچھوں اس لڑکی کو شائستہ تھا۔ تو صرف اس سے کھینا
چاہتا تھا۔ تھوڑے سے دن تھوڑی سی دیر۔ آگے بڑھتی
جتنے دن چل سکتی آخر میں پورے۔ کہہ سکتے ہاتھ جھاڑ کر
انگ ہو جانے میں اسے ملکہ حاصل تھا۔

آج بھی اس نے یہاں سے ریلوے کی پہلی اور
"خری صورت پہلی کو کھرا کر غنہ اسے فون کیا تھا۔
بھل کا گھٹک بھرا اس سے مل سکتا تھا۔

وہ کون تھی۔ اس کے ہاں ہاپ کون تھے اور اس کا
نمرے کر سہ آگے کیا کرتا تھا۔ عین جانتا تھا۔ جانتا
تھا تو صرف یہ کہ یہاں وہ پہلی لڑکی تھی۔ جس نے پہلی
نظر میں ہی اس کے دل کو چھو لیا تھا اور اس کے ساتھ
زندگی گزارنے کے بارے میں سوچا جاسکتا تھا۔ باقی وہ
کئی سال تو وہ اس کے فون سے کہ کچھ رہی تھی۔ اسے
ابھی طرح علم تھا۔ علم تو سنی تھی اور اسے ابھی ماسٹرم

تھی۔ سورہہ پناہ سلسلے کی نظام کو مشغول میں تھی
تھی۔
تھکن بر گاڑی رکی تو اس نے یونی کتب خانہ سے
اوپر اوپر گھر دوڑائی تھی۔ لیکن وہاں ہو سطر اس کا
خاکر تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔
وہ اس طرف قدرے دور گئے تھے۔ لیکن یقیناً وہ
شہر میں تھے۔ اور فرٹ میٹ پر کوئی سوداگر وجود
چھو نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن یہ ضرور دیکھنا تھا کہ وہ دونوں
کھل طور پر ایک دوسرے میں کھم تھے۔ کہ اس پاس
کسی چھوٹی موٹی گلی کا احساس نہ تھا۔
تھکن کر رہی ہو چکا تھا۔ اور لڑکی کی نظریں وہیں گڑی
رہ گئی تھیں۔

شہر میں۔ اپنا بازو اس کے شانوں پر پھیلا دیا۔ اسے
اپنی طرف جھکا کر ایک ادا سے بڑبڑا۔ سے کچھ کہا اور پھر
بٹنے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی۔
"تو یہ تھا یہاں ملک سے تھوڑا سا دور تھا۔"
اسے بڑبڑاتا کر سوا کل تک کرتے ہوئے اس
کے بڑبڑاتا لٹکوں، تھکن سے رگڑتا تھا۔
تھکن اب کہہ سکتے تھے۔ شہر کے سب سے بڑی تھی۔
ہی مویا آج تھکن تھا۔ اور دیکھ کی بات یہ تھی کہ کی
نے چلنے کے خبر بھی نہ لی تھی۔ مادہ اور ہمارا کو اس سے
طبیعت کی خرابی کا پتہ نہ تھا۔ لیکن
اور وہ گلی تھکن جہیں اس کی پیدا ہوئی جاسیے تھی
خصوصاً۔

"ایک بڑی بڑی گلی تھی۔ یہاں سے پورے۔ مجھے پتہ
سے پتا نہیں تھا لوگ۔"
انہوں نے بہت مختصر سی بات کر کے فون رکھ دیا
تھا۔ اور وہ بھی فون سے دل سے بیگ میں ڈال کے
بھٹک کی طرف جانے کے لیے لگی تھی۔
دیگر امر نزدیک تھے۔ کار کی کلاسز تقریباً ختم
ہو چکی تھیں۔ بس چند ایک پریسیسز ایکسٹرا کلاسز
سے کر گورس کھیلنے کو آ رہے تھے۔
"چھو۔ ایک ہوٹل کس ہی ڈسکس کر لیں گی۔"
بے دلی اس کی ایک ایک رگ میں سرایت کر رہی

میاں کل مستقل آگے گیا باہر کی رشتہ سے رابطہ
فصل طور پر بند تھا۔
اس سے ایک بار پھر اس شہر کو یاد کیا۔ بہت دور تک
تھکن سے تھکن کا رشتہ میں جیجی کسٹم کا نظارہ کر رہی
تھی۔ اور وہ خود تو نہیں تھکن تھکن کا فون سرور تھا۔
تھکن۔

"لیٹی۔ پہلی سوری میں آج نہیں سکتا۔"
"کیوں؟" اس کے دل پر اچانک ہی اوس سی گرجی
تھی۔

"ایک بڑی بڑی گلی تھی۔ یہاں سے پورے۔ مجھے پتہ
سے پتا نہیں تھا لوگ۔"
انہوں نے بہت مختصر سی بات کر کے فون رکھ دیا
تھا۔ اور وہ بھی فون سے دل سے بیگ میں ڈال کے
بھٹک کی طرف جانے کے لیے لگی تھی۔
دیگر امر نزدیک تھے۔ کار کی کلاسز تقریباً ختم
ہو چکی تھیں۔ بس چند ایک پریسیسز ایکسٹرا کلاسز
سے کر گورس کھیلنے کو آ رہے تھے۔
"چھو۔ ایک ہوٹل کس ہی ڈسکس کر لیں گی۔"
بے دلی اس کی ایک ایک رگ میں سرایت کر رہی

تھی۔ سورہہ پناہ سلسلے کی نظام کو مشغول میں تھی
تھی۔
تھکن بر گاڑی رکی تو اس نے یونی کتب خانہ سے
اوپر اوپر گھر دوڑائی تھی۔ لیکن وہاں ہو سطر اس کا
خاکر تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔
وہ اس طرف قدرے دور گئے تھے۔ لیکن یقیناً وہ
شہر میں تھے۔ اور فرٹ میٹ پر کوئی سوداگر وجود
چھو نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن یہ ضرور دیکھنا تھا کہ وہ دونوں
کھل طور پر ایک دوسرے میں کھم تھے۔ کہ اس پاس
کسی چھوٹی موٹی گلی کا احساس نہ تھا۔
تھکن کر رہی ہو چکا تھا۔ اور لڑکی کی نظریں وہیں گڑی
رہ گئی تھیں۔

تھی۔ سورہہ پناہ سلسلے کی نظام کو مشغول میں تھی
تھی۔
تھکن بر گاڑی رکی تو اس نے یونی کتب خانہ سے
اوپر اوپر گھر دوڑائی تھی۔ لیکن وہاں ہو سطر اس کا
خاکر تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔
وہ اس طرف قدرے دور گئے تھے۔ لیکن یقیناً وہ
شہر میں تھے۔ اور فرٹ میٹ پر کوئی سوداگر وجود
چھو نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن یہ ضرور دیکھنا تھا کہ وہ دونوں
کھل طور پر ایک دوسرے میں کھم تھے۔ کہ اس پاس
کسی چھوٹی موٹی گلی کا احساس نہ تھا۔
تھکن کر رہی ہو چکا تھا۔ اور لڑکی کی نظریں وہیں گڑی
رہ گئی تھیں۔

شہر میں۔ اپنا بازو اس کے شانوں پر پھیلا دیا۔ اسے
اپنی طرف جھکا کر ایک ادا سے بڑبڑا۔ سے کچھ کہا اور پھر
بٹنے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی۔
"تو یہ تھا یہاں ملک سے تھوڑا سا دور تھا۔"
اسے بڑبڑاتا کر سوا کل تک کرتے ہوئے اس
کے بڑبڑاتا لٹکوں، تھکن سے رگڑتا تھا۔
تھکن اب کہہ سکتے تھے۔ شہر کے سب سے بڑی تھی۔
ہی مویا آج تھکن تھا۔ اور دیکھ کی بات یہ تھی کہ کی
نے چلنے کے خبر بھی نہ لی تھی۔ مادہ اور ہمارا کو اس سے
طبیعت کی خرابی کا پتہ نہ تھا۔ لیکن
اور وہ گلی تھکن جہیں اس کی پیدا ہوئی جاسیے تھی
خصوصاً۔

"ایک بڑی بڑی گلی تھی۔ یہاں سے پورے۔ مجھے پتہ
سے پتا نہیں تھا لوگ۔"
انہوں نے بہت مختصر سی بات کر کے فون رکھ دیا
تھا۔ اور وہ بھی فون سے دل سے بیگ میں ڈال کے
بھٹک کی طرف جانے کے لیے لگی تھی۔
دیگر امر نزدیک تھے۔ کار کی کلاسز تقریباً ختم
ہو چکی تھیں۔ بس چند ایک پریسیسز ایکسٹرا کلاسز
سے کر گورس کھیلنے کو آ رہے تھے۔
"چھو۔ ایک ہوٹل کس ہی ڈسکس کر لیں گی۔"
بے دلی اس کی ایک ایک رگ میں سرایت کر رہی

تھی۔ سورہہ پناہ سلسلے کی نظام کو مشغول میں تھی
تھی۔
تھکن بر گاڑی رکی تو اس نے یونی کتب خانہ سے
اوپر اوپر گھر دوڑائی تھی۔ لیکن وہاں ہو سطر اس کا
خاکر تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔
وہ اس طرف قدرے دور گئے تھے۔ لیکن یقیناً وہ
شہر میں تھے۔ اور فرٹ میٹ پر کوئی سوداگر وجود
چھو نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن یہ ضرور دیکھنا تھا کہ وہ دونوں
کھل طور پر ایک دوسرے میں کھم تھے۔ کہ اس پاس
کسی چھوٹی موٹی گلی کا احساس نہ تھا۔
تھکن کر رہی ہو چکا تھا۔ اور لڑکی کی نظریں وہیں گڑی
رہ گئی تھیں۔

شہر میں۔ اپنا بازو اس کے شانوں پر پھیلا دیا۔ اسے
اپنی طرف جھکا کر ایک ادا سے بڑبڑا۔ سے کچھ کہا اور پھر
بٹنے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی۔
"تو یہ تھا یہاں ملک سے تھوڑا سا دور تھا۔"
اسے بڑبڑاتا کر سوا کل تک کرتے ہوئے اس
کے بڑبڑاتا لٹکوں، تھکن سے رگڑتا تھا۔
تھکن اب کہہ سکتے تھے۔ شہر کے سب سے بڑی تھی۔
ہی مویا آج تھکن تھا۔ اور دیکھ کی بات یہ تھی کہ کی
نے چلنے کے خبر بھی نہ لی تھی۔ مادہ اور ہمارا کو اس سے
طبیعت کی خرابی کا پتہ نہ تھا۔ لیکن
اور وہ گلی تھکن جہیں اس کی پیدا ہوئی جاسیے تھی
خصوصاً۔

"ایک بڑی بڑی گلی تھی۔ یہاں سے پورے۔ مجھے پتہ
سے پتا نہیں تھا لوگ۔"
انہوں نے بہت مختصر سی بات کر کے فون رکھ دیا
تھا۔ اور وہ بھی فون سے دل سے بیگ میں ڈال کے
بھٹک کی طرف جانے کے لیے لگی تھی۔
دیگر امر نزدیک تھے۔ کار کی کلاسز تقریباً ختم
ہو چکی تھیں۔ بس چند ایک پریسیسز ایکسٹرا کلاسز
سے کر گورس کھیلنے کو آ رہے تھے۔
"چھو۔ ایک ہوٹل کس ہی ڈسکس کر لیں گی۔"
بے دلی اس کی ایک ایک رگ میں سرایت کر رہی

"تھکن ہوں یا رہیں ایسے ہی۔"
"ایک ایسے ہی۔ ایسے ہی اس طرح بڑی ہوئی ہو۔
ایسے ہی موبائل آف کر رکھا ہے یہ سب کیا ہے؟"
"اسی آسانی سے چھوڑنے والی ہیں تھکن۔
لیٹی نے زبردستی پھرے۔ پشامت پیدا کرنے کی
کوشش کی۔ کہ تھی قریبی دوست سے جان چھڑانا تھا
بھی تھکن نہ تھا اور کچھ نہ تھکن کا تو سوال ہی نہیں تھا۔
"سر میں درد تھا۔"
"تمہیں میں سے؟" تھکن نے اسے پوچھا۔ جیسے
اس کا رخ چل گیا ہو۔
"ہاں تھکن سے۔ میں نے کئی بار پوچھا۔ جیسے
لیکن۔"

وہ بات اور پوری چھوڑ کے کھڑکیوں پر سے پردے
کھینچنے لگی۔ یہاں اس کے اس طرح خرد ہو جائیے سے
تھکن گئی تھی کہ بہت ہو بھی ہو دوتا ہے کے ہڈی میں
نہیں اس لیے اس نے پوچھے سے گریز کیا کہ اس
طرح تھکن میں دن سر کا درد پھیلے تو بھی نہیں ہوا۔
"اے۔" تھکن نے اسے سوچتے سے تھکن۔
"اب میں ان کو مارا مارا ہوں۔" اس
سے تھکن بولی۔
"یہاں چلے گئے۔"
لیٹی اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ اس کا دوا
پاکس بیج نہیں تو کچھ خاص غلطی نہ تھا۔
منشوں میں کواٹنگ اور آٹمی کریم کا پورہ گراہمن
کیا۔
"جھپٹا بھی ہو تو اور مرنا آگے۔"
تھکن کی دیر کے بعد لیٹی واش روم سے نکل کر پڑی۔
طبیعت پر چھلنے کے پوچھل پن میں خاطر خواہ کی آگئی
تھی۔
"تو کیا وہ چلا گیا مسام آیا۔"
لیٹی سے پوچھتے ہوئے اسے اپنی بے خبری پر افسوس
ہوا۔
اس نے تاک تھا لیٹی اور دوسرے دوستوں کو ایک
ساتھ بعد میں نہتے گئے۔ لیکن وہ تو چاہتا تھا کہ اس

تھی۔ سورہہ پناہ سلسلے کی نظام کو مشغول میں تھی
تھی۔
تھکن بر گاڑی رکی تو اس نے یونی کتب خانہ سے
اوپر اوپر گھر دوڑائی تھی۔ لیکن وہاں ہو سطر اس کا
خاکر تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔
وہ اس طرف قدرے دور گئے تھے۔ لیکن یقیناً وہ
شہر میں تھے۔ اور فرٹ میٹ پر کوئی سوداگر وجود
چھو نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن یہ ضرور دیکھنا تھا کہ وہ دونوں
کھل طور پر ایک دوسرے میں کھم تھے۔ کہ اس پاس
کسی چھوٹی موٹی گلی کا احساس نہ تھا۔
تھکن کر رہی ہو چکا تھا۔ اور لڑکی کی نظریں وہیں گڑی
رہ گئی تھیں۔

شہر میں۔ اپنا بازو اس کے شانوں پر پھیلا دیا۔ اسے
اپنی طرف جھکا کر ایک ادا سے بڑبڑا۔ سے کچھ کہا اور پھر
بٹنے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی۔
"تو یہ تھا یہاں ملک سے تھوڑا سا دور تھا۔"
اسے بڑبڑاتا کر سوا کل تک کرتے ہوئے اس
کے بڑبڑاتا لٹکوں، تھکن سے رگڑتا تھا۔
تھکن اب کہہ سکتے تھے۔ شہر کے سب سے بڑی تھی۔
ہی مویا آج تھکن تھا۔ اور دیکھ کی بات یہ تھی کہ کی
نے چلنے کے خبر بھی نہ لی تھی۔ مادہ اور ہمارا کو اس سے
طبیعت کی خرابی کا پتہ نہ تھا۔ لیکن
اور وہ گلی تھکن جہیں اس کی پیدا ہوئی جاسیے تھی
خصوصاً۔

"ایک بڑی بڑی گلی تھی۔ یہاں سے پورے۔ مجھے پتہ
سے پتا نہیں تھا لوگ۔"
انہوں نے بہت مختصر سی بات کر کے فون رکھ دیا
تھا۔ اور وہ بھی فون سے دل سے بیگ میں ڈال کے
بھٹک کی طرف جانے کے لیے لگی تھی۔
دیگر امر نزدیک تھے۔ کار کی کلاسز تقریباً ختم
ہو چکی تھیں۔ بس چند ایک پریسیسز ایکسٹرا کلاسز
سے کر گورس کھیلنے کو آ رہے تھے۔
"چھو۔ ایک ہوٹل کس ہی ڈسکس کر لیں گی۔"
بے دلی اس کی ایک ایک رگ میں سرایت کر رہی

تھی۔ سورہہ پناہ سلسلے کی نظام کو مشغول میں تھی
تھی۔
تھکن بر گاڑی رکی تو اس نے یونی کتب خانہ سے
اوپر اوپر گھر دوڑائی تھی۔ لیکن وہاں ہو سطر اس کا
خاکر تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔
وہ اس طرف قدرے دور گئے تھے۔ لیکن یقیناً وہ
شہر میں تھے۔ اور فرٹ میٹ پر کوئی سوداگر وجود
چھو نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن یہ ضرور دیکھنا تھا کہ وہ دونوں
کھل طور پر ایک دوسرے میں کھم تھے۔ کہ اس پاس
کسی چھوٹی موٹی گلی کا احساس نہ تھا۔
تھکن کر رہی ہو چکا تھا۔ اور لڑکی کی نظریں وہیں گڑی
رہ گئی تھیں۔

شہر میں۔ اپنا بازو اس کے شانوں پر پھیلا دیا۔ اسے
اپنی طرف جھکا کر ایک ادا سے بڑبڑا۔ سے کچھ کہا اور پھر
بٹنے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی۔
"تو یہ تھا یہاں ملک سے تھوڑا سا دور تھا۔"
اسے بڑبڑاتا کر سوا کل تک کرتے ہوئے اس
کے بڑبڑاتا لٹکوں، تھکن سے رگڑتا تھا۔
تھکن اب کہہ سکتے تھے۔ شہر کے سب سے بڑی تھی۔
ہی مویا آج تھکن تھا۔ اور دیکھ کی بات یہ تھی کہ کی
نے چلنے کے خبر بھی نہ لی تھی۔ مادہ اور ہمارا کو اس سے
طبیعت کی خرابی کا پتہ نہ تھا۔ لیکن
اور وہ گلی تھکن جہیں اس کی پیدا ہوئی جاسیے تھی
خصوصاً۔

"ایک بڑی بڑی گلی تھی۔ یہاں سے پورے۔ مجھے پتہ
سے پتا نہیں تھا لوگ۔"
انہوں نے بہت مختصر سی بات کر کے فون رکھ دیا
تھا۔ اور وہ بھی فون سے دل سے بیگ میں ڈال کے
بھٹک کی طرف جانے کے لیے لگی تھی۔
دیگر امر نزدیک تھے۔ کار کی کلاسز تقریباً ختم
ہو چکی تھیں۔ بس چند ایک پریسیسز ایکسٹرا کلاسز
سے کر گورس کھیلنے کو آ رہے تھے۔
"چھو۔ ایک ہوٹل کس ہی ڈسکس کر لیں گی۔"
بے دلی اس کی ایک ایک رگ میں سرایت کر رہی

کے نزدیک ایک دم ہی اپنی اہمیت کا احساس کچھ اور
اچاگر ہوا۔

یہ بہت انتہائی دھیان اور نصیحت تیزی سے اپنے
لائحہ عمل سے گزری تھیں۔

فرقان کافی اٹل ملک سے باہر جانے کا کوئی ارادہ
نہیں تھا۔ ان سے بظاہر جتنی بھی لڑو اسی۔ لیکن
معمولات شب و روز سے کرنے کے لیے انہیں فرقان
کے شیڈس کا خاص حساب رکھنا پڑا تھا۔

اب ایسے میں ششام کا اصرار نہ چاہئے کہ باوجود
اس کی حوصلہ افزائی اپنے مخصوص کمرہوں اندر نہیں
نہیں کر پاری تھیں۔ حالانکہ دل تو بہت چاہتا تھا کہ
اس کی سہیلی کو ٹھنڈا کر دیں اس کے اندر کی گت پر
ایسے حسن و قصہ طبع نے انہیں کہ وہ سکتا رہ
جائے کچھ بجز سی سکے۔

اس دن بھی اس کی جھلی کا جیسا انہیں یوں سہ
تھیں سا کہ۔ وہ تو پہلے سے تھکا ہوا محسوس ہو رہا
فرقان کی صبر و بردباری کو سنا کر فرما کر کے
سیدھا اس کے سانس پر چڑھا۔ یوں ہی وہ اپنے
آنے جانے کی اطلاع فرقان پر زانو کر سیتے میں اپنی
بے عزتی دیاں کرتی تھیں۔

ششام کو ان کے آنے کی امید نہیں تھی ان کو یوں
اچانک سانسے پا کر جھلکاؤں پر چھلی کدورت و جھلی
رہی بلکہ دل کو اپنی اہمیت کے احساس سے عجیب سی
خوشی بھی ہتی رہی۔ عجز و استدر گئے وہ اکٹھے رہے۔

مسترد کے کنارے ساحل پر ہاتھوں میں ہاتھ
ڈالے۔ کبھی کسی نیم تاریک چٹان کے پیچھے اگلاؤں
کے چاند سے اگلیاں کرتے ایک دو سرے کے
وجود کے مس سے مسکتے ہوئے تھکے ہونے جسم اور
تو تازہ اعصاب لیے۔ رات گئے تک آواز گرونی
میں مشغول رہے۔

اس دن وہ کتنی مشکل سے لے گھر جانے کے لیے
راضی کر پائی تھیں یہ تو یوں وہ خود ہی جاتی تھیں۔

حالانکہ اس کا بڑھتا ہوا اصرار درست اور انوں ہنسی بھلی
نظر سے اپنی حسیں صورت اور سلیٹے میں ڈھنکے جسم
پہنچن کچھ اور بھی چھوڑا تھا۔ جس کے دل بولتے رہا
تو کسی بھی مو کو ریر کر گئی تھیں۔ پتا غلام بنا گئی
تھیں۔

ایسا سوچتے ہوئے ان کے دہن سے فرقان پر زانو
کے مہی غائب ہو گئے تھے جو یقیناً ان کی شکل تک
دیکھنے کے رولوار میں تھے۔

زندگی ہمیشہ سے اس کی نہیں تھی۔
نہ وہ ہمیشہ سے سو ساری میں جاتی پرتی پر نہ جسم کی
حیثیت سے جاتی جاتی تھیں۔ نہ ہی اس کے نور فرقان
کے درمیان اتنے غائبے تھے کہ گھر سے ان کی لاپرواہی
اتنی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔

بلکہ کچھ سال پہلے تک صورتحال بالکل الٹ تھی۔
گو کہ فرقان پر زانو سے وقت بھی محسوس ہی رہتے
تھے کہ ہر پری معجزات سے انہیں گھروں کے ساتھ
زیادہ وقت گزارنے میں دیتی تھیں۔ مگر ہر بھی وہ
ایک اقدار شوہر تھے۔ وہ "یاں" میں ملک کہ یہ ان کی
فارس اور لائق شغل کا تھا تھا۔ لیکن صاف
نازک کے ساتھ کبھی ان کا الفتو نہیں رہا تھا نہ ہی وہ
کبھی کسی اسکینڈل کی زد میں آئے۔

کچھ بھی حال سلیم کا بھی تھا۔ اللہ نے جس رات تھا تو
دل کھول کے نور اللہ جب حسن و حسن سے تو نزاکت کرتی
جانی ہے اس پر وہ بے چارے کی ریل چلے لیکن دولت
اور حسن کی فراوانی نے بھی ان کا دل غراب نہیں کیا
تھا اس طرح کہ وہ اپنی سیدھی سادگی زندگی کو چھوڑ کر
اس بدنام راستے کا انتخاب کر لیں۔

جس پر وہ سراسر موہن کی اداؤں پر غار ہونے کو تیار
اور اس میں اپنی دلی چیز سمجھ کر "مستعل" کرتے میں
حق بجانب ہوتا۔

یہ سچ زانو کے بعد سال بھر ان کی تدبیر نے انہیں
ان کی زندگی میں خوشیوں کے مزہ رو رہا ہے کہو لے

وہ انہیں محسوس ہوا کہ جب زندگی میں کسی چیز کی
کوئی کمی نہیں ہے۔ فیملی کھل چکی اور زندگی بھی ہر
طرح سے بچے بہتر تعلیمی اداروں میں زیر حجام تھے
بڑے ترقی کی راہوں پر گامزن تھے۔ دوست احباب
رشتے دار بھی ان کی قسمت پر رشک اور اس کی اور
فرقان کی جوڑی کو رشک بھی قرار دیتے تھے۔

یہ ان کی دونوں کی بات ہے حسب ذیل ہر تمام اور
شوق کے ساتھ لیٹ لیٹ پڑے اور ٹیٹ نو گیدو
میں بھی آجیٹو بھی فرقان کے ساتھ شرکت کرتیں۔
خوشی طبع اور مدد۔ سنچھی کے باعث مولوں اور
عورتوں میں کیسی مقبول تھیں۔ اور اور سے ان کی
شاندار پر سانی کہ وہ کہیں سے وہ بچوں کی ماں ہیں
تھتی تھیں۔

لیکن ہی ایک بڑے یارنی میں جہاں فرقان بھی
شریک تھے یہاں طاقت اپنی ایک بہت پر ان کمون
فرقان سے ہوئی۔

نیم اور وہ ایک دو سرے سے مل کر بہت خوش
ہو گئے۔ نور، یہ اور ایسے جس کے تلوک ہو سکے
اور مایوس لاشیں گھروں میں تاجانا بڑھ گئے۔ کبھی
فرقان اور میں ہونے تو ان کے ساتھ ہی شریک
ہوئے۔ درہ عام طور پر انہیں سب سے بڑی شکایت
وقت کی کمی کی تھی۔

سہم کی یہ دوست اور اونٹ ہونے کے باعث خلوع
سے عینہ کی اختیار کر کے ایلی ہی رہتی تھیں۔ اور
کسی بینک میں چاب کر کے اخراجات پورے کرتی
تھیں۔ اس کے دور یہم کے اسٹینس میں واضح فرق
تھا۔ لیکن سلیم کو کبھی اس بات کا احساس نہیں ہوا
کیونکہ سلیم نے اپنی دوست کو ہمیشہ عہدہ لباس "مرنگی
جیوٹری اور ذاتی کارٹی استعمال کرتے دیکھا۔

انہیں سوچنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی
کہ ان کی عورت تن تنہا ہے رہتی ہوگی۔ اور گزرا
کچھ کرتی ہے ان کے اطمینان کے لیے یہ بات بہت
کالی تھی۔ کہ وہی ان کی دوست ہے۔ اور بڑے
مرغل اور مول آف سو ساری کے مصنوعی ماحول میں

بہت عرصے بعد دوست کا ساتھ بھر تو یہ ہے خود رہی
بھی ایک عرصہ تنہائی کا عذاب بھگتے کے بعد اس سے
فی سہ اس سے من سے اتنی اپنی ہو گئی ہے لیکن
یہ انتہیت صرف دوست کی وجہ سے نہیں تھی۔
اصل بات کچھ اور تھی اور سلیم کے علم میں آنے تک
یقیناً وہ ہر حوالی تھی۔

"تمہاری یہ دوست کچھ عجیب سی تھیں ہے سلیم!"
شام سے ہی وہی ان کے ہر کئی کئی تھی۔ اور
رات کے نوے بھی واپسی کا کوئی رکھ نہ تھا۔ اس
وقت سلیم کے کچھ مہلوں گئے وہ انہیں ڈرائنگ
روم میں لائیں۔ تو ان میں سے ایک خاتون بول

پڑی تھیں کہ ہوا۔

"سکرا نہیں۔ انہیں پتا تھا جس کے ایک بیک کی
وہ سے لوگ ان کے پاس میں انہیں رائے نہیں
رہتے تھے۔

"اتنی بے نظمی سے اور فرقان بھائی کے پر میں
جیسی تھیں لگا رہی تھیں عجیب سا لگ رہا ہے۔
اس وقت تو سلیم نے جس کے بل دی۔ لیکن بعد
میں یہ بات انہیں بھی محسوس ہونے لگی۔

وہی زیادہ تر فرقان کے آفس واپسی کے تاخیر
آتی۔ ان کی واپسی کا کوئی ایک وقت مقرر نہیں تھا۔
اس لیے اگر انہیں آنے میں دیر ہوئی تو وہیں رک
جانی اور کھانا کھائے بغیر وہیں نہیں جاتی۔

دھیرے دھیرے فرقان اور اس کے مابین جھجک
کھینے لگی۔ بچوں کو اس نے مانوس کر لیا یہم ہمیشہ ہی
اس کی سب سے اعلیٰ کو بچوں کی دوستی پر محمول کرتی رہیں
لیکن اس پاس سے گئے والی اطلاعات اور بڑھتی ہوئی
چہ گوئیوں نے اس کے دل میں شک کا کانا پھیر دیا۔

اب ان اکثر فرقان اور وہی کو باتیں کرتے دیکھ کے الجھ
جائیں۔ وہی کی دھرم میں اٹھل ہوتے ہی کھانے پیے کی
دلی تھی۔

فرمانیں شروع ہو جاتیں۔

مدنی تسلیم سے کم اور فرقان سے زیادہ باتیں نہ نکالی
پور تو اور فرقان کو بھی کچھ برا نہ لگتا۔ شروع میں تسلیم کو
یہ باتیں اتنی ہی نہیں لگتی تھیں۔ لیکن آہستہ آہستہ
جب یہ بے نظمی بڑھنے لگی۔ تو انہیں انجمن نے گھیر
لیا۔

اب حال یہ تھا کہ وہ کبیل کو پھوڑا جاتی تھیں۔
کبیل انہیں نہیں چھوڑتا تھا۔
شب و روز اسی کشمکش میں گزر رہے تھے۔ جب
ایک شام وہ گھر میں اکیس تھیں۔ بچے دن میں بھاگ
وڑ کر رہ گئے۔ پور وہ وہیں چھپ کر فحشی سوچنے میں
غفلت تھی۔ کہ ان کے پرہیز والے بچے کی رہائی سسر
انصاری ان کی پڑوس بنتے چلی آئیں۔
سسر انصاری بھی خندہ عورت تھیں۔ تسلیم ان کو
اور وہ تسلیم کو بہت پسند کرتی تھیں۔

ان کی بات ہے تسلیم انہوں نے تو اتنا کھانا جیسا ہی چھوڑ

دیا ہے۔
"ہمیں نہ بھانجی۔ بس آج کل فرقان ڈرا ہوا
ہے۔" وہ نواب سید بی بی بھانے کو فوراً ہی طاری ہوئی
تھیں۔ کہ انہوں نے وہاں بھی بھانجیا۔

"کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ چائے بھی پی کے
آ رہی ہوں اور ہاں تمہاری دوست نہیں آئی آج۔"
"ہاں آج نہیں لگی۔ سوئیے تو روز ہی آجانی ہے۔"
تسلیم کے لہجے میں بے زاری سی بھر گئی۔

"فرقان کہیں ہیں کچھ معلوم ہے۔" سن کالاجہ غیر
معمولی سا قلم تسلیم نے چونک کے انہیں دیکھا۔

"افس سے آئے نہیں تو ظاہر ہے افس میں ہی
ہوں گے اور کبیل۔"

ان سے بات مکمل نہیں کی گئی وہ سسر انصاری کو
دیکھ کے وہ گئی بہت لمبے عرصے میں مدد گئی تھی جلنے
کیلئے۔

"میں آج شاپنگ کرنے گئی تھی طارق مدد وہاں
میں نے فرقان اور تمہاری دوست کو ایک چوہلی
شاپ پر دیکھا تھا۔" سسر انصاری کیا کہہ رہی تھیں۔

تسلیم کو اپنی ہاتھ پیر سے جان تلکٹی ہوئی محسوس ہوئی۔
"دل میں کچھ کال ہے۔ میں تو کہتی ہوں اپنی
دوست سے صاف صاف بات کر دو اور چلا کرو
اسے معلوم نہیں کس قماش کی عورت ہے۔" وہ اور
بھی کچھ کہہ رہی تھیں۔ تسلیم کے کان میں ساکن
کہنے لگے کچھ دیر بعد وہاں ٹھہر کے چلی گئیں۔
ان کا سالوں کا اعتماد مٹی میں مل گیا تھا۔

"تو اب فرقان اور۔۔۔ مدنی۔"
دل کو کی بات سننے کو تیار نہ تھا۔ وہ لوں ہی رشتے ان
کے دل سے تھے۔

ایک محبت کا وہ سراو اتنی کا دونوں ہی رشتے افتاد
کے تھے کچا اور مضبوط دھماکہ۔ کیا اب ہو سکتا ہے۔
فرقان اور مدنی ایسے مہرے لٹکے گو دھوا دے بیٹھتے
ہیں۔ میرے سارے میری آنکھوں میں دھول جھونک

تھیں مدنی کو کوئی کام بھی تو پڑ سکتا ہے۔ ہو سکتا
ہے فرقان اسے پوری مل گئے ہوں سرور، جیسے کوئی
کسی کو مل جاتا ہے۔ اتفاقاً" لگے۔

انہیں پورا آج صبح صبح سے بٹتے وقت فرقان نے
انہیں بلایا تھا کہ کچ، ہمیں ایک بہت سپورٹس برنس
سیننگ انیڈ کرنی ہے اس لیے وہاں ہی میں دیر ہو جائے
گی۔ اور دن میں انہیں فٹ کر کے ڈسٹرب نہ کیا
جائے۔

تو اتنی اہم سیننگ چھوڑ کر فرقان طارق مدد کی
کرنے گئے ہوں گے وہاں وہاں تو ان کا کوئی واقعہ کار
بھی نہیں۔

ہزاروں دلیں، ہزاروں خود ہی گھڑتے خود ہی رد
کرتے وہ وہاں بیٹھے بیٹھے پتھر کی ہو چکی تھیں، اس ہوش
نہیں تھا شاید عمل چکی تھی۔

بچوں کے یوزر آچکے تھے۔ وہ کب آئے کون
انہیں اندر لے کر گریڈ پچے کہاں گئے انہیں دیکھنے کی
فرصت نہیں تھی۔ رات کے نو بج رہے تھے۔

"بچوں کو کھانا کھلاؤ اور دن کے بیڈ روم میں لے
جائے۔"

وہ ایک فیصلہ کر کے انہیں پور ملا رہا کہ اب اسے
کب پر آگئیں۔

جن کے پاس اتنی گاڑی بعد اور اس کے بعد وقت
موجود رہتی تھی۔ اس وقت بھی ڈرائیور انہیں باہر آنا
دیکھ کے سو اب ساؤ کے اس کے پاس گیا۔
"صاحب کے آگے چلو۔"

"جی،" وہ تھکداری سے مرکز پہنچا اور روانہ کھونے
لگا۔

دل ہی دل میں اس وقت کیسے عجیب غریب حکم
وہ حیراں تو تھا۔ لیکن بالکون کے حکم کے آگے
نابعد اوری سے سر جھکانے کی عادت بچپن سے ہی تھی
میں ہی ہوئی تھی۔

انہیں کی جس پہل افسانہ مستم ہو جانے کی
وجہ سے قدرے ماند پڑ چکی تھی سوائے چند ایک
ور کر کے تقریباً۔ کبھی جاگتے تھے اور جو موجود تھے وہ
انہیں اس وقت افس میں دیکھ کے متوجہ تھے تو اس
کے جسے قدرے پریشان تھی وہ اس وقت گھر کے
سلا سے کپڑوں اور لٹیر پڑے ہوئے تھیں۔ فرقان کی
کال ٹپنی پڑی پڑی پڑی تھی "میں لگے کے ایک
دھم سے طاری ہو رہی۔"

"تو تیرا پورا پاس۔" ان کے لہجے میں ہلکا سا حکم تھا۔
"ڈونٹ بلی ہی نہ۔"

"وہ آج ہی نا تم سے میری کیس چلے گئے تھے بھی
تک نہیں آئے۔" اس کا لہجہ گھبرا ہوا تھا۔

"تو تیرا؟"
"مجھے گھر جانے کے آؤرز میں تھے جب تک
پاس خود نہ کہیں۔" حکم کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ایسا
حفظ باقاعدہ کے طور پر کیا گیا۔ میکر بٹری کی موجودگی ان
کے لیے لازم کا کام تھی وہ فرقان کو گھر سے فون کر
بھی لیتیں تو تیرا میکر بٹری بھینا "میں بسا لیتی۔"

"لو کہے" اندر کی کیفیت کے پر علم راتوں کا لہجہ
ایک دھم سے گھٹا ہو گیا۔

وہ میں اور جس طرح آئی تھی اسی طرح واپس
نکل چکی تھیں۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی تنہا بے تابی سے آنکھوں
سے لاش پڑے۔

انہوں نے اتنی دیر جس طرح ضبط کیا تھا۔ وہ خود ہی
جانتی تھیں اچھی بھی ان کا دل کسی اسجائے خوف سے
پھنسا جا رہا تھا۔ گھٹ گھٹ کے اپنی سسکیاں نکالتی۔ وہ
مشکل سے خود ضبط کیے بیٹھی تھیں۔

"تو تیرا دھوکہ میری محبت کے ساتھ۔"
اتنی جلدی دشمنی میری چلی پر خلوص دوستی کے
ساتھ۔

مدنی اور اپنے ساتھ گزرا ایک ایک ہی کسی قسم کی
طرح آنکھوں میں چل رہا تھا۔ انہیں پورا ہاتھ مدنی
کس کس طرح فرقان سے فری ہوئے کی کوشش کرنی
اور کتنے کھلاؤ لایا پاس پڑتی تھی۔

اس سے پہلے اسوں نے کبھی غور کرنے کی کوشش
ہی نہیں کی۔ وہ مدنی سے اس کی دوستی کو کیا معنی
پہناتے ہیں مدنی کو کس قسم کی بلکہ کس قماش کی
عورت گزرتی ہے۔ انہیں پورا ہی نہیں تھی۔

"کہاں ہے مدنی؟" مدنی نے اپنے کے چہرے میں اتنی
مدد ہو گئی تھی کہ اس کی حکمت کے لیے سب سے
ایک بار عورت اور پوری دوست کے گرد اس میں تیر
نہیں کر سکی کہیں "میں اپنا آپ بھی کسی مجرم کی
طرح تنگ۔"

"میں جانتی تھی کہ وہ ابھی ہے۔ بے سارا ہے
بچہ ہے۔ تو میں یہ کہیں بھول گئی۔ کہ وہ ابھی بے
سلا اور بچہ ایک عورت بھی تو ہے۔ اسے مو کا سارا
چاہیے۔" وہ کا ساتھ چاہیے۔ لاہوری زندگی کس
کرنے کے لیے کورہ ہو فرقان بھی ہو سکتے ہیں۔

"تو ایک تو اسے اس کا چہرہ بگور رہے تھے جنہیں
صاف کرنے کی انہیں ضرورت بھی محسوس نہیں
ہو رہی تھی۔"

"میرے اللہ!"
مگر شری گاڑی میں موجود اسے کی کی خنکی میں بھی
انہیں اپنا دھوکہ پیتے میں بیٹھا وہ لگا گھر آئے وہ کسی
سے بات کے بغیر بیڈ روم میں جا گئیں۔

لیکن دنیا سے مدد چاہ کر انکو بند کر لینے سے سوچیں تو مگر نہیں ہو سکتی تھیں۔

اندھیرے کمرے میں وہ اور بھی ڈھیر کی ہو گئیں۔

پہلے دل بدلتا تھا اور ہم ہر بات اور لب لہجہ کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہی تھیں۔

"کب سے چل رہا تھا یہ سلسلہ اور کہاں تک پہنچ چکا تھا۔"

سوج سوج کے سر پہن جا رہا تھا اور کوئی حل کوئی سرا ہاتھ نہیں آیا تھا۔

اور اگر آج سزا نصاریٰ نہیں کیجئے۔ لیتیں۔ تو وہ دونوں مل کے ان کی آنکھوں میں تھی اور کہاں تک دھول جھونکتے۔

وہ ان جوڑوں میں سے نہیں تھیں۔ جس کے شوہروں کے والدین اور سیکشن ہر تیسرے میں مقرر تھے۔

ان کے ساتھ تو پہلی بار ایسا ہو تھا۔ دل میں پکڑ دھکڑ کا ایسا ہی عجیب تھا جسے اور شیش کے گھر ان کا دل چاہ رہا تھا کہ یہی وہ دونوں کے ان سامنے آ جائیں اور وہ دونوں ڈانڈ دیں۔

جائے تھی پر بڑی تھی۔

وہ نہ کر سکتی تھیں سوج کی۔

بھاری اور بھول ہو رہا تھا۔ اور تو نہ کھوتے کھوتے ان کا گلا بری طرح دکنے لگا تھا۔ تب وہ وہ کھول کر فرقان اندر داخل ہوئے انہوں نے لائنیں تن کیں اور عیلم ناچو دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔

"کیا ہو انیلم اتم ٹھیک تو ہو۔"

لال کے گھر سے اسے دلپس پر کلن ہو گئی تھی۔

کالج کا سز آف ہو جانے کے بعد ان کو لکھا ہونے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ زیادہ تر فون پر بات ہو جاتی یا پھر۔

جسٹ تک سے کام مل جاتا۔

وہ جانتی تھی لال پریشان ہے۔ لیکن یہ اس کے لیے پریشانی کی بات نہیں تھی بلکہ پریشانی کی بات یہ تھی کہ

اس نے اپنی رہنمائی میں تین گھنٹے ساتھ رہ کے بھی نہیں سے شیز شیز کی تھی۔

"کیا بات ہو سکتی ہے۔"

متر پرانی کے دو تین چھپا کے بار کے اس سے وائش بیس کے مرمر میں اپنا چہرہ لگا کھلا تھا تو لکھو چہ اس کے تصور کے پردے میں کسی نور کا چہرہ لہرایا۔

وہ بے ساختہ چوٹک لگی۔ یہ چہرہ عیاں کا نہیں تھا کسی اور کا تھا۔

"کون۔"

"شہنام حسن انوال۔" اس کے کانوں میں لال کی شرح آواز گونگی۔ اور ساتھ ہی ایک خوبصورت تو مان چہرہ چمکتی آنکھیں پر کشش مسکراہٹ۔

"ہاں۔ وہ بہت ہی خاص چہرہ تھا۔ یاد رکھنے جانے کے قابل۔"

اس نے چمکے سے لال میں اعتراف کیا۔ اور یاد کر کے کی کوشش کی کہ اس کی گوار کیسی تھی۔

نہیں۔ شاید۔

مواظف نہ رہ رہے ان کا وہیال بات با۔

"تیسرے۔" سکرس پر چمکتا نام دیکھ کے اس سے سیدہ نالی سے گل رہی ہو گئی تھی۔

"کہاں ہو تمہارے ہو سکتے دل میں فون کیا۔ میں کب سے تمہیں یاد کر رہی ہوں لیکن تمہیں تو شاید میں یاد ہی نہیں کرتی۔"

لیکن ہی سانس میں وہ رے کے پیر کی باتیں کہہ گئی۔

وہ سری طرفہ من رہا تھا اسے لیکن وہاں مردار ہاتھاکہ وہ بھی ہر روز اسے یاد کرتا۔ بس وقت کی کی اور مصروفیت کی وجہ سے فون میں کر سکتا۔

"تم۔ تم آنکھوں میں جاتے جاتے ہو۔

ڈیڈی کے کمزور اور اکیلے ہو گئے ہیں۔ اسیں تمہاری ضرورت سے بہت۔"

وہ کہتے کہتے رو پائی ہو گئی۔ نظروں میں کچھ دن پہلے رات کا وہ منظر کھج گیا جب اس نے ڈیڈی کو خدا اور اس نور افسر سے کھا تھا۔

وہم تھی معصوم ہو عین کیا تم ابھی بھی یہ سمجھتی

ہو کہ وہاں کسی کو میری ضرورت ہوگی۔"

"ابھی ہی تو ہے۔ ابھی ہی تو ہے تمہاری ضرورت۔"

ڈیڈی سے ڈیڈی بوڑھے ہو رہے ہیں۔ تیسرے وہ ٹھک رہے ہیں۔"

اس کی آنکھیں غم ہو گئیں دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی۔

"ڈیڈی بوڑھے ہو رہے ہیں تو کیا ہوا۔ مہاتوا بھی جوان ہیں۔"

اسب کی بارید ہو رہا تو اس کے لہجے میں زہریلے سناپ کی سی پھٹکار تھی۔

"تیسرے۔" وہ بھی تھی تو بڑی۔

"تشت اب۔" لپٹا شیم کن ہو۔ اپنی مل کے بارے میں ایسی بات۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے انہیں میری مل کہنے کی ماس میں ہوتی ہیں یہ کہتی ہیں ایک اور دوسرے ساتھ جو اسوں نے کیا۔"

"ان سے کیے کی سزا تم ڈیڈی کو اور مجھے کیوں دے رہے ہو۔ ان کو۔ سنی۔ ہمیں تو تمہاری ضرورت ہے۔ تمہارے بارے میں میں میرے بارے میں۔"

وہ اسے بارے میں ہی موقع کے سناپ پیر تیسرے۔

وہ احساس۔ انکی سے ملے گئے۔

"مجھ سے ڈیڈی کا اکیلا ہیں میں۔ کچھ جانتا۔"

"یہ اکیلا بن گیا۔ تمہیں خود ان کی اپنی چوائس ہے۔"

میں جانو۔ اور تمہیں میری نہیں ایک اچھے لائف پار سری ضرورت ہے۔"

وہ اس کی بات سن کے چپ سی ہو گئی۔

"تو کیا تم کسی کسٹین نہیں آؤ گے تیسرے۔" اس کی ہاوی آہنا کو چھو رہی تھی۔

"میں کیا کروں گا کہ میں۔" اس کا اپنا لوجہ بھی فسر رہا تھا۔

"تو پھر آہندہ مجھے فون مت کرنا۔" اس نے آسو پر مجھ کے قفسی لئے میں کہ۔

"کیوں ایسا کروں کہہ رہی ہو۔"

"کیا نہ مجھے اس بے نام ٹیپونک دہشتے کی

ضرورت نہیں ہے۔ جیسے تم نے لانا اور ڈیڈی کو اس کی زندگی میں ہی مرنا تصور کر لیا۔ یہ ویسے ہی میں بھی سمجھ جاتی تھی کہ میرا بھائی اس دنیا میں نہیں رہا۔"

دل پہ پھر رکھ کے اس نے بات عمل کی۔ اور دونوں ہاتھوں میں چوہ چھپ کے پھوٹ پھوٹ کر روئی۔

وہاں لال کی تھی میری محبت میں۔ میری وفا میں کیا کی تھی۔ میرے دھڑ میں میرے کردار میں پولا۔

وہ جی رہی تھیں۔ فرقان پیر راہ کا کر یہی تھا۔

ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا فرقان پیر راہ کے چہرے پر نظر پڑتے ہی۔ ہر شے کی عتائیں ڈھیل پڑ جاتی تھیں۔

وہ انہیں بھول گئی میں تمہیں تمہاری انا شعار ہوئی تھی میں کیا میں نے تمہارے سے وہ وہاں سادہ۔

تھا جو میں نے کسی اور کے لیے سہیل رکھا۔ تمہیں نہیں دیا۔ لیکن کیا کی تھی مجھ میں۔ یہ تمہارے تو وہ جو رت کی جھمپ میں رہے ہو گئے۔

اس کی آواز بیٹھ رہی تھی۔ حلق میں گلے آگے آئے تھے۔ لیکن یہ وہ چپ ہونے والی نہیں تھیں۔

میرا نہیں تو اپنے تصور بچوں کا ہی خیال کیا ہوتا۔ کیا اثر پڑے گاں کے معصوم بنوں پر کیا ان کی کچی عمر اور وہاں ساری تمہاری اس بھول کا بوجھ اپنے ہاتھوں کندھوں پر اٹھائے گی۔ خواب دہنا فرقان چپ کیوں کھڑے ہو۔"

دوتے دوتے وہ ان کا گریبان چھوڑ کے ان کے قدموں میں ٹپٹھکی چلی گئیں۔

ان کے خوبصورت لیے مجھے ہلی کندھوں پر بکھر گئے تھے۔ کل یوں میں بڑی چوڑیاں ٹوٹ کر انہوں میں جھمکی تھیں۔ اور سونے کے جیش قیمت سنگینوں سے موتی ٹوٹ کے بکھر گئے تھے۔

وہ کچھ اور مچھل مچھل عورتوں کی طرح چپ رہ کر تیل اور تیل کی دھار دیکھنے کی بہت تھیں رنجی

تھیں۔ اس کی ہمت تو اسی وقت ٹوٹ گئی تھی۔ جب فرقہ کے لوگوں کی فوج دیکھا کہ جواب میں کچھ کہے کوئی ہمت نہ رہنے کے بجائے چپ سادھی گئی۔ اور سر جھکا دیا۔

گھوڑا اتار یقین ہونے کے بعد وہ اس کے کسی تاریک گوشے میں پر خیال خوش گئی ابھی بھی موجود تھا کہ یہ سب کچھ لفظ بھی ہو سکتا ہے۔ سزا داری کو لفظ بھی بھی ہو سکتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ فرقہ بھی کسی مجبوری کے تحت ان سے بچ نہ رہا ہے۔

دو درے محبت، خیرے نہیں رہا۔

جب خوابوں کے ستارے جہاں میں رہیں کہوتی ہے۔ تو حقیقت کی ہونٹاکی کا احساس تک کم ہو جاتا ہے۔ اور جب حقیقت اپنا آپ بھور گوانے کو عواموں ہونے کے لئے جاتی ہے۔ تب بھی خوش نہیں کہے ہوئی قلعوں میں کھینچے جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ خود ہی دیکھ دیکھ کر اس کے "اپنا ہاتھ چھڑا کر اس اور اس کی سخت باتوں سے طمانچہ کھاتے کہتا ہے۔ ہو جائیگا۔"

اب اس سر جھانکے سامنے بھی اندر میں سر جھانکے ہوئے اپنی عمر پر جان بولی گویا بھروسہ کی محبت کے دم بھرتے تھکتی نہ تھی۔ آج اس ابڑ اور دیوانہ جیلے میں اپنی بھاری پر تم نہاں تھی۔

ابوہول نے بچوں کے بل بیٹھ کر اس کے بکھرے بل سینے۔

"میں مجھ سے بچے مولا کر دو۔"

الفاظ ٹوٹنے کے ان کے میوں سے نکلے اور نیکم نے شدید یہ یعنی کے عالم میں اس کی طرف دیکھ۔

"ہاں نیکم مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔ میں ایک غم چرکی تھی چمک دیکھ کچھ کر اسے سوتا بچہ بیٹھا تھا۔ نیکم! میں بھول گیا تھا۔ کہ پھر کو کتنا بھی تراش خراش وہ سوئے کا مقصد نہیں کر سکتا۔" بل کے رقصوں پر اس کی عداوت سے چور تو دھندلی پھواری بن کے رہ گئی۔

تو کہ اتنی جلدی ان کی بات پر یقین کرنا ممکن نہ

تھا۔ لیکن وہ صرف ایک مرد تو نہیں ہے۔ اس کے شوہر بھی تو تھے۔ جنہوں نے کئی سال بغیر کسی جھول کے ان کی وفاداری کا دلہ اپنی محبت کی صورت میں دیا تھا۔

نیکم کی سسکیں بدھم ہوئی تھیں اور وہ یہ بھول تھیں کہ وہ نیکم ہیں۔

اور نیکم بھی تو ایک پتھر ہے۔ جیسے وہی ویسے نیکم۔

فرصت، حقیقی آزمائش، بیش قیمت اشیاء سے مزین یہ ایک انتہائی گزری دورا تک۔

وہ ایک ایک ڈیکوریشن پیش کا بھور۔ یعنی دل میں بل میں نیکم کی خوش فہمی کی بداد سے رہی تھی۔ پاروں کے ڈیزائن اور طرز سے لے کر کمر کا ہٹ تک اور دیواروں کے ٹیسٹ سے لے کر فرنیچر تک۔ ہر چیز ایک مخصوص نقشہ کے کلر کی تھی۔ وال سنسٹر بھی کسی کمال شخص کے ہر منہ ہاتھوں کا شہکار تھیں۔ اور نیکم کی سے سے۔ نے طرز کے بھانے چھوٹے رنگ کی تھیں۔ کسی کے مودت سے تھیں۔

انہیں کسی عراغینہ خیموں کا ساتھ ساتھ سکرٹ سے، جو اس کا ساڑھا تھا۔ جیسے کوئی کچھ دیر پہلے میں بیٹھنے کو تک کر رہا تھا۔

"اور وہ کوئی اور شہنام کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔"

بل نے اس میں ابھرتی، بلکی سی گھبراہٹ کو اندر دیا کے کانیزنٹ نظر آنے کی خوشی کی۔ بھی اب آواز قدموں سے چلا شہنام اس کے قریب آ رہا تھا۔

"گدا رنگ۔" وہ ایک دم سے گھڑی ہو گئی۔

برائے گھر میں "نیکم" میں اس سے ملنے کا یہ اتفاق پہلی بار ہوا تھا اس کی ہتھیلیاں ہم پڑتی جا رہی تھیں۔

"گدا رنگ۔" اس نے مسکراہٹ ہوں میں دیکھے بظاہر ہڈی تنیدگی سے کہ تھا۔ لیکن شرارت لہجے میں نہیں جھلک رہی تھی۔

"تک۔" اسے ایک دم سے بہت شرمندگی محسوس

ہوئی۔

"خیر سوچتے ہوں گے یہ میں تو بالکل ہی حواسوں میں نہیں ہوں۔"

گدا رنگ جھکا کے وہ سوچے مٹی۔ شہنام اسے دیکھا رہا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس کے یوں دیکھے سے پرل ہو رہی ہے پھر بھی۔

"گھڑی کیوں ہو بیٹھو۔" سبہ حد عام سے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے بہت ہی خاص حرکت کی۔ اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کے دباؤ ڈالا۔ وہ دھیلے ڈھالے انداز میں پیچھے ٹپک گئی۔

اس نے سینئر نیبل پر دیکھے شواہد میں سے وہ تین شواہد کے اس کی طرف بڑھائے اس کے حلق سے متھینک ہو گئی۔ بالی سی توار نکل جسے ہشکل من سکھو مسکرا دیا۔

"نک ہوئی گھنڈا گھر پہ۔" وہ پٹ کر بھاڑ قدموں سے چٹا سامنے صوبے پ کے بیٹھ گیا۔ اس منہ جیرے سے ہی میں سر ہٹا۔

"جے پر آنا ہے۔ لی۔ اتنا کم بھور۔ یوں ہو۔"

بل نے بیوی پائی گھر سمجھو اس سے پوچھا۔

میں نے نہیں بلایا تھا۔

بہت مسرت سے اسے اپنی مرضی کا سچا پر عار ہا تھا۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ اس کی بات کا حرف حرف دل دزن پر نقش کر رہی ہے۔ اور یہ یقین کچھ ایسا لفظ بھی نہیں تھا۔

"اس نام کو تم یوں بھی تو تک کے لیے جاتی ہو گی باہر گیا نام ہے اس کا وہ تمہاری فریڈ۔" اس نے جان بوجھ کر نام سے میں دیر لگائی۔ حالانکہ یہ نام پچھلے ایک دم سے اس کی نوک زبانی پر چل رہا تھا۔

"نیکم۔" وہ اس کے رے سے کھیل چکی تھی۔

"ہاں بھل۔" اسے لگا رہا کہ وہ کسی سی مٹھاس نے چھو۔

"اس کے ساتھ۔" ان وقت سے بھری ٹرائی ہے۔

ایک دھڑلہ انداز میں بولی۔

"اتنا چھ اس سب کی کیا ضرورت تھی۔"

"ضرورت کیوں نہیں تھی۔ پہلی بار تم میری دوست کی حیثیت سے میرے گھر آئی ہو کیا میں نہیں ایسے ہی جانتے رہتا۔"

وہ مکمل بے نگاہی کا مظاہرہ کر رہا تھا کہ اس کے برابر اس بیٹھا۔

اس کی کوئی پتلا مسکراہٹ ہو محسوس ہونے لگا۔

بلکا ہر اس کی کیفیت سے انجان، لیکن حسیں میں اس دل میں بے انتہا جذبہ تھکتے ہوئے اس نے کولڈ پرنک کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

"متھینک ہو۔" اس نے جھکتے ہوئے تمام کیا۔

"تو سوئی تو تھیں کس تو سی میں یہ سب نہیں چٹا ہے۔"

اس نے پیٹ میں کچھ مسکس ڈال کر اس کی طرف بڑھائے۔

کلی بہت، جیرے، جیرے پیٹ میں سے وہ اپنے گئی۔

شہنام گھڑی گھر رہا ہوں سے اس معصوم زبان پر بولیں۔ شوق و قات میں خودی شکاری کے جس تک پہنچی تو تھی۔

"ایک بہت ہوں پھر تمہارے مت کر لے۔"

ہٹ کر گئے کرتے اس کی ٹوں اچانک ہی بدل۔

"بیسے میں نے بلایا اور تم چلے گئے۔ میں یہ تھک نہیں رہا۔ نہیں اس طرف آئیے کسی کے گھر نہیں آنا چاہیے۔ اب نہیں کیا رہا میں نے نہیں کس نیت سے بلایا ہے۔"

وہ ست اطمینان سے ٹرائی میں سے جڑیں اٹھا اٹھا کے ٹونگ رہا تھا۔

وہ اپنی بات کے رد عمل سے واقف تھا۔ حسب توقع بل اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف اٹھ گیا تھا۔ اور چہرے پر سفیدی کی چھانگی تھی۔

وہ جیرے سے اس بل۔

"جسے رہا کس کچھ نہیں کر رہا میں تمہارے ساتھ بار۔" صرف ایک ایسے دوست کی طرح بکھا رہا۔

ہوں۔ رہنے کی کوئی جگہ ایسا تو نہ ملے گا۔ سوچو کہ اس کا کیا حال ہوگا۔

پھر وہ قسم ہونے کے بعد بھی ان کا دماغ کا معمول تھا۔ نیکل کو ڈراؤنگ۔ آتی تھی۔ وہ اکثر ہی نیکل کے گھر چکر لگاتی۔ کبھی اسے ساتھ لے کر کوئٹہ پر نکل جاتی۔

ایک بار وہ اپنے ہی لٹی نے اسے بتایا تھا کہ وہ ماما کے ساتھ اسلام آباد جا رہی ہے۔

علی ان کے گھر کوئی قریب تھی۔ اس نے تفصیل میں بتائی۔ نیکل کو کوئی مطلب بھی نہ تھا۔ بس غور بھی تو یہ کہ لٹی کے بغیر اس کے شب و روز بہت بوریست، بھرے گزر رہے تھے۔

وہ بڑے مہرور سکون کے ساتھ اس کی واپسی کے دن گین رہی تھی۔ جب ایک دن ایک فون نکل نے اسے تو وہ سر پریشان ہو گئی۔

"شہنام حسن! اچھا! لیکن کیا کیا بنا چاہتے ہیں مجھ سے۔"

وہ بڑے اذیت سے غصہ اور مراد لیتی۔

وہ بڑے غصے سے اس کا نام لیتی کہ اس نے کیا ہے۔ مجھے دیکھا ہی کہتا ہے اس ایک بار ہی تو۔ "سارے منہ پر مہل پر کے بیٹے سے جانتے۔"

نیکل نے ان سے مل کے بی بی بتا چلا تھا۔

نیکل کی بی بی نے کتنے دن تک نیکل کی بی بی کو کہہ اس کے لیے کوئی مشکل نہیں تھا۔ ان سے ملنے کے لیے جانا۔ لیکن وہ کسی کے علم میں ملائے بنایہ قدم اٹھانے سے گریز کر رہی تھی۔

نیکل کو بتانے کا ارادہ کیا۔ تو پتا چلا کہ سب کے ساتھ مری گھر سے کے لیے گئی ہوگی۔ اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

"نیکل ہے۔ یوں ہے تو بوجھ نہیں سہی۔"

مما اور ڈیڈی سالوں بعد پہلی بار اکٹھے، یعنی جا رہے تھے۔ چلے گئے تھے۔ میں کے درمیان یہ معاملہ طے پانا تھا۔ لیکن وہ خوش تھی۔ اور آٹھ ماہ کے وقت کے لیے

نیکل ابھی بھی نیکل سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی بدلت مسکرائی۔

"ڈر رہی ہو۔ لو کے جسٹ لیب۔ یہ قسم کرو تو میں تمہیں اپنی بیوی اور میری دکھاؤں۔"

"نیکل اس کے گپ کیا کہہ رہے تھے۔ وہ نیکل سے ایسے۔"

نیکل سے بات نکل نہیں کی گئی۔ شہنام نے چنگ کے اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں لیں گی کہ آٹھ ماہ میں پہلی تو بھی مت آنا میرے گھر نہیں یوں اسے قریب دیکھ کر متبہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جانتے۔"

وہ بھی نیکل کو اس کی طرف دیکھ کر کہتے ہوئے وہ اس کے رخسار چھوٹی ایک سٹ وٹھ کے پیچھے کہنے لگا۔ اس کی گرم گرم سانسیں لٹی کے چہرے سے طرا کیں۔ امپورنٹ موز۔ یہ نیکل کی مسکورت گئی تو وہ اس کی د اس نکل ہو گئی۔

اس کی چٹکیں لڑنے لگیں۔ اس سے لگا ہوا ہے۔

کے ہی نکل نہیں رہی۔

مقابل کی شخصیت کو اتنا بھی دور تو نہیں ہوتا چاہیے کہ بے سی انتہا کو پہنچ جائے۔ شہنام نے ہیٹ اور نیکل اس کے ہاتھ سے لے کے رکھ دیئے۔ وہ جانتا تھا۔ نیکل کو کھانا نہیں سکے گی۔

مخصوص نیکل چہرے کو بوجھ ڈرا سا سا کر مڑا لینے کا اپنا ہی ایک لطف تھا۔ اور وہ بہت ہار یہ لطف حاصل کر چکا تھا۔

"چھو لوہ چلیں۔"

اس نے نیکل کا بازو ہاتھ اپنی مضبوط گرم گلابی ہتھیلی میں رکھ کے دیا۔

اور لٹی کسی سحر میں قید اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

اس کا تھا سا پہلے نیکل شہنام کے ہاتھ میں تھا۔ اور اسی میں وہ نکل فون تھا جس میں اس کا منظر تھا۔

نیکل بھی۔

نیکل اشارہ کر کے پر کھنکھناتے ہوئے اس سے کہتی تھی۔ اسوں نے اپنا دماغ کیا تھا۔ وہ جوں کی توں نہیں رہ گئی۔

"نیکل آپ کو میری بات بری لگی مس نیکل۔"

"نیکل یہ بات نہیں ہے۔" اس نے ایک دم چونک کر مری سانس لی۔

"میری پوری بات۔"

وہ جانتا تھا اس کی بات نیکل کے لیے کتنی غیر متوقع اور حیرت انگیز ہو سکتی ہے۔ اس خال سے وہ اس کا رد عمل سمجھ بھی رہا تھا۔ اور لٹی سے چاہتا تھا کہ

نیکل اس کے بارے میں کوئی خط، اثر قائم نہ کرے۔ "نیکل شہنام کے گھر۔" اس نے سوٹ ٹارگٹ کا گلاس اٹھا۔ سب سے نکالنا۔ بظاہر سرسری لیکن

درحقیقت بڑی مری نظروں سے اس کا سر لیا اور "نیکل" کے متعلق اس کی بات کہنے لگی۔

لی بی بی کو ہونے۔ ہاں وہ اس سے کہہ کر نیکل کی فیڈبک تھی۔ اور یہ بات شہنام کے لیے خوشی کا باعث تھی۔

"نیکل نیکل! میری بات آپ کے لیے بہت اہم ہے۔ ایک سبب کی بنا پر۔ اور آپ کو اور زیادہ مل اس سے ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلے میں صرف ایک ہی بار آپ سے ملا ہوں۔ لیکن آپ نہیں کریں۔ جس دن سے

میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ میں اسی دن سے آپ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" وہ بڑے سچا اور حریفانہ سے "اپنی حوازیں شخصیت کے دفاع کو سامنے رکھ کے اپنی بات نیکل کے گوش گزار کر رہا تھا۔

اور نیکل کو سو فیصد یقین ہو چلا تھا کہ ابھی تو میں نہیں مہمیں اگر آئے تو ایک گھنٹہ اس نے یونہی میں شخص کے سامنے بیٹھ کے گزارا تو ضرور اس سے بیسی طرح متاثر ہو جائے گی۔ حالانکہ اس وقت تو وہ خود

اپ متاثر ہو جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ سوچتا تھا کہ اسے نیکل کی بات سن کر ہرگز نہیں ہوگا۔

نیکل یہ سچ ہی تھا کہ اسے نیکل سے پہلی نظر میں محبت نہیں ہوئی تھی۔ لیکن کچھ تو ایسا تھا۔ اس میں کہ وہ اسے بھلا نہیں پاتا تھا۔ بلکہ بہت جلدی بہت بہت بڑا فیصلہ کر کے اسے سنے تھے۔

"میں جانتا ہوں۔ میری اور آپ کی آج میں کافی ڈیفرنس ہے۔ بٹ آئی بھٹک ڈھنس بٹ ڈھنس۔"

بڑے آرام اور سہولت سے وہ "نیکل" کے امکانات کو ایک ایک کر کے رد کر رہا تھا۔

"میرے اسٹیشن کا اندازہ کیجئے دیکھ کے ہو رہا ہوگا آپ کو۔"

ایک اٹھنا سا تھا "اس کے لیے میں دل شعوری پر لڑتا ہوں کہ۔" بے جا نہ تھا۔

"نیکل! کتنی تعظیم تو تو تمہیں دے چکا ہوں۔"

"نیکل۔" وہ اس کی باتوں سے گھبرا کے ایک دم ہی بول پڑی۔

"میں کچھ نام لیتا چاہتی ہوں سوچنے کے لیے۔" اس رفتار سے وہ ایک ایک کر کے تمام معذرت پرنا ہوا تھا۔ اسے کچھ نہیں لپکتا تھا۔ اس کے سر پر

نیکل نے اسے بے جا لڑائی میں اس کے لیے سانس نہ لیا۔

"اس میں ولے بٹ" نیکل پور نام "مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بس انتظار بہت لمبا ہو اور اختتام پائیں گے اور اس سے ہو۔"

"آئی کی ٹرائی کی بٹ۔" وہ چاہتے ہوئے بھی اس کے مت سے نکل گیا۔

"آئی کی بٹ کی بٹ۔" نیکل نے اس کی پرکشش شخصیت کے عہد میں اپنے خود کو حیرتا ہوا محسوس کیا۔

وہ سوچتا تھا کہ اسے نیکل کی بات سن کر ہرگز نہیں ہوگا۔

یہ اس طرح جو لوہا است پر کیا میں گئے
 ہاتھ دنا سخت ترس ہوا بھی اپنی کمر خاموشی کی
 صورت میں فراموش کرنے کے بعد انہوں نے فرقاں کو
 پور سے مل سے حلقہ کر دیا تھا۔
 انہوں نے کھلے دل سے اعتراض کیا تھا کہ وہ غلطی
 پر تھے۔ بلکہ گئے تھے۔ لیکن شکر ہے کہ انہیں بہت
 جلد عقل چلنی تھی۔ اور وہ مابلی بھی غلط صورت کو
 پہچان گئے تھے۔

مدلی اس طرح کے بعد ان کے گھر میں آئی تھی۔
 فرقان نے اس سے کہے تھے چھڑا۔ بیگم کو اس سے
 سوکار نہیں تھا۔ ان کے لیے یہ بہت تھا کہ ان کا شوہر
 ان کے بچے کا باپ سمجھتے سمجھتے پھر سے ان کے پاس
 واپس آ گیا تھا۔
 دہائی پرانی مدش پر آگے پیچھے دوڑتے۔ آگے
 نکل گئے۔ بچے شوہر کی جلد کو چھونے لگے۔ فرقان کا
 بڑا بچہ بھی پر پیلا لے لگا۔ وہ اور فرقان ایک دوسرے
 کے ساتھ ساتھ قدم سے قدم ساتھ پہنچے گھر اور بڑا بچہ
 کی ترقی کے لیے دل رات بوشا رہتے تھے۔
 ان دنوں فرقان سے اپنے بڑے کا راجہ منیر
 نور پور کے نام کر رہا۔
 بیگم ان کے اس اچانک فیصلے پر حیران بھی تھیں اور
 خوش بھی۔

اس سب کی کیا ضرورت ہے فرقان بچے ابھی
 بہت چھوٹے ہیں انہیں بڑے ہو کر آپ کا ہاتھ ہی تو
 بٹاتا ہے۔ پھر ان حصول کی کیا ضرورت۔
 "تمہاری بیٹی تک ایسا دور رس کر لیں۔ اس کا گفت
 سمجھ لو جانی۔"

فرقان کے لیے میں ان کے لیے ہمارے پیار تھا۔
 انہوں نے لاڈ سے اپنا سر ان کے گانڈھے پر رکھا۔
 "اچھا بھائی" دہائی والی براج کے لیے جب تک
 کوئی تجربہ کار بندہ نہیں مل جاتا مجھے خود ہی لک آئیں
 کرنا ہو گا۔ بڑا بچہ میں لانے اور بی آر بھانے
 کے لیے یہ ضروری ہے۔ تو میری غیر موجودگی میں میں
 کراچی اور اسلام آباد کی بڑی بڑی کو خرید کر بیٹھ کر رکھتی۔"

"میں اکیلے کھسے۔" وہ کچھ پریشان سی ہو گئیں۔
 "تم سب کر سکتی ہو نیلم" مجھے تم پر پورا بھروسہ
 ہے۔ ڈونڈو در۔"
 فرقان نے ہمارے دل کے بل سے کہہ دیا۔
 "اور پھر میرا آگیا ہوا تو لگاؤ رہا ہے گا۔"
 "مجھ پر بھی تو۔" وہ لاڈ سے لہک کر بولیں تو
 فرقان کچھ چونک کر اس میں دیکھنے لگے۔
 "کیا یہ بول۔"

"کچھ نہیں۔" وہ ایک بار پھر لڑکھائی پر جھک گئے۔

پگلوں پر مسکارتے کا آخری لمحہ دے کے انہوں
 نے اپنی تیاری کو آخری بخند لاندہ نظروں سے جا چا اور
 مطمئن ہو کر اس اٹھتی ہوئی پر نکل گئیں۔
 وہ فرقان کے ساتھ دہائی گئی سو رہیں لیکن اپنی
 غارت سے خبردار ہو کر بہت جلد تک ان کے ساتھ رہیں
 پانی تھیں اور تیسرے ہی دن کسی معمولی بہت پر درو
 شور سے لاٹھڑی کو اہل پاکستان آگئی تھیں۔

یوں بھی یہاں کے مقام میں وہاں کی
 "لو پچی" کا سہارا نہ ہونے کے برابر تھا۔ اور انہیں
 دوسرے ہی دن 'ہوش' کے مدم میں ایسے بیٹھے یہ
 احساس ستانے لگا کہ ابھی اگر وہ پاکستان میں ہو تیں تو
 فرقان کی غیر موجودگی میں بڑے آرام سے اپنے
 "دیرینہ دوستوں" سے ملاقات کر سکتی تھیں ان کے
 دیرینہ دوستوں میں آج کل ایک نیا نام بڑے دور و شور
 سے داخل ہوا تھا۔

اور وہ اپنے سے دوست سے دو سو بیچا لے دوستی
 نبھاتے ہی فرقان سے پیسے کسٹن ملتی تھی۔ ان
 کے دن رات کے معمولات ویسے ہی تھے۔ جانتی
 راتیں۔ لوگ تھیں سرگرمی ملتی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"مصلحتی شرب لی لیجیے۔"
 کر سٹل کے چھلکا لے گا اس میں پھر آشوب ان
 کی طرف بڑھاتے ہوئے "خود لیجیے میں صاحب

تھے۔
 "مردنہ کچھ جناب لی لیجیے۔"
 رقبہ پر گئی انگوٹھوں بھرے ہاتھ میں گلاس
 خدے وہ ان کے ہونے سے لگا کر بولے۔ بیگم کے
 ہونٹوں کی مسکراہٹ اور گہری ہونٹ۔
 آگے چل کر صاحب ہونا ہے۔
 اس لیے بے حساب لی لیجیے۔
 ایک گلاس سے پگلیں گر آئی تھیں وہ عزیز دہائی کے
 پہلو سے لگی بیٹھی تھیں۔

انہوں نے گلاس ان کے لبوں سے لگایا۔ انہوں نے
 بڑی مزاحمت سے ایک گھونٹ بھر کے سفید چھلکیں
 ہاتھوں میں تھام لیں۔

عزیز دہائی نے گلاس انہیں پکڑا کے اپنی بازو ان کے
 شانوں پر پھیلا لیا وہ کچھ اور ان کی طرف مٹھ گئیں۔
 بلکہ وہ بھی ساڑھی سے چھلکا ان کا ریشم زیب جسم
 کھل خود پیر کی کے عالم میں عزیز دہائی کی گرفت میں
 تھا۔

دوہوں قطرے میں دم کے اندر
 کر کے زیرِ نقاب لی لیجیے۔

بہت دیر سے عزیز دہائی ان کے گلے میں
 گنگناہٹیں دہاں پر ہیں۔ ٹھنکی آگئی تھی۔ عزیز دہائی
 مسکراہٹ کے روگے۔

ام ایوانت کاغذ آنکھوں پر چڑھا تھا آنکھوں کی
 سرخی گہری ہوتی جا رہی تھی اور رات دیر سے دیر سے
 بیٹھ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

گھٹ جھڑے وہ بے قصد گاڑی سڑکوں پر دوڑا رہی
 تھی۔

دل و جان میں اس وقت صرف اور صرف شہنام کی
 باتیں اور ان کی شخصیت پوری آب و تاب کے ساتھ
 بھٹی ہوئی تھی۔

تھکا ہونے میں وہ کوئی برائی نظر میں آتی تھی۔ بلکہ
 اس کا ساتھ ہی بھی رنگ کے لیے قابلِ فخر ہو سکتا تھا۔

خود بھی بتانا ان کے بارے میں سوچتی اپنے دل کو ان
 کی طرف سے کھلا کر ہوتے محسوس کرتی۔
 "بھئی ایسا بیلو کھا مجھ میں؟"
 کبھی حیرت سے خود سے سوال کرتی کہ وہ کبھی خوشی
 کی مہم جوئی میں لہر جسم و جاں میں لڑائی میں کے ہونٹوں
 پر ایک شرمیلیں مسکراہٹ سجاتی۔
 اس کی ملاقات کو کافی دن گزر چکے تھے اس دوران
 انہوں نے متعدد بار اسے فون کیا اس کا جواب جلد سے
 کے لیے نہیں دے سکتی تھی خیریت عمل چلے۔

وہ جانتی تھی وہ اس کا جواب جاننے کے لیے ہے
 چھین ہیں اور اسے فون کی یہ ہے نہیں کیفیت بہت مزہ
 دے رہی تھی۔ رنگ میں پہلی بار ایک صورت حال
 سے واسطہ پڑا تھا۔ درندہ پرور تو اسے عیاں نے بھی کیا
 تھا۔ لیکن انہی بے قراری اس کی باتوں اور انداز سے
 نہیں چھلکتی تھی۔ وہ اس نے کسی اپنی مرضی کے
 فیصلے کے لیے یہاں پر مقصد ہی سے بھی لیا۔ "بہائی
 امید خواہشوں کا ذکر کرنا۔"

اس کی تو رائیگاری دور تھی کہ وقت بے وقت
 دس کے گھنٹوں مجبور ہو کر سنا دیتے ہیں یہیں آسکتا
 تھا ایک صورت ہوں گا رابطہ تھا۔ وہ بھی یہاں کی
 رائے جان لینے کے جو سے بہت کم ہو گیا تھا۔

یہاں نے اپنے دل میں کبھی ایسے جذبات عیاں
 کے لیے محسوس نہیں کیے تھے جیسے آج کل شہنام
 کے لیے مل کر رہی تھی اسے انداز تھا بہت جلدی
 موم ہو گئی ہے۔ پھر اسے ان دنوں کے جیسے مسٹر
 پرفیکٹ کی ضرورت تھی جو خوش قسمتی سے نا صرف
 اس تک آ پٹیا تھا۔ بلکہ بہت جلدی اسے پانے کی
 خواہش کا اظہار بھی کر رہا تھا۔

"بھئی تو سن کے خوشی سے گل ہی ہو جائے گی۔"
 اپنے آپ میں اپنی خوش گلیں سوجھ میں گھن
 اس نے مایوسگی میں قدم رکھا تھا۔ لیکن وہاں سے
 صوفے پر براہمن شخصیت کو دیکھ کر اسے اپنی آنکھوں
 پر یقین نہیں آیا۔

"تیسرے۔" اس کی بے یقین سوالیہ نظروں اس

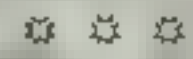
پونے پر جمی گئی تھیں اور قدموں کے دھبے کے دھبے
 گئے تھے۔ لہذا نے بے گوار ہمیش کی تھی۔
 "تیمور۔" ایک ہار پھر کھاتے ہوئے اس کی آواز
 میں خوب ٹوٹ جانے کی سی ہے۔ "جی تھی سو اٹھ کے
 قدم اس کی طرف بوجھ اور جیسے طلسم ٹوٹ گیا۔
 "تیمور۔" اب کی بار اس کی آواز کسی تپ سے
 مشابہ تھی۔ "یہ شہر اتنی تیز تھی کہ اسے پونے گھر
 میں دور تک سنی گئی تھی۔
 اگلے ہی لمحہ دور دراز سے روٹی ہوئی اس کے سینے
 سے نکل چکی تھی۔



ملامہ بلبل ایس کر رہی تھیں۔ تھیں تھیں کو علیا نے
 اسلام آباد میں روک دیا تھا۔ اسے اپنے کام کے سلسلے
 میں اتنی جانتا تھا اس نے جلی سے دھو گیا تھا کہ وہ اسے
 دینی میں اٹھیں کھینچیں۔ "سب سے پہلے سے جانتے تھے۔
 "تم سب تو کی بھر میرے پاس تھما رہے ہو۔
 "میرے پاس تو ہیں۔" وہ سب کے ہاتھوں کی آواز میں ایک
 دوا پاس کر رہا تھا۔
 "اگر اسے ہی ضرورت ہیں تو فون پر تارو تا، کیجیو
 سب تک آنا ہو۔ ویسے عیاں کو کار تو صرف دو دن کا
 ہے۔ اگر شاپنگ کا رد کر ام بن گیا تو وہ دن اور نکل
 جائیں گے اور میں مصطفیٰ دیکھنے بھی جاؤں گی۔"
 "ہاں تو ٹھیک ہے تم تو اس سے انجوائے کرو میں
 بھی یہاں پر نہیں ہو رہی بہت مزے آرہے ہیں۔"
 وہ اس بڑی۔
 "مجھ کو کیا قانون کا احترام مل گیا ہے۔" چچی دوست
 کو خوش دیکھ کر اسے بھی خوشی ہو رہی تھی۔
 "اب تم کو کی توقع تھی۔"
 وہ فون رو کر کے سکر آئی۔
 فریڈن ہیر زان نے تیمور کی آمد کو اپنے لیے خوش
 قسمتی گردانتے ہوئے کھیلے اسے اسے معاف کر کے
 سینے سے لگا لیا تھا۔

وہ بہت دیر تک خم آنکھوں سے اس کا جوان
 خوبصورت چہرہ دل میں امارتے رہا۔ گو کیر لے میں
 جاتے رہے تھے کہ وہ اسے کتنا یاد کرتے تھے۔ اس کی
 کئی کتنی محسوس کرتے تھے۔
 تیمور بھی اسے ساراں بعد اپنے کو سامنے دیکھ کر خود پر
 سے قلم کھو بیٹھیں۔ وہ ہر ایک کے گرد گھومتے ہوئے
 جن کی پی سی مٹا کو جیسے قرار دیا تھا۔
 تیمور کا رویہ البتہ ناقابل فہم سا تھا۔ اسے عرصے بعد
 مل باپ سے ملنے کے بعد بھی اس کے لیے اور دینیے
 میں ایک سرد مری سی تھی۔ لیکن ہسٹل کے ساتھ وہ
 اس سے قطعی مختلف تھا۔ پرورش محبت بھرا اور مشفق
 بھی۔
 کچھ دن وہ کھل طور پر ہسٹل کے ساتھ بٹے گئے
 اور بے مصروف کے سیر سائوں میں مصروف رہا۔ مگر
 اور ڈیڑی نے اس کی پائی کی خوشی میں بدلتی اس پر کڑا
 چاہی تھی اس نے سمجھت سے منع کر دیا۔ انہوں نے
 بھی زیادہ اصرار نہیں کیا۔
 اس نے ڈیڑی سے کچھ کہے تھے جسے وہ اس کا
 ہنس جو ہن لڑنے کی ڈھکائی کا اظہار کر رہا۔ ڈیڑی
 نے بے تحاشا خوشی اور فخر محسوس کیا۔ نہیں بھلا
 اعتراف ہو بھی کیا سکتا تھا۔
 ان کو اس کے آگے سے جیسے ایک دھار سی
 ہوئی تھی۔ اس کا اور مزمزم کی طرف تکل وجود دینے کو
 شانہ بٹانہ دیکھ کر پھر سے جوں ہوا تھا۔ ہسٹل کو بہت
 اچھی طرح ادا تھا کہ ڈیڑی اٹھتے بیٹے کی عدم
 موجودگی کو خاص طور پر ہلکی غلط روش کے باعث کتنا
 محسوس کرتے ہوں گے۔
 ڈیڑی اب پہلے سے کہیں زیادہ جانتا و چونکہ اور
 وراثت پاش نظر آتے تھے جن کی چڑھی طبیعت پر ایک
 بہت واضح خوش گوار اثر تھا۔
 تیمور کی آمد گھر بھر کے لیے خوشیوں کا ماہرین کے
 آگے تھی۔ یہاں تک کہ کچھ دن کے لیے تو تمام بھی باہمی
 مصروفیات ترک کر کے تیمور کے کمرے کی سٹنگ
 اور اس کی پسند کے کھانے پینے میں لگ گئیں۔

ان کے اندر آتے والی ایک بہت بڑی مثبت اور
 خوش آواز تھیں تھی۔ ہسٹل اکثر سوچتی شہید اسی
 طرح تھا اور ڈیڑی کے کمرے کے پاس بھی کسی دن سمٹ
 چا میں گئے۔
 "تمہیں تمہیں اسے دل سے نہ کوئی فہم نہ ہو سچ"
 میں تو ایس ہی ہو گیا تھا۔ "شہنام کا سچ اس کے
 ہو خوں پر مسکراہٹ بھیر رہا تھا۔ وہ اسے تیمور کی اتنی
 اچانک دیکھنے کی بہت تھکے تھے۔
 "اور میں نے جو بات پر چلی تھی۔ اس ناکہ ہوا۔
 اس بارے میں بھی کچھ سوچا یا پھر۔" وہ اس وقت
 شہنام کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر موجود تھی۔ شاپنگ
 کرنے نکلی تھی گاڑی کا فون آگیا۔ اور ہسٹل کی خوش
 پر اسے اس کو شاپنگ سینٹر سے پک کر پکارتا تھا۔
 "اس کا جواب دینے کے لیے بلیا۔"
 "وہ آئی سی۔" اس کے چہرے پر ایک شرارتی سی
 مسکراہٹ چلی۔
 "تو یہ میں بتا رہا ہوں کہ اس کی خاص جہد
 خاص موقع پر۔"
 "شہنام میں۔"
 وہ گاڑی ایک سلیڈ پر روک کر اسے دیکھنے لگا۔
 "آپ کی بدلت کا جواب ہے یہ۔"
 اس نے ہنسیک میں سے ایک خوبصورت سفید
 کاپ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ جو شہنام کا فون
 تھے کے بعد اس نے قرعہ فلو اور شاپ سے خریدی
 تھا۔
 شہنام کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔
 "تمہیں کیسے پتا چلا کہ مجھے سفید گلاب پسند
 ہے۔"
 اس نے تم پر خاص زور دے کر پوچھا۔ اس کے
 دماغ میں بے شمار لوگ تھے انہو جانتے تھے کہ
 اسے سفید گلاب پسند ہیں۔ لیکن ہسٹل بھی یہ بات
 باقی تھی۔ اسے سچ کر خوشی ہوئی۔



"آپ نے لیلی کی برقعہ ڈالے پر اسے کے لاکھوں
 تھا۔ وہ میں نے دیکھا تھا۔ وائٹ وڈر لیلی کو تو پسند
 نہیں پھر ظاہر ہے وہ آپ کی پسند کے تھے اس لیے۔"
 وہ اپنے گلابی ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ اسے شہنام
 کی پرشکوہ نگاہوں کے سامنا کر کے میں دقت ہو رہی
 تھی۔ جب شہنام نے اچانک ہی اس کا ہاتھ تھام لیا۔
 اس کی فہم میں کرکٹ سا لڑ گیا۔
 "تھیں۔" تھیں۔ "پھر اسے آواز شکر گزاری کے
 جہد سے بوجھل گئی۔
 اس نے دونوں ہاتھوں میں اس کا ہاتھ تھام کے
 وہاں۔ ہسٹل کے رخسار جیسے نکلے ہتھیلیوں سے
 پھونکی حرارت نے پیشانی پر گر دی۔
 "تمہیں چلو گی؟" وہ اس کی گھبراہٹ سے محفوظ ہو
 کر رہا۔ اور ہاتھ چھوڑ کر گاڑی سے نکل گیا۔
 "دیکھیں میں اس کچھ دوسرے ہاتھ سے اسے روک رہا
 ہو چکا۔"
 شہنام پر لاگ رہا تھا۔ "اسے اس سے مس دیا۔
 اس میں اب اس کی خوشی ہلور سے لے رہی
 تھی۔ اور اسے اس وقت سے بے خبر ہے آپ کو
 پڑا ہوا کچھ لگا محسوس کر رہا تھا۔
 "اب اسے لیلی۔" آئی میں تو انتظار کر کر کے
 تھکنی تھی ہوں۔"
 وہ آج لیلی کی طرف آئی تھی۔ اس کی ہاں سے
 ملے۔
 "خوب مل لگا ہے اس کا ہاتھ۔" اس نے کاغذ ہی
 نہیں لے رہی۔ اس نے اسے فون پر تیمور کے آنے کا
 نہیں بتایا تھا۔ آپ بھی مت جانے لگا۔"
 اس نے ایک سیر پلٹ فون میں کی طرف بڑھایا۔
 "اس میں آپ کی پسند کے ہاتھ کو کیز ہیں تو کو کونٹ
 کے ساتھ۔ میں نے خون پائے ہیں۔"
 وہ فون کی سولیہ نظروں کے حوالے میں ہوئی تھی۔
 اسے پتا تھا لیلی کی ہلکی سیمن آئی کو ہاتھ کو کیز پسند ہیں۔

وہ خاص کر رہیں گے لے خود یک کر کے لائی تھی۔
 لیکن پہلی پہلی بہت خوش ہوئیں انہیں پہلی کی یہ
 سبھی بھی کو تک کر لینے کی عادت اچھی لگتی تھی۔
 خاص طور پر کسی کی ہمد کا خیال کر کے کچھ جاتا۔ اور پہلی
 سے یہ ہی شکایت تھی کہ وہ ان کے پاس پہنچتی تھیں۔

حالانکہ ان دونوں کو ہی عام گھریلو لڑکیوں کی طرح
 لیکن میں جو بے کے آگے جیسے کی ضرورت نہیں
 تھی۔ دونوں گھروں میں خاندان میں موجود تھے اور آگے
 بھی بقیہ انہیں اپنے ہی جیسے کسی پر توجہ اور
 ملائمت سے بھرا ہوا گھریلو ملتا تھا۔ لیکن بقول یہ کہ
 اتنی کے لڑکیوں کو تھوڑی بہت کو تک تو آتی ہے۔
 ”جی کتنی ہوں۔ اتنی مزے کی کو تک نہ کتنی
 کرنے والی لڑکی کو میں بھی ہاتھ سے جانے نہ دیتی اگر
 میرا کوئی بیٹا ہوتا۔“

وہ بڑی خوشدلی سے ہمیں کو توجہ رہی تھیں۔
 ”نورا“ ہوتا تھا، تاکہ مزے مزے کی چیزیں
 کھانے اور پینے کے لیے۔

انہوں نے ایک بہت بڑا کھانا کے منہ میں ڈالا۔
 وہ اس کی طرف میں رعب اللسان تھیں۔
 لیکن یہاں کچھ دیاں وہاں سے ہٹ کے کہیں اور جا چکا
 تھا۔

”کمال ہے مجھے یہ خیال پہلے کہیں نہیں آیا۔“
 ”بہن اور بیوی سے کہہ کر۔“ ان کے گھر سے
 اٹھے اچھے نہ ایک فیملی کر چکی تھی۔



دینی میں انہیں کی نئی برقع کا افتتاح ہو چکا تھا۔
 فرقان کا زیادہ تر وقت دینی میں گزرتا اسلام آباد اور
 کراچی کے تھیں۔ کلام عظیم یا خولی سنبھال رہی
 تھیں۔

ان دنوں فرقان ایک دوست کی گھر میں تھوڑے
 وقت پر رہنے لگی۔ وہ زیادہ تر فرقان کی پاکستان میں
 موجودگی کا یقین کر کے ان کے گھر آتے تھے۔

کی غیر موجودگی میں بھی آیا۔ لیکن صرف کلام کے وقت
 اور کوئی بھی غیر ضروری بات کے بغیر جلد ہی لوٹ چکا۔
 تعلیم دل دل میں اس کی شرافت کی قائل
 ہو گئیں کیونکہ عظیم خود بے پناہ ملکوتی حسن کی مالک
 تھیں۔ اس لیے اسے سنا سننے انہوں نے اچھے اچھے
 کامیاب دوستوں کے ساتھ۔ لوگ کھٹے عام انہیں سرفراز
 کرتے تھے۔ میں نے ان کے چلنے سے بڑا دکھ پہنچا
 تھا۔ اور اپنی خوبصورتی پر بھی کبھی اپنی طور پر پریشان
 ہو کر۔ خدا کے سامنے ناشکری کی بھی مرتکب ہوتی
 رہتی تھیں۔ لیکن اس شخص کی شرافت نے انہیں
 بہت متاثر کیا۔ اسی شرافت پر مجبور کر کے وہ ان سے
 میل جول پیدا نہیں۔ گو کہ یہ بے تکلفی بھی حد سے
 بڑھی نہ تھی۔ لیکن پھر بھی ایک دن ان کی بے
 تکلفی پر شہرہ آفاقہ اچانک کیا سمجھا کہ معمولی سی
 دست داری کر رہا تھا۔

عظیم صدمے سے تنگ ہو کر رہ گئیں۔
 ”میں تو تھیں بہت شریف اور سیدھا سادا سمجھتی
 تھی اور نہ کب تک۔“

انہوں نے اپنے حاتم میں اپنی بے ملامت میں رہی
 تھیں۔ ایک تو وہ رنگ و روٹ اور اسے شوہر میلوں
 اور پہلی بار انہیں گھر میں اپنی تم جیگیت اور چھوٹے
 بچوں کے ساتھ خوف محسوس ہوا۔

”رات کے اس پر نشانے میں اگر کوئی میرے
 کمرے میں گھر آئے تو میں کیا کروں گی۔“
 یہ میری پہلی بے ہوشی رکھ دے اور۔۔۔
 سوچیں گے باز ہر بے ڈنگ تو اتنی رات گئے
 پریشانی اور کھٹک سے جو اعصاب کے ساتھ فرقان کو
 فغان ملائے لگیں۔

لیکن کامیاب نکل مشکل تک جا رہا تھا۔
 ”میں ہوا کیا معیبت آئی۔ فرقان کا میل تو بھی آف
 نہیں ہوتا۔“

پریشانی ایک نیا رخ اختیار کر کے پہلے سے کہیں
 زیادہ بڑھ گئی۔
 ”اگر کہے فرقان غیرت سے ہوں۔“

وہ دل ہی دل میں فرقان کی زندگی کی سلامتی کی
 دعا میں لگی۔ یہ ہی سے اپنے مہیا گل کو دیکھ رہی
 تھیں۔ وہ بڑی شہر کا مکمل ہوتا تھا۔
 انہوں نے ایک بار پھر سڑکوں سے فون ملایا اور
 پھر غصے میں بند ہو گیا۔

تھوڑی دیر میں غائب واپس سے بیٹھے وہ بے بعد
 کچھ خیال کرتے رہے اس کی سیکرٹری کا نمبر دیا
 لگیں۔ دوسری طرف فون رہیں کر کے فون تو ان کی
 اس کی تھی۔

”میں رخصت کرا رہی ہوں۔“

ان کا لہجہ بڑا سرسری سا تھا اصل مطلب انہیں
 یوں بھی فرقان سے تھا۔ رات سے نہیں۔
 ”اگر ایک ہفتے کی چھٹی پر ہیں۔“

”کیونکہ میں رخصت ہوں۔“

”وہ ایک ہفتے کے لیے اپنی وائف کے ساتھ
 سوئٹز لینڈ گئے ہیں۔“

تو ان کی بات کو ایک تھوڑا سا حیرانہ سا تھا۔
 ”کیونکہ میں رخصت ہوں۔“

”کیونکہ میں رخصت ہوں۔“

”میں رخصت ہوں۔“

وہ شاید کوئی اور کر تھی۔ جو انہوں نے میں ایک بہت
 بڑا ہلاکت کے سامنے کھنچ چکی تھی۔

”تم سب لوگ اپنی خیر مناد اچھی طرح کہیں۔“
 یہی جفا داسے میں پڑھوں۔“ عیسے کے بارے میں
 اس نے کتب اذیہ لکھا۔

یہی صاحب انہیں میں سینئر ایڈس ایفیسری
 حیثیت سے جاب کرتے تھے۔ وہ عیسے جلدی جلدی
 سٹور لینڈ کے اس ہوٹل کا ایم اور لیڈر میں بنانے
 لگے۔ ان فرقان کا قیام تھا۔

”اگر تم لوگ کچھ عیسے کے وقت رکھتے ہو تو
 اس کے نیچے اس کی ویسی جگہ تھا کہ رہے ہو۔“
 یہ کہہ کر۔

”خفایات پر اتار میں زیدی صاحب عمر میں ہیں۔“

سے اٹھتے ہوئے تھے کہ وہ چھوٹا ایک بزرگ کی
 طرح عزت و وقار آئی تھیں۔ کن جس انداز میں انہیں
 بے عزت کر دی تھیں فون رکھتے ہوئے زیدی
 صاحب کی ”تھیں“ نم ہو گئیں۔ انہیں تھیں تھا توجہ
 بہت ساری چیزوں کا آخری دن ہے۔

ان کی نوکری کا عزت تک
 فرقان کے اعتبار کا محسوس۔



آج صبح نوبت کی ملاقات سے وہ کراچی پہنچی تھی۔
 اور وہ سرتین بیٹے شہام کے آفس میں موجود تھے۔
 کا بڑا بڑا تر ہوئے کے بل بوتے پر ان کے کھڑے کراچی
 میں وہ مختلف جگہوں پر انہیں ملنے کے لیے تھے۔
 ”کیسے آفس آئی۔“

”اگر آپ کو چھوڑ کے گیا ہے۔“ وہ بڑے اطمینان اور
 عزت سے اس کے سامنے بیٹھی تھی۔
 ”میں شہام کی گھر میں ہی رہتی ہوں۔“

”میں شہام کی گھر میں ہی رہتی ہوں۔“

شہام فرست سے اسے دیکھ کر وہاں بیٹھی تھی
 اسی لیے تھی۔ اس کے ہر انداز سے حیرانہ سا تھا۔
 ”میں شہام کی گھر میں ہی رہتی ہوں۔“

”میں اس لیے نہیں آئی ہوں کہ میں یہاں بیٹھوں
 اور آپ بس بیٹھیں۔“ اس کی نظروں کے ارتکاز
 سے کہیں کر رہا تھا۔ ”میں شہام کی گھر میں ہی رہتی ہوں۔“

”میں شہام کی گھر میں ہی رہتی ہوں۔“

”میں شہام کی گھر میں ہی رہتی ہوں۔“

”میں شہام کی گھر میں ہی رہتی ہوں۔“

”میں شہام کی گھر میں ہی رہتی ہوں۔“

”میں شہام کی گھر میں ہی رہتی ہوں۔“

اس نے شہنام کے بند پر بیٹھ کر دم اور گرد اڑا دیے
 شیت پر ہاتھ پھیرا گویا اس کے جسم کی نرمی اور گرمی کو
 محسوس کر رہا تھا۔

لوہ کے لئے دوا دے کے باہر اس کے قدموں کی
 آہٹ ہوئی۔

اس نے کندھے پر لایا ہوا اسکا روف اٹار کے بیڈ پر
 ڈال دیا۔ اور نیچے سے ٹیکہ لگا کر شہر اڑا ہو گئی۔

موبائل کی تیل پوری تھی اس نے چمکتا اسکرین
 دیکھا۔ یہاں کلنگ چند لمبے سوچا پھر سیل آف
 کر دیا۔

گھر میں داخل ہوتا شہنام ٹھیک تھا۔ اس کا
 خیال تھا کہ اپنی سیل سے بیس پر جا چکی ہوگی لیکن وہ تو
 اس کے کمرے میں اس کے ستر پر بیٹھی تھی۔ نظروں
 سے سے تنگی ہوئی۔ شہنام کو بے ساختہ گڑبڑ کا
 احساس ہوا۔ لیکن اس کے اعصاب اتنے کچے نہیں
 تھے۔

"بیل آؤٹ ہیٹل"

لاب صدمہ منسوب۔ لیکن انہیں بوجھ لیے اس کے
 صدمے تھا۔

"ٹوٹ ہیٹل" اس نے معصومیت سے اس کا
 سوال دہرایا۔

وہ دونوں ہاتھ پیٹ کی جھونپڑ میں ڈالے اس کے
 سامنے کھڑا تھا۔ بے حد سنجیدہ لہجے کا بے اختیار دل چاہا
 کہ وہ دونوں ہاتھ پڑھا کے اسے چھو لے۔

"کسی موبو کی شخصیت بھی اتنی عزائمگیز ہو سکتی ہے
 بعد۔"

وہ حیرانی اور محبت سے اسے دیکھتے ہوئے سوچ کے
 کسی اور ہی جہاں میں جا چکی۔

"ٹیکل۔ بیل کم فن۔"

اس نے پیٹ کی سائیز پاگٹ سے ہاتھ نکال کر اس کی
 منجیدگی سے اس کی طرف بڑھا دیا۔

"چھو گھر چلیں۔ مجھے واپس آنا ہے پچھتا ہے دیر
 پوری ہے۔"

لیکن اس کا سفید منسوب ہاتھ تھا اور ایک زرد لہر

جھکاوے کر جھکانے کی کوشش کی۔ شہنام جانتا تھا
 وہ یہ حرکت کرے گی۔ اس کے انداز بار ہے۔ جسے وہ
 اپنی جگہ سے ہلکا تک نہیں ہلکی کھینچ کے ہنس پڑی۔

"بیٹھیں نا۔ ابھی چلیں گے۔ اسنے دن بعد آئی
 ہوں۔ تھوڑی باتیں نہیں کریں گے۔" اس نے ہاتھ
 چھڑانے کی کوشش کی۔ لیکن شہنام کی گرفت مضبوط
 تھی۔

"تج نہیں۔ اٹھو مجھے کام ہے کچھ۔ جانا ہے۔"

لب کی بار اس نے بیل کا ہاتھ کھینچا کبھی کسی بازگ
 کی گڑبڑ کی طرح کھینچی اس کے کندھے سے تھن لگی۔

یہ بھی اس کا ایک انداز تھا۔ وہ بڑا راست شہنام کی
 پتھریوں میں دھنسی۔ اسے شدید ترین الجھن کا شکار کر
 رہی تھی۔

"کیوں؟" کیوں نہیں۔ میرا دل گریبا ہے۔ آپ
 کے پاس بیٹھے کھاتیں کرنے کا۔" اس کی بے باکی

شہنام کے لیے بالکل بیوقوفی تھی۔ کلنگ جو لڑکی اس
 کے سامنے بیٹھ کر نہیں اٹھاتی تھی کچ ہے اتھا۔

شہنام نے کئی سے اس کا بازو پکڑا اسے اپنے
 سامنے لیا اور اس نے اسے دیکھا۔ وہ اس کے قہر سے
 پھلے ہوئے گھر بیان کے ثمن بھی کھوں چکی تھی۔

"جو تم کر رہی ہو۔ اور جو تم کرنا چاہ رہی ہو۔ یہ سب
 ٹھیک نہیں ہے۔ بیل۔" اس کے خشک اور سخت لہجے

کے برعکس بیل کے انداز ہی اور تھے۔

"کیوں ٹھیک نہیں ہے۔ کیا میں اچھی نہیں لگ
 رہی۔"

اس کے لہجے میں کیا تھا۔ یہ وہ امن محبت لٹاؤ۔
 شہنام کے اندر غصے کی ایک تیز لہر لڑائی بے ساختہ بے

اختیار۔

"تم بھی لگنے کا یہ مطلب نہیں جو تم سوچ رہی ہو۔
 فوٹس گرل۔ بند کر دو۔ ثمن اور فوراً سے بیٹھیں۔ بچے کو۔"

میں گاڑی میں تھما دیا۔ اس نے کہا۔

وہ حیرت و حیرت میں رہ گیا۔

لیکن اس کی تھن کھنکھاتی تھی۔

اس کے بعد کی کہانی بنی مختصر تھی۔
 نیلم نے فرقان کے سارے بزنس پر سے ہاتھ اٹھا
 لیا۔

وہ اسی ہی سارا بزنس دیکھنے لگے۔ وہ چاہتیں تو
 بزنس میں سے اپنے شیئرز ایک کر کے بیچ سکتی تھیں۔
 فرقان کے بزنس کو بیٹھنے کافی نقصان پہنچا۔ لیکن یہ

دھچکا ان کے خیال میں وقتی ہو۔ وہ نہیں نا قابل غلامی
 نقصان پہنچانا چاہتی تھیں۔ اس کی جو بھی پوری نہ
 ہو۔ ایسا نقصان جس کا اس کی زندگی میں بھی ازالہ نہ
 ہو سکے۔ اور فرقان سے انتقام لینے کے چکر میں وہ خود

اپنے ساتھ دشمنی کر بیٹھیں۔ اور سوسائٹی نے کچھ ہی
 دنوں کے بعد ایک نئی نیلم کو دیکھا۔

بولنگھس کے نام پر بے باکی کی انتہا اس کو چھوٹی
 ہوئی۔

نیلم عیاں نہ کافی پاس۔
 بے ہوشی سے پر۔ مٹی خیر گفتگو۔ مکاری اور اس

اور سخت قابل اعتراض حرکتیں۔
 فرقان حسب ارادے اندر اس میں تبدیلی کا احساس

ہوئے اس وقت تک۔ استریہ پر بھی تھی۔ وہ دنگ رہ
 گئے۔

ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ یوں بھی ہو گا۔ انہوں نے
 کبھی سوچا تک نہ تھا۔

نیلم نے ایک بار بھی ان سے طعن لینے کے بارے
 میں نہیں سوچا۔

خود فرقان مجبور تھے۔ وہ اپنے بزنس کا کورس سے
 زیادہ حصہ بچھا لیا اور ان کے نام گر چکے تھے انہیں آج

بھی عزت و سناٹا سے روزانہ موت سے پیار تھا۔ اگر ایسا
 نہ ہوتا تو وہ ایک بدنام زمانہ عورت سے لادگری شکاری

نہ کرتے۔

نیلم کا خیال درست تھا۔

یہ انہیں ذاتی اذیت دینے کا ایک ہتھیار لیکن
 کامیاب طریقہ تھا۔ لیکن اس طریقے نے انہیں خود
 کتنا نقصان پہنچایا۔ وہ اس حقیقت سے چشم پوشی

دانتہ اعتبار کر بیٹھی تھیں۔

ان کے دل رات فرقان کے اسی دوست کے
 ساتھ بسر ہو رہے تھے۔ جن کی دست دراری سے
 خود وہ ہو کر وہ ایک دل فرقان کی وفات کی چھوٹی
 جگہ بن کر رہ چکی تھیں۔

چند سال اور گے سر کے تو وہ بیل کی طرح جیسے موبو
 مرض کا شکار ہو کے چل بیٹیں۔ انہوں نے شادی کے
 بعد کے جو سال فرقان کے ساتھ گزارے۔ انہیں

خوشیاں دینے کی ہی کوشش کی۔ وہ فرقان کی احسان
 مند تھیں۔ ان کی موت کا فرقان کو صدمہ پہنچا۔ لیکن
 اس بار کوئی اپنا انہیں سہارا دینے کے لیے موجود نہیں
 تھا۔ اور جو سب سے زیادہ اپنی تھیں۔ وہ خود سب سے

بڑھ کر غیور بن چکی تھیں۔
 کچھ دیر ہو چکے تھے۔ میں باپ کے بیچ موجود

ساروں کی چپقلش اور دوری کا احساس کرتے تھے۔
 تیمور اور یہاں کی عموں میں وہ ملنا فرق تھا۔ یہاں

میرزا سہیل اور ان کے اشرک الیگزیر سے ملاقات۔
 نیلم کی بے باکی اور مزاج کی نشانیوں کو

تھیں۔ وہ اس سے بھی زیادہ دلچسپی لیتی تھیں۔
 تھیں۔ یہاں وہ ان کی تھی۔ وہاں وہ ان کا لہجہ مار گئے

ہوئے بھی اتنا محسوس نہیں کرتی تھی لیکن تیمور جیسے
 جیسے سمجھتا رہا ہو۔ یہاں کا کردار اس کی رات کے

لے شرمندگی کا باعث بن گیا۔
 اس نے انکی پارٹیز اور فنکشنز میں شرکت کرنا

بست پہلے ہی چھوڑ دیا تھا۔ جہاں مہ کے پائے جانے کا
 امکان ہو نہ۔

اسے ان کے لباس ان کے ہینڈ لٹائل ہاتھوں
 کے بدلے انداز سے وحشت ہوئی۔ اور اس وحشت

نے اسے اتنا بے کل کیا کہ ایک دن وہ چپ چاپ اپنا
 گھر اپنا وطن چھوڑ گئے۔ ایک دوست کے ساتھ

چھٹیاں گزارنے کا بہانہ کر کے امریکہ گیا۔ اور وہیں وہ
 گیا۔ کبھی واپس نہ آنے کے لیے یہاں نوکری کی

فوج اور ایک دوسرے سے ملاقاتیں باپ کی جگہ
 میں رہے گئے لیے اس بڑے سارے گھر میں انکی وہ
 مٹی۔ بالکل آسلی۔

موڈ کاٹتے ہوئے اس نے ایک ترچھی نظر اس پر ڈالی۔

شدت ضبط سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے گوشوں سے آنسو ٹپکنے کو بے تاب تھے۔ اس نے ایک سہلان سزا کے کنارے گاڑی روک دی۔ پورے ہس کی طرف مندر سے ترچھا ہوئے کچھ گپ۔ اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف دیکھنا ہی کافی تھا۔ وہاں ہس میں چہرہ چپ کر رہی تھی۔

"ایک شہنام نے اس کی گلائی تھاجی چلی تھی۔ اس نے ایک دم ہاتھ بھٹک دیا۔ اس نے وہ ایک گے سوچا پھر دونوں ہاتھوں سے گلائیاں تھام کے چہرے سے ہٹا دیا۔

سرخ آنکھیں، جڑی ہوئی پٹلیں، کپکپاتے ہونٹ اس نے کوئی عزت نہیں کی تھی۔

"تم بہت افسوس ہو رہی ہو۔" اس نے ایک ایک جھٹکا چپا کے نو دیا۔

"تم بہت افسوس ہو رہی ہو۔ یہ بھی نہیں جانتی تھی۔ بے بی صوبہ جی کو سب سے پیار سے اپنی فریڈ کو بھی ماما جانا ہے۔" وہ جھک کر سیدھا اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"بہت بڑا رات مائی گرل فریڈ اور کسے اس سے گرل فریڈ پر نور دیا اور ہاتھ چھوڑ دینے۔ پہلی نے فوراً گلائی پر ہاتھ بھٹک کر اس کے ہس کو محسوس کیا شہنام نے فوراً اس کی حرکت پر غصہ کیا۔

"وہ کچھ پہلی! میں جانتا ہوں تم مجھے پسند کرتی ہو۔ لیکن جو امیدیں تم مجھ سے لگا رہی ہو۔ میں انہیں پورا نہیں کر سکتا سو رہی۔"

اسب کے اس کالجہ قلعی عجیبہ تھا۔ "میں نہیں جانتا۔ میری کس بات سے تمہیں لگا کہ میں تمہیں اس طرح پسند کرتا لگا ہو۔ آئی ڈونٹ نو۔ یہ اس طرح پیار سے بات کرتا۔ میرا شامل

ہے۔ شاید تمہنے مجھنے میں لکھی کر دی۔"

وہ اب بہت احتیاط اور وحیانی سے اپنا معاملہ کلیئر کر رہا تھا۔ چوں کہ پہلی کو شریوں سے آخر تک اپنا آپ غلط طور قصور وار نظر آسکتا۔ کم از کم اپنے لوبر وہ کوئی آج لکھنے کو تیار نہ تھا۔ اور پہلی آنکھوں میں جس طرح بے چینی اور جانی سمیٹے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس سے چشم پوشی کرتا ہی بہترین حکمت عملی تھی۔

انہیں نے نہیں۔ آئی یو نہیں کہا۔ ہاں تم خود بصورت ہو۔ خوال ہو۔ کسی بھی موڈ میں دھڑکا سکتی ہو۔ دھیان اپنی طرف لگا سکتی ہو۔ میرے ساتھ بھی رہی ہو اور میں سے تم سے اپنی فطرت کو لا اٹھا کر دیا۔ لیکن میں کی غلط کیا۔ اگر تم سے یہ کہا کہ تم اکیسے میں مجھ سے مت مل کر دو۔ بتاؤ۔ ایم ٹی رائٹ۔ "پہلی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

یہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ اس انداز میں تو اس نے کبھی سوچا ہی نہ تھا۔

"ایک ہی تو کہا تھا میں نے ایک جہاں خوبصورت تو عمر توں مجھے میں میرے گھر آجستہ ملنے علی آ۔ تو پور میرا ایمان بول لگاتے۔ میں کچھ کر رہی ہوں تو قصور کس کا ہے۔"

"لیکن لیکن آپ نے مجھ بولا تھا۔"

"ہاں بولا تھا۔ میں نے ہی بولا تھا۔ لیکن میں نے گھر آئے گا تو نہیں کہا تھا۔ اور تم اسی کیوں میں کسی فریڈ کو ساتھ لے کر آئیں۔ یہ تم اپنی ماما کے ساتھ ہی آجائیں۔ کم سے کم اس میں بتائی دیتیں۔ اب تم خود بتاؤ۔ میں نے غصہ تو نہیں کیا تھا۔ میں نے تو تمہیں اسی وقت وہاں پہنچنے کے بھی یہی بات کی تھی لیکن تم آج پھر پھر علی آئیں۔ میرے گھر۔"

پہلی کو لگا شرمندگی کے بارے میں سرائے کے بھی قائل نہیں رہی۔

شہنام نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ اس کا چہرہ تیار ہاتھ کہ وہ اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیاب رہا ہے۔ گھر آجکا تھا۔ شہنام گاڑی روک کے اس کے اترنے کا انتظار کر رہا تھا۔

پہلی نے کچھ کہے بغیر فریڈ اور کھول۔ اور پھر غصہ کرتی۔ شہنام نے ایک بار پھر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ "ڈونٹ رائٹ۔ پہلی۔ تم کج کے دل سے کاؤ کر کسی سے مت کرنا۔ اپنی فریڈ میں سے بھی نہیں۔" لوگ۔ اس نے مگر ایک الوداعی نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔

"لوگ۔" "کیک نہیں۔" وہ ایک بار پھر اپنے مخصوص انداز میں اس کا گلہ جھو کے بولا۔

پہلی اتر کے اندر جا رہی تھی۔ پورے انگلی کی پوروں پر اس کی شغاف جلد کی نرمی کو محسوس رہا تھا۔ مگر وہ میں آگے اس نے میڈیکل کون کر کے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ اور یہ آواز آنسو ساتھ ساتھ ہوئے۔ سر پر گر گئی تھی۔

"اس میں وہ تکی تھی۔ اسی میں رات سے اسی طرح بڑی۔ چہرہ میں تو کہے ہیں عاصم و اب کہہ رہے تھے گل۔ ایڈمنٹ روہا پڑے گل۔"

پہلی کا سوا عاصم اس کے سر پہنے بیٹھی بلکے بلکے اس کا سر پار ہی تھیں۔ میں اس کے پیروں کے پاس بیٹھی۔ فکر مند ٹھہر رہے اسے دیکھ رہی تھی۔

"چھو بھی تو بھی اس دن اتنے ہر تک ہم سے کوئی بات تو نہیں ہوئی۔"

"ہیں۔" "میں تو آج پہلی بار۔" وہ کہتے کہتے رک بیٹھی۔

"مجھ سے بھلا کی بات ہوگی۔" وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

"جس شام میں تمہارے گھر سے آگے چلے کر رہے میں بند ہوئی ہے تو مگر دروازہ کھلا اور اس کا یہ حال ہے۔ علیان کی بار فون کر رہا ہے۔ وہ بھی پریشان ہو گیا۔ اور ماما یہ بھی آئی تھی مجھے کہہ سکتے۔"

پہلی نے عاصم کی بڑی بہن کا نام یہ سو شادی کے بعد گرامی شہت ہو گئی تھی۔ اس کے شہر کی عاب بھی کر رہی تھی۔

"متم بیٹھو اس کے پاس میں ذرا کھانے کا دیکھو۔"

پہلی نے سہارا دیتے ہوئے کہا۔ پہلی نے اپنی دیر جہنے کیسے ضبط کیا۔ وہ ایک دم اس کا ہاتھ تھام کے رو پڑی۔ میں چپ چاپ اسے روک رہا ہوں۔ کھتی رہی۔

"اب روٹی میں رہا ہو گی یا کچھ نوکری بھی۔" "مجھ سے ایک لمحہ حرکت ہو گئی نہیں بہت ہی غلط حرکت۔"

وہ پورے زور سے بولنے لگی۔ پورے اس کے الفاظ۔ میں دھک سے رو گئی۔

"کیا غلط ہو گیا تم پر مہی میرے پاس تو میں آئی تھیں۔"

"ہاں میں اس میں تمہارے پاس جہنے کا کہہ رہا تھا۔" "تمہارے شہر میں کئی تھی۔"

"تمہارے شہر میں کئی تھی۔"

میں سے بات غصے میں کی تھی۔ ایک لمحے میں اس کے قیاس کے تیر سیلوں کا اصل ملے کر گئے۔

پہلی کی حالت اس کی آنسو، اعتراف، جرم کا سا بیان نہیں کو لگاؤ کوئی بہت غلط بات بتانے والی ہے۔

شہنام کی شخصیت اور خوبصورتی کا بھرم ابھی اس کی سامنے پاش پاش ہو لے والا ہے۔

"میں میں ان سے ملنے کے آنسی۔"

پہلی آنسو پونچھ کر رہے ہوئے ملے سے اسے مسلاتی رہی گئی۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا۔ ایک جا رہا تھا۔ اور غصہ۔

اسے لگ رہا تھا جو بات جو سر پر اتر رہے تھے جانے کے لیے وہ اس سے ملنے کے لیے بے چین تھی۔ وہ شاید ساری عمر اسے نہیں بتا سکے گی۔

اسے کیا پتا تھا۔ اس کی اتنی قریبی دوست اتنا بڑا راز دل میں چھپائے چھوڑی پوری لکھی آگے نکل چکی

تھی۔ اس کے تو وہ دم دھل میں بھی نہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔

دواور لیلیٰ ایک ہی شخص کی ہر اس کی منتہی تھیں۔ ایک ہی منزل کی چلا میں ایک ہی راستے کی مسافر فرق لٹا تھا کہ منزل اس کے جھمے میں آتی تھی۔ اور لیلیٰ بے نیل و مراد ہو گئی تھی۔

لیلیٰ اپنی بات مکمل کر کے رو رہی تھی۔ اور منزل کے پاس اس کی نسل کے لیے ایک حرف بھی نہیں تھا اس نے یہاں آنے سے پہلے ایک بار بھی نہیں سوچا تھا کہ لیلیٰ اس سے کیا بات کرنے والی ہے۔ اپنی عزت نفس کی پائی کا قصہ سناتے والی ہے۔ وہ بھی اس شخص کے ہاتھوں جو اس کے دل کی سب سے اہم مسئلہ پر برا بھلا تھا۔

"انہوں نے" انہوں نے پہلے بھی مجھے وارن کیا تھا پر میں کبھی ہی نہیں۔"

پہلی عمر کے بچے خوب دیکھ رہے تھے۔ ایک کھانگہ شکاری کے گھر سے اتر چکی تھی تو سو فیصد اس کی اپنی کرکے سے لیلیٰ اس عرصے کے پیچھے اس حقیقت کی طرف توجہ دے رہے تھے کہ وہ کبھی سے ہمت عمر کا ہے تھی۔ اور لیلیٰ کا تعلق تھا۔

بہل کے دل میں شہنام کے لیے موند و عزت میں کچھ اور لٹا تھا ہوا۔



"مام" وہ بے حد تکسک سے تیار، سر میں شام میں سر مستی کے رنگ بھرنے کسی اور کی شام، کلین بننے کی نیت سے گاڑی کی طرف بٹھو رہی تھیں۔ جب اپنے پیچھے تیار کی کواؤن کر ٹھک گئیں۔

"کبیس چوری ہیں آپ۔" وہ پیچھے سے کہتا ہوا اس کے سامنے آیا۔

"ہاں اس یونٹی۔" کچھ دھتوں سے منہ گپ شپ۔ یونٹوں کی دھت۔

وہ مزید تفصیل میں جاتے ہوئے جھک سی گئیں۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے سامنے کھڑے جو بی کی سرحدوں

میں قدم جتانے والے اس کی اپنی اور تھا۔ جس کا تعلق کے سر سے اوپر چاروں کا تھا۔ اور کسی سلیہ دار پختہ درخت کی طرح اس کے وجود کو دھتے کھڑا تھا۔

"اگر آج میں آپ سے کہوں کہ یہ شام اپنے دوستوں کے بجائے آپ ہمارے ساتھ گزاریں تو۔"

اس کے ہول پر شکر ہٹ تھی اور بات کرتے سے ان کے شانوں سے پیچھے کچھ دیکھ رہا تھا۔ نیلم کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتی رہیں۔

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہیں۔ اس سے پہلے اتنے سالوں میں بھی کسی نے گھر میں ان کو نہ روکا تھا۔ نہ ہی اس طرح کی کوئی بات کی تھی۔ انہوں نے گھر کی گھڑی کے پیچھے کھڑے

نہال بیڑھیں اتر کے لائق میں قدم رکھ چکی تھی۔

انہوں نے ایک گھر اس کے لیے کے تیار کر رکھا۔

"پلیز مام۔" جیڑھیں اس نے۔

وہ ایک دوا سے ہاتھ پھیرنے کھڑا تھا۔ اس کے ہول پر شکر ہٹ تھی۔ نیلم کے ہاتھوں پر بھی شکر ہٹ چکی۔ انہوں نے اپنا ہاتھ تیار کر کے ہاتھ میں لے کر پائیں ہاتھ کے گھیرے میں بہل کو سمیٹا۔

وہ اس گفت پر کھل سی گئی۔

ساحل سمندر پہلے سے طاقت فوڈ ریٹورنٹ میں کھاتے تھے۔ انہوں نے کرتے سے نہال اور تیار ہواؤں سے ایک گھر اس کو اپنے اندر اترتے محسوس کیا۔

ان کی ممانے اپنی "ڈننگ" صرف ان دونوں کی خاطر کھیل کر دی تھی۔ یہ ان کے لیے حالات کی بہتری کی طرف ایک بہت بڑا قدم تھا۔

"ہماری ہمارے سالوں پہلے ایک حادثے کا شکار ہو کر ہم سے دور کہیں ہمارے رستوں پر کھو گئی تھیں۔"

ایک ان میں ضرور ہائیں مل جائیں گی۔

محبت سے انہیں ملتی۔ ان کی آنکھوں میں مستقبل کی امید جھانک رہی تھی۔ یہی نفس سے یقین



"آئی ایم سوری۔" میں جانتی ہوں۔ آپ نے مجھے مس کہہ۔ لیکن میں پیچھے دوں کچھ بڑی تھی۔ اتنی کہ۔"

"تو تو۔" ڈونٹ پوری۔ "شہنام شائستگی سے اس کی بات گلٹ کے منکر لیا۔"

"مجھے آپ کی یہ علوت بہت پسند ہے۔" کسی چیز کو زیادہ ایکسپلین نہیں کرنا پڑا۔ آپ جلدی سے کچھ لیتے ہیں۔"

جب آپ میری ممر کو پیچھو گی تو آپ بھی سمجھ جلا کر دیں۔"

"آپ کس راستے ایجنڈا ہو گئے ہیں۔"

"بٹ یو آر جسٹ نیک۔" بلی۔

شہنام نے دیو سے اس کا رخسار چھوا۔

ٹھنڈی سی پڑ گئی۔ اس کی یہ بے اختیار حرکتیں اسے بہل کر دیتی تھیں۔

اس کا نرم گلا ہاتھ شہنام کے ہاتھ میں تھا۔ جسے وہ کسی بھی اسٹیرنگ چھوڑ کے ہولے سے سلا تا تھا۔ اس کی ہلکی جھک گئیں۔

شہنام نے ایک معنی خیز خیر وال۔

"بٹ بلی۔" جسٹ ریٹیکس۔ "وہ اس کے ہاتھ پر ہٹا سا چھوڑا اس کے اس۔" اس کے چھوڑتے ہی

منہ لے جلدی سے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ میں دیا۔

"کچھ کھاؤ گی یا ڈانر کر لیں۔"

"کچھ بھی نہیں۔" مجھے جلدی گھر جانا ہے۔ بیڑ۔"

شہنام نے گاڑی ایک کولڈ کار کے سامنے روکی۔

"اے اس کریم چلی گی۔"

"شیوور۔" وہ ہلکے سے غصہ کر دی۔

وہ جانتی تھی کہ جب وہ اپنے ہاتھ کھائے ہیں تو

وہ اپنے غصے کا گھبراہٹ اور تک اس کی پشت کو

دیکھتی تھی کی بات اور اس کی شخصیت کو سوچتی رہی۔

اسے انٹر نیٹ کی جہد بازی اور نگاہی پر انہوں نے

سہارا

تھا۔

اس نے سر جھٹک کے شہنام کا ہیل فون اٹھا لیا۔

پھر لپٹا۔ اس کے ہونٹ تھریں اور انداز میں منکر گئے۔

وہ بہت استہک سے فون کے گھٹکس و جیک کر رہی تھی۔

"رہا بہت شہنام سے کہوں گی۔ مجھے بھی ایسا ہیل چاہیے۔ لیکن ابھی نہیں" شادی کے بعد اور اگر ابھی

کہہ دوں تو شاید ابھی یہ سیٹ میرا ہو جائے۔"

بے حد رشک، بھر پور انداز میں اس نے سوچا۔ خود اس کے پاس بہترین موبائل فون سیٹ تھا لیکن شہنام

کے ہیل کے آگے وہ اسے ایک دم بے کار ہٹا چھٹکا سا لگنے لگا تھا۔

بے حد گارون، بھر پور انداز میں اس نے سوچا۔ اس کے اس نے لیسو تن یا اور بی بیٹ نہا رہی۔ اپنی

اس حرکت پر خود ہی غصہ کر رہی۔

اس کے احوال میں وہ درگاہ تھی۔ پہلے نہیں

تھی کہ جس فون کو مست شوق اور تسلیت سے دیو پائی ہے۔ وہ چند ہی گھنٹوں میں اس کی خوشیوں کا قاتل ثابت ہو گا۔

بے حد عرصی رنگ فون تھی۔ جو گاڑی کی خاموشی خشک فضا میں گونجی تھی۔ اس نے ایک سے

سوچا پھر فون کی باسکریں بدلیں۔

"جیس کون سا ریڈیو کر دیں گی۔" سوچتے ہوئے اسے علم تھا کہ کھل کس کی ہے۔

اسکریں پر نظر ڈالتے ہی وہ جیسے پتھر کی ہو گئی۔

"نیلم ڈارنگ۔" کے ساتھ ہی چمکتی اس کی سراہی

تازہ ترین تصویر تھی۔

بہت مسکراتا چمکتا ہوا اس کا دل لاق ازاد تھا۔

وہی فتنہ بلاؤ ڈھنگا گھر کا، عمارت شہنشاہ

رنگ فون بند نہیں ہوئی تھی۔ اس نے کپکپاتے

ہاتھوں سے فون ڈیسک پر رکھنے کی کوشش کی۔ کچھ

سے کہہ سکیں یا کپکپا ہٹ کچھ اس کی دایرہ مشن وہ

سہارا

تھی تھاب کسی زہریلے چھوکی مانند اسے ڈسنے کو تیار
 کھڑا تھا وہ دونوں سینوں کے بیچ پڑے تیل کو بھی پھٹی
 آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ جسے ملانے اسے وہاں
 بیٹھا دیکھ لیا۔ اور وہاں سے باہر گر زندگی بھر کے
 لیے اسے ناقابل تلافی ذلت سے دوچار کرنے والی
 تھی۔

اور دست تو تھی۔ دور تھی بھی ناقابل تلافی۔
 پانکھ رنگ فوس بند ہوئی۔ شاید اوھر سے مایوس
 ہو کر خون بند کر دیا تھا۔
 گاڑی میں ایسی موت کی سی خاموشی چھائی تھی۔ گویا
 زندگی یہاں بھی تھی ہی نہیں۔ اس نے تیل اٹھانے
 کی غلطی نہیں کی۔ کس باتوں سے ماتھے پر تین پیر
 صاف کر کے سیدھی بیٹھ گئی۔

شہنام آنکس کر رہی تھی۔ وہاں تھا۔ جب پیچھے
 سے کسی نے ست اور دی۔ وہ آتے آتے تو جس پٹ
 کی۔
 یہاں نے اسے دیکھتے ہوئے اپنا آنکھوں کا
 سمور ست بھرتے ہوئے۔ کھسک کر کہا۔ کیا ہوں؟
 دوبارہ سے کسی ناخون۔ رہا تھا۔ شہنام کس رو گئے
 تھے پھر مٹا گیا۔

”یہ وہی رنگ۔“ ان کے وہاں سے پھر
 ”نہ!“ شدت سے ہی اسے رو دیا گیا۔
 اس نے بالکل تمام فوس اٹھا کر آٹن ڈس کنکٹ
 کر دی۔
 لیکن اس بار وہ پہلے کی طرح فون ڈیش بورڈ پر نہیں
 ڈال سکی۔

اس نے فون آن کر کے کلائٹ کنکٹ اسٹ چیک کی۔
 پھر صبر سے اس کے بعد دیکھ کر کلپسن پکچرز آنکس کے
 در ایک کے بعد ایک پڑی۔ بے دردی سے وہاں سے پہلے
 گئے۔

”کیا بات ہے جان۔“ اس نے اس کے ساتھ پر سے
 بھرے بل سیٹھ

اس نے سرخ آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا
 ”مجھے نہیں بتاؤ گی۔“ وہ دوستوں والے ہاں کے
 ساتھ کہہ رہی تھی۔

یہاں کو ایک بار پھر ٹوٹ کے رونا آیا۔
 ”تمہیں تو ساری زندگی نہیں بتا سکتی۔“
 ”کیا باتوں میں تم کو۔ اپنے ہاں کی کردار کشی کروں
 خود سے۔ تمہیں بتاؤں جس مو کو اپنا آئیڈیل سمجھ کر
 جیوں ساتھ ساتھ جیتا رہتی تھی۔ اس کے میری ہی ہاں کے
 ساتھ۔ تاجا نہ۔“ یہاں کو لگا لگی نے اس کے پیٹ
 میں درد و ابر لات رسید کی تھی۔ اب وہ وہ کر رہا تھا

”کس کس کا سامنا؟ کس کس انداز میں کروں میں؟“
 کیا کروں تیل جاؤں۔“ وہ ہاتھوں میں چوہ چھپا کر
 پھوٹ پھوٹ کر رہ پڑی۔

تیل کا کانا رہ گئی۔ یہ وہ پامنتی کے پاس بیٹھا تھا
 اٹھ کے ایک ہم نزدیک آ گیا۔ قافلان پیران لہر پہ
 نہیں تھے اور تعلیم اس وقت عمو امترحت تھیں اس
 نے سوچ کر آنکھوں سے پانی بہا دیا۔
 ”کیا میں اسے کسے بتا سکتی تھی۔ کیا میں اسے یہاں تیل
 کو جانتی ہوں۔ جو اپنی ایک لہر اسی عرش سے کھڑ کر
 مجھے راز دلا رہی تھی۔“

کیا میں اسے شہنام کا سامنا کر سکتی ہوں۔
 اور۔ اور شہنام میں نے آپ کو کیا سمجھا۔ اور
 آپ۔ کیا تھے۔
 اس کا سامنا جسے گاہیت میں دو۔ ”تسوں میں
 روٹی۔“

تیسور اور تیل۔ یہ ہی سے ایک دوسرے کو دیکھ
 رہے تھے۔
 لیکن ہے جو سمجھے میرا درد۔ کس کو بتاؤں کتنا
 نقصان ہو گیا میرا۔ یہ لہر اور اگر اس وقت شہنام
 آجاتا۔ مجھے کھیتے۔ میری حالت دیکھ کے سمجھ
 جاتے تو لطف۔ کتنی بے شری۔ ذلت بخوار تھی۔

کیا میں۔ شہنام کو بتا سکتی ہوں کہ یہ ہم عروں لہاں
 میں ڈارنگ گے ہم سے چپکے وہی تصویر میری ہاں کی

”کیا میں میں پوچھ سکتی ہوں میں سے تمہیں کس
 نے حق دیا۔ کہ میں کو ڈارنگ کہو۔ میں چھو۔ میں
 کی تصویر میں سمجھو۔ دور میرا ہاں کے اپنے تیل فون
 میں اس کے سید کو مارا۔ یہ وقت ضرورت“ نفس کی
 تسکین کر سکو۔

کیسے پوچھوں میں۔ جب مجھے معلوم ہے وہ جواب
 میں میری ہاں کا نام لے گا اور کیا؟
 دل کو جیسے کوئی ٹانکا تاکا اور چیز رہا تھا۔ دھاک دھاک
 تھکی رہا تھا۔
 شاید رنج سے پہلے اس نے کسکی اس بات کو اپنی
 گہری نظر سے نہیں دیکھا تھا۔ جس اظہر سے چھ سال
 پہلے یہ وہ بھانپ کے یہاں سے چل گیا تھا۔

اسے ایک دم محسوس ہوا اس نے تیسور کو واپس بلا
 کے بھی تو کتنی بڑی غلطی کر دی تھی۔
 ”اور اور جب شہنام کو پتا چلے گا کہ میں کس کی
 بیٹی ہوں تو۔ تو شہنام پہ کیا کرے گی۔ تیسور کیا سوچے
 گا۔“

مگر کب فل؟ یہی تھی۔ اور یہی تھی وہ پٹن ہاں کے
 موٹے تھے۔

اس کے بل میں وہاں کے تڑپا تھی۔
 وہ تھی تیل کو سبھل سکے کھل۔
 ”تیل پیر۔“ میری حالت بالکل بھی ایسی نہیں کہ
 میں تمہاری کسی بھی بات کا جواب دے سکوں میرے
 ساتھ کیا ہوا ہے کچھ نہیں۔ اور پیر۔“
 وہ تیسور کی طرف مڑی۔

”آپ وہاں چاہتے ہیں تاکہ میں ٹھیک ہو جاؤں
 پہلے کی طرح تو پلیر پلیر۔“ یہ لہر بھر گیا۔ آنکھیں لڑ
 آئیں۔ اور آواز حلق میں گھٹ گئی۔
 ”تیلوی فون پیر۔“ تیسور اور تیل نے صرف یوں
 کی جیش سے اس کی بات سمجھی اس نے سرخ چرا
 رکھا۔

”پیر میں تم لوگوں سے ضرورت کر دی گی مگر ابھی
 نہیں۔“

وہاں دونوں میں سے کسی کی طرف نہیں دیکھ رہی
 تھی۔ اس کے لیے میں اتنی اچھا لیا جت اور عاجزی
 تھی۔ کہ وہاں کو اس کی بہت سی تھی۔
 تیسور اور تیل دونوں نے ہی کو پھوڑتے ہوئے
 سخت بے بسی محسوس کی۔

اسے آنکس کر رہی تھی۔ اس کے ہاں کچھ دیر ہو گئی تھی۔ پھر
 ایک دوست مل گیا تھا۔
 لیکن یہ وہی کی کوئی نہ تھا اس کے ساتھ سے حاصل
 ہونے والی خوشی سے بہت کم تھی۔ وہ بڑے فک سے
 انداز میں دھر بیٹھا تھا۔ پھر ایک دم ٹھک گیا۔
 یہاں وہاں نہیں تھی۔ بلکہ کبھی بھی نہیں تھی۔
 ہاں اس کا تیل فون سیٹ پر پڑا تھا اس نے خدا کے
 بھیجے کے سے لیا تھا۔

وہ ایک عام سی روٹی ہو گئی تھی جس میں ہمہ جہت
 مخصوص انداز میں اس کی ”راہوں“ سے خود ہاں
 اسے مودی ہونے سے منع کر رہی تھیں۔
 ”یہ تھوڑے سے باہر ان کی سائنس کی تھی۔“ وہ وہ
 معدنی غیس سے تھوڑی۔ سر جھٹک کر وہاں ڈال
 لیتیں۔

دل کو جیسے ایک دم ہی کوئی خیال چھو کے گزرا۔
 روٹی پر ایک دم ہی سے حاس ہو گئی۔ اسے یہاں کی غیر
 موجودگی کا حجاب سمجھ میں آیا تھا۔
 اسے لگا جیسے یہاں ہمارا اس ہو کر یہاں سے چلی گئی
 ہے اور اس کی ناراضی کی وجہ یہ ہوئی ہے۔ لیکن
 اصل وجہ کیا تھی اس کے فرشتوں کو بھی ابھی تک علم
 نہ تھا۔

اس کے تو گمان میں دور دور تک یہ بات نہیں تھی کہ
 یہاں صرف ناراض ہو کر نہیں۔ بلکہ ماضی اور
 مستقبل میں بڑے بڑے حلقوں کو توڑ کے گئی ہے۔
 محنت باب۔ اس نے بہت بے زاری اور غرٹ
 سے اپنا موبائل ڈیش بورڈ پر پھینک دیا۔ اور اپنے من
 پسند تصویر آنکس کر رہی تھی۔ کپ اٹھا کے باہر۔

جہاں سڑک کنارے بڑی خوش رنگ خوش واقعہ
آگس کریم اپنی بے قداری پر پھل پھل کے ہر رقی
تھی۔

موج سوچ کے دل کی رگیں پھٹنے والی تھیں۔
رو رو کے آنکھیں شدید عکس نور سورج کا شکار
ہوئی تھیں۔

سرمجاری چھو متور۔

”دہائیک کی ہب ہو رہی تھی۔ اس نے ہٹھکل
اسکرین دکھائی کا مبر تھا اس نے۔ سن کالت کے
”ٹھیک ہوں“ کا مسیح سینڈ کر گیا۔

یہ سٹی کی برایت تھی جو وہ تین دن پہلے اسے بہت
تھی سے کر کے تھی تھی کہ ٹپا سٹل کسی صورت آف
نہیں کرتا۔ کم سے کم اپنی خیریت کی اطلاع ایک
سے ان دو سوئے اگر بات نہ کرنا چاہو تو۔

عین تین دنوں میں اس کیپس کی بار شہر کی کل
تک کی طرح کے وصاحتی منظوری پیمائش سے
بھی تب سہلہ جہاں تھا۔ ”وہ اس کی سمجھ میں نہیں
آ رہا تھا کہ یا کر“ اس طرح ڈالے تھے کہ اس کی
زندگی میں ”سہلہ والدہ شخص شہنام تو ہرگز نہیں ہو سکتا
کبھی نہیں بے حد ست قدموں سے اس نے خواہش دوم
کام نہ کیا تھا۔“

نہ کے پو محفل طبیعت ذر سببلی تو آنسو پھر سے
بے قابو ہونے لگے۔ پچھلے تین دنوں میں جوتے آنسو
بجائے تھی کہ لب لگی سی تھی تھی آنکھوں میں
مرچیں بھرتی تھیں۔ اس نے بڑی وقت سے اپنے
آپ کو سنبھالا۔ یوں اردو کے تو اس وقت اور ان کی ہی
صانع ہوئی تھی۔ جلد ہی فیصد کرنا چاہیے۔

سٹل ایک بار پھر ج رہا تھا۔ اس نے کوئی سے
دیکھا۔ یقیناً ”یہ شہنام کی کل تھی۔ اس کا ریمو کرنے
کا کوئی ارادہ تھا سہلہ جہاں تو وہ اٹھ کے پاس تھی۔

”عین عینان۔“ خلیا دل میں خوشی کی ایک بے نام
سے ریش سی جاگی۔ بہت سارے رشتوں کے بیچ ایک

برائے نام دوست۔ وہ کتنی دیر سٹل ہاتھ میں پکڑے
اس کا ہر نور غمروں میں دل میں دہرائی رہی۔ خلیا پن
سے سوچتی رہی اسے پہلے عینان کا جیسا کیوں نہیں
تیا۔ کیا مجھے اسے فون کرنا چاہیے۔ جب کہ اسے
بہت پہلے میں اسے مایوس کر چکی ہوں۔ اس کی
امیدوں کو توڑ کر اس کی خود ہشوں کے آگے اپنے انکار
کا بند باندھ کر۔

میا سٹل اسکرین پر پھر سے سٹیل کا ہم جھگڑا ہاتھ۔
”آئی ایم اس کراچی کین جو میٹھی۔“
”ہیں۔“ تلی وانا میٹ ٹوپ۔“

”مسح لکھتے ہوئے اس نے پھر آنکھوں کو بھیٹا
محسوس کیا۔“

”واٹ“ سہلہ سٹیل کیا ہو گیا ہے۔ ہمیں یہ کیا
حال بنا ہوا ہے۔“

عینان سے دیکھ کے ریش میں ہو گیا۔ جلد ہی گھر سے
لکھتے تھے۔ وہ ہے تین تین جہان کر کے کالی تھی۔
”پچھلے جہاں کی“ ”سینڈ بیگ“ ”گاہ“ ”لیپ اسٹک“

یہاں تک کہ دست و پا تھی میچنگ کی تھی۔ تین دن
اپنے سے ہوئے تھے۔ وہ بڑی اور آنکھوں میں وہ
چمک دے سے قاصر تھی۔ جو اس کی شخصیت کا حصہ
تھی۔ اور بے شہنام جیسے بدمعاش نے محسوس کر کے
سٹیل کو اپنا بدلنے کا ارادہ کیا تھا۔ اسے لگا اسے اس
وقت عینان جیسے ہی کسی اپنے کی صورت تھی۔

جس سے بظاہر کوئی رشتہ نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اپنا
پن تھا اس کے انداز میں ”اس کی“ آنکھوں میں اس کی
باتوں میں۔

”اور ایسا شاید اس لیے تھا کہ سہلہ کو اپنا جیوں
سہلہ نے کی خواہش رکھنا تھا اور بڑا اس کا اظہار
بھی کر چکا تھا۔“

وہ منہ نہیں کر کی بلو جو کو شش کے بھی آنسو
پھٹکے سے رک نہ سکے۔

”سب لوگ دیکھ رہے ہیں۔ سٹیل کیا سوچیں

”اس نے جیڑی سے آنسو صاف کیے۔ عینان
”سٹیل سے“ سے کچھ رہا تھا۔
”بھئی کیا بات جو سکتی ہے جوتے صرف مجھ سے
شیر کر رہی ہے۔“

سٹیل سے تھانگی تھی کہ وہ کچھ شیر کرنا چاہتی
تھی۔ اور وہ یہ بات صرف اسی کو بتا سکتی ہے اور کسی کو
نہیں۔

”مجھے کچھ دن پہلے کسی نے پرورد کیا تھا تم انہیں
جانتے ہو۔ شہنام حسن احوال کا حکم لکھ کے برائے
پار تھیں۔“

”واٹ“ عینان کے دل میں کہیں اس کی کرنے
لگی۔ لیکن اس کے ارتکاز میں فرق نہیں تھا۔ سٹیل
کے انداز بتا رہے تھے کہ بات صرف اتنی نہیں ہے۔

”گورو میں نے انہیں پر پائوں کا پونڈ پائوں بھی
دے دیا تھا۔“

عینان نے ایک گہری سانس لے کر پی خالی
تھیلیوں کو دکھا۔

”ہینان کے غم بہا تو ہوئی کہہ تھیں ان تھیلیوں
نہیں چھپ کر سٹی کی ڈاٹھل بھی تھی بڑی شدت سے
سرا جاتی تھی۔ ب۔ م۔“

”ایکس“ لیکس پھر عینان۔ ”تیا ہے کیا ہوا۔“
عینان نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی چہرے پر
زیر سے کے سے آثار تھے۔

”ایک ایک کر کے“ سارے واقعات“ تیمور کی آمد
مما اور ڈیڈی کا ریر ان کی سابقہ بدش“ شہنام کا دانا اور
پھر ماما کا فون کرنا۔ اس کے سامنے کتنی جلی گئی۔

”اسے لگ رہا تھا۔ سامنے کوئی دو سڑا انسان نہیں“
”سینہ رکھا ہے جو اس کے عکس کے سارے رنگ
اپنے اندر جذب کر لے گا۔ کبھی رو پڑتی“ کبھی لگا رہا
جا۔“ کبھی آواز ختم ہو جاتی عینان اسے بازو سے پکڑ کے
ریٹورنٹ کے باہر کھڑی اسی گاڑی میں لے گیا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کہوں۔ ایک
طرف شہنام جی فون کر کے مجھے عاجز کر دیا ہے
انہوں نے میں ان کو کیسے بتاؤں انہیں کیا کہوں۔ ماما

کو تو خبر ہی نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کی بیٹی کیسے رشت
سے دو چار ہوئی۔ میں ان سے کوئی بات نہیں کر سکتی۔
میں سٹی سے کیا کہوں۔ اس بے چارہ کی کو تو سرے سے
کوئی بات نہ تھی نہیں۔ عینان میں۔ میں۔“ ”وہ بہت
غم کرتے کرتے رو پڑی۔ عینان بھی چپ چاپ اسے
دیکھ رہا تھا۔“

سٹیل کے ساتھ گزرنے والا واقعہ جو جوتے میں
پڑنے بدلتے رہ گیا تھا۔ وہ عینان کو تھکنے کی بہت سہیں
کر سکی۔ ”تا نہیں وہ اپنی گزرنے کے بارے میں کیا
سوچے ابھی اس کی ماما کے بارے میں جو سوچ رہا ہو گا
سہلہ کی سٹیوں میں۔“

”تھم میں جانتے میں نے کیا سٹیل کیا اس وقت اس
شخص کے ہاتھ ماما کے شوڈر اور وائف اہل گھر میں اسے
پہلے بتا دیتی کہ میں سٹیل پھر رانا“ ”وہ تو وہ مجھے اس کی بیٹی
کچھ لڑا دے گا۔“ ”وہ سٹیل میں رستہ“ ”اس میں“

”میں اس کی خاموشی شخصیت اور چند چھو۔“ ”پاؤں سے
اجی متاثر ہو گئی کہ کسی کو تے سے جیڑی آتی“ ”کے پٹی
نہیں۔ میں بھی بہت سہیں سمجھ سکتی۔ میں۔“ ”اس
دن گاڑی میں محسوس کی گاڑی سے زکریا جیڑی۔“

”کے دشوار ہو پتا تھا۔ تم رحرے گئے۔“ ”جھ۔ اور کوئی
راست اظہر نہیں آ رہا تھا۔ جاتے کس طرح میں گھر پہنچی
مجھے خود یاد نہیں۔“ ”اس کے تصور میں وہ مسکرا رہا ہو گیا
اس نے ہاتھوں کو دانتوں سے کھل کر اس لذت کو جیسے

بہشت کیا ایک بار پھر
عینان کو خوب مضطرب کرنا مشکل لگا۔ اس نے ہاتھ
پڑھا کے اس کے آنسو صاف کیے۔ سٹیل نے ایک نا
گہکی کے عالم میں اسے دیکھا۔

”کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ ملے جائے
تو بہت جلد اس کا حل نکل آئے گا۔ ڈونٹ وری میں
تمہارے ساتھ ہوں۔“

”تم تم عینان۔“ ”وہ ایک بار پھر اس کا ہاتھ تھام کے
رو رہی تھی۔“

”پر سوچا نظر دل سے اسے دیکھا۔ اس کا سر تھپک
رہا تھا۔“

دعہ کی میں آنے والے آئندہ موثر بہت چیز سے
کے بعد دیکھ کر آنے چلے گئے۔ جس مرحلے کو بہت
مشکل اور بہت اہمیت تیز سمجھ رہی تھی۔ اور اصل
اس کے لیے نہیں ان لوگوں کے لیے اہمیت تھی۔
سرسے سے ٹیکہ اس زندگی میں تھرتھرتے ہوئے تھے۔
طاہر کے والدین نے اس کی خواہش پر بہت جلد
تصالح کو اپنی سہولت کے کارآمد ظاہر کر دیا۔ فرقہ پرانہ کو
کوئی اعتراض نہ تھا۔

شہنام حسن اچوں کو بھیجے گئے انویشن کارڈ ایک
نہیں تھی مگر ایک ٹیکہ ایک ٹیکہ پر زیادہ کی طرف سے وہ
اپنے خاص دوستوں کو اس تقریب میں بلانا چاہتی
تھی۔ ایک سال پہلے زیادہ کی طرف سے خاص طور پر
اپنے بارے میں انہیں بتانے کا اس سے پہلے اور
مید حار سے اس کی طرف میں اس انویشن کارڈ کے سوا
کوئی نہ تھا۔ جس میں اس کا نام سرے سے حذف
میں چھپا رہا تھا۔

سرسے خلاف میں پچھلے ٹیکہ میں یہ زیادہ اہمیت
میں وہ انداز کو بڑھانے چلے گئے۔ وہیں اپنی
خاص شخصیت کی خوبصورتی کے پیچھے چھپا ہوا ایک
کر رہی تھی۔ یا تیسرا دعوت نامہ انہیں ٹیکہ
اس میں ماسم اور سلی کے والد عام جہانگیر کی طرف سے
موصوف ہو کر تھیں۔ سلی اور تیمور اس دن نکاح کے ایک
وقت کے لیے اور مضبوط دعائے میں بندھے کہ یہ پہلے
کے ساتھ ساتھ خود تیمور کی بھی خواہش تھی اور سلی کو
بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔

وہ دونوں بشمول فرقہ اور ٹیکہ پر زیادہ کے اس
حقیقت اور آگے کے کرب سے نا آشنا ہی رہے جو
شہنام کے گرد زندگی بھر کے لیے نہ ختم ہونے والی
شرمیلی دروازہ کی ناک میں کے منہ پر خوب
جانتے در حقیقت اس بات کا کہ ان تو خود ٹیکہ نے بھی
کبھی نہیں کیا ہو گا کہ ان کے کربوت یہ گل کھلا نہیں
سکے کہ ہونے والے داد سے ان کے کبھی بچاؤ اور غیر

شرعی تعلقات رکھتے ہوں گے۔
ایک کڑا مرحلہ اور ٹیکہ کی کھڑی باقی تھی۔ جب
شہنام حسن کا اس سب سے سامنا ہوا تو وہ ٹیکہ اور ٹیکہ
سلی اور پہلے ایک ساتھ آئے سارے کھڑی ہو تیں
اور شہنام حسن سے اس کا سامنا ہو کہ پہلے کی
توسیع میں صبح صبح کر رہی تھیں۔

لیکن اللہ کو اس کی کوئی سی ٹیکہ بھی ہو شہنام
حسن اچوں اس تقریب میں شریک نہیں ہوئے۔
طاہر کے لیے کبھی کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔
نے بھی شکر ادا کیا اب تو اس کا دعا کرتی رہتی کہ بہت دور
بھی تھی۔ قصہ بارش ہی بن جائے شہنام سے یہ
کرم تک۔ پہلے اور شہنام نے بہت معاہدہ فنی کا
ثبوت دیا کہ اپنے اور پہلے کے تعلق کو دیکھنا عام
کرنے کے بجائے بدل ہی مل گیا۔

”لہذا آپ کو اس کے کا چھوٹے گا اگر آپ ایسا نہ
کرتے تو میرا گھر اور زندگی دونوں ہی ٹھیک رہتے اور
شاید کوئی بھی فرد میں محراب سے سب سے نظر نہ ملتا
پاتا۔ آپ نے خاصا ہی اختیار کر کے دائمی ذلت اور
تشریف ریزی سے بچا۔“
کرب میں جس کا ہاتھ اس نے اٹھ کر دیکھتے تھے
کے پورے سینے ٹھنڈی ہو کا صبر کا اس کے ہاتھ بکیر
رہا۔

اس نے ایک سچا بکرار اور فکری ساتھی ملے پر
اللہ کا شکر ادا کیا۔ شہنام کی شخصیت کو بہت
مضبوط خیال کرتی تھی اور اس کی معترف اب بھی
تھی۔ لیکن مضبوط کردار کے بغیر مضبوط شخصیت کسی
بچوں ہوتی ہے اس کا دور اکہ مت اچھی طرح ہو گیا
تھا۔

زندگی میں بہت سے مسائل بھی اپنی جگہ سر
اٹھائے کھڑے تھے لیکن وہ پر سکون تھی کیونکہ وہ اپنی
نہیں تھی۔ بہت سے محبت بھرے رشتوں اور
مطلوبہ رفاقت کا ساتھ مل گیا تھا۔



وہ اس کا بھی بھلا جو نہ دے اس کا بھی بھلا
میں ہاتھ میں تھامے پٹی ہوئی چیز کو اسے گرد
پر لیتے ہوئے صابو چھوڑی دھوپ اور گرمی میں
میں پر کھڑی صابو انکار رہی تھی۔
”اس صابو پر کل سے بھوکا ہے کوئی خیر نہ دے جا
اللہ تیرے بچوں کا بدل کرے گا“ وہ جلدی سے ایک
کاڑی والے کی طرف لگی۔

”ہاں میں تجھے خیرات دوں گا تو پورے میں کیوں نہ
گی۔“ وہ نے کاڑی میں پیشے ہوئے ہوئے تھی۔
”جا بوس سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔“ صابو اپنے
سنگین سیت جلدی سے وہ قدم پیچھے اپنی اور پھر
”تھکوں میں“ نے سوچو پھرتی ہوئی سنگین کے دت
پاتھ پر آہستہ آہستہ چلے گئی۔

صابو کا نام اس نے اپنی سیدہ فکری بیوی میں صبیحہ
تھام کر رکھا تھا جو بڑا صابو ہو گیا تھا۔ کو ٹیکہ کے بار
ی بھیجی۔ میں رہتی تھی گداگری اس کا پہلے پیشہ تھا
تھیں۔ پ سے اس نے ہوش مند تھا۔ اسے اپنا اور اس
کا ایک رہنا گھر ایسے حلقہ دار۔ بھلا تو وہ ذرا دلی
سوا تو کل سے نہ تھے۔ اپنے ہاتھ چلے کو کر اور یہ کا
جواب اس کو۔ کا کا کہ ان کی سیت تھیں۔ میں کی
سے حیل مانگے تو عیب نہیں جاتا تھا۔ تو ان کا نام تھا
نہی تھی۔

”ہیک نہیں مانگوں گی۔ برا کہہ رہے کوئی محنت وال
کام لکھ گی تھیں اس کا نام صبیحہ کیا رکھا یہ تو خود کو
اپنی بد امن سمجھنے لگی۔“ اہمیت کو اپنا تو ان کے
صابو کی بات اس کے سہلے ڈیر لگی۔

”میں تجھے بتا رہے تھی کے جیسا ہم رکھ بیٹے سے
دھارے ہاتھوں میں اس جیسی لکیریں نہیں آج میں گھر
تجھے یہ سب نہیں کرتا۔“ اس نے دلی طے سے سر
جھکا تے ہوئے جو سچا۔

”پھر کیا کرے گی تو۔“ ہانے مانگ کر لگی ہوئی سلی
نے لے لے کر کھاتے ہوئے لہجہ۔
”مجھے کپڑے دینے سکھ دے میں پڑے گی یا کہیں
ن۔“ ٹیکہ میں جواب اس کے ذہن میں آیا کہ



باہر آملی بادل کے تھوڑے بہتے ٹھٹھکے من تک
 جا پہنچنے کی خواہش دل میں لے لے لو لگی اڑا بس بھرتے
 دلچسپی درختوں کے تنہا کے پتوں میں سرگوشیاں کرتی
 ہو، اور جوان شراست سے رقص کرتے چوں سب
 کچھ ایک جیسا ہی تھا مگر قسمتوں کے بھیجے سے یہ سب
 ہر ایک کے لیے الگ الگ تھا اسے اب کوئی راستہ نہیں
 سوجھ رہا تھا وہ کہیں جانتے کیا کہے پہلی تو چاندنی
 طرف ہی کلام تھا اور یہی لوگ تھے جس کے اٹھارے گے
 سبب کچھ مینے تو سکون سے گزر گئے مگر ایک دل بھرا ہوا
 نے اسے اپنے ساتھ لے لیا یہ

لوٹ کے گھر گئے۔
اس کا شوہر لیکن اس پیشہ ور بھکاریوں میں شامل تھا
جو چھوٹے موٹے جرائم سے وابستہ ہوتے ہیں اور یہ
بھی کرتے ہیں وہ اسے یہ کہنا کرتا بلکہ جو کچھ خود کا
بھی شے میں پورا کرتا اور پھر اسے ان تمام شے میں
کے چکر لگاتا، صاحب نے ایک دو کوٹھیوں میں قلم
کرنے کا سوچا مگر جب صاحب لوگوں نے اس کے
بارے میں معلوم کر لیا تو اسے یہ کہہ کر جواب دے دیا
کہ۔

اس بار بار فامحسوس میں کیا کلمہ سے سوال نہیں کرتے ہوئے وہ
میر کے لئے اس کی پاس بٹل جاتی، میر نے دھیرے
اس سے اپنے دل کی ہر بات کہتی اور وہ چپ چاپ سنتا
صاف کو گنتا اس کے دل پر رکھا سا اور تھو دھیرے
دھیرے اپنے فامحسوس پر گنتا جاتا رہتا۔

”کہیں کیا کرتی ہے وہ ساری ہواست جو کوئی نہیں کے
 یو اور میں صاحب کہے جاتے دیتے ہیں۔“ وہ اس
 کے بلے مٹھی میں پکڑ کر دھاڑا۔
 ”وہ میں مع کر رہی ہوں۔“ صاحب نے روتے ہوئے
 کہا۔

جیسے علیؑ نصیب اللہ اکبر کی کوچ سٹکی دلی راہ
 نے اس کی پیشانی پر حسب معمول ہلوا دی اور سدا کو
 باہن سے الگ ہو گیا۔ باہن بھی چلتی سے اٹھ کھڑی
 ہوئی تو راہو نے نہب پر بھی ہوا پیرا اٹھا کر جھڑا اور
 کندھے پر رکھ دیا۔ وہ نہیں ایک بار پھر پھرنے کے لیے
 آیا ہو چکے تھے۔ کئی راستہ کو پھر سے ملنے کے لیے
 حال نہ دونوں جانتے تھے کہ وہ دونوں مل کر بھی
 نہیں مل سکتے تھے۔ کبھی نہیں مل سکتے تھے۔ کبھی
 غریب بھی ہوئے۔ دونوں دیریا گئے۔ وہ الگ الگ
 گھر سے تھے۔ ایک ساتھ رہ سکتے ہیں لیکن کبھی
 مل نہیں سکتے۔ بقول شاعر۔

میںوں، پیر، ریحی اور انارنگی جیسی داستانیں کیسے جنم
 لیتیں؟ سو یہ داستان بھی اپنے انجام کی طرف رواں
 دواں تھی اور ہوا اپنے گھر کی طرف۔
 گندم سے کھیتوں کے پتوں کا ایک تکیہ بندھتی
 راجو کو نکالوں سے محراب سے قریب سے جا رہی تھی۔
 "اللہ لا الہ الا اللہ" - موعوی محمد ﷺ کی پر
 آواز قضا پر سحر طاری کر رہی تھی۔ ٹھیک اسی وقت
 قریب درختوں کے چھتے سے چوہا کی ہوئی چیزوں کا
 ایک عواں قضا میں مدھ - شاید وہ بھی اپنے مالک کی
 حیر و شاعر سے ہوئے تلاش رنق سے بے جا رہ سفر
 ہو رہی تھیں۔

[illegible]

شاید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ محبت اللہ محی ہوتی ہے اور محبت کرنے والے انجام کی پروا کرنے ہی کب ہیں؟ اگر انجام کی پروا ہوئی تو کبھی نہیں اُسوتی

مکد سے اچکانے نور ویدائے کی تلقین ہوتی زخم کو
 وہ قوی ہاتھوں سے پکڑ کر دونوں پاؤں دروازے کے
 دروازے پر پھانسی کے درمیان لگے ہوئے لکڑی کے ڈھنڈوں
 پر تھلا دیتے اور پھر اچھل کر دروازے کے اوپر سے
 ہوتے ہوئے دیوار پر پہنچ گیا۔ ایک لمحہ توقف کرنے
 کے بعد اس نے اوپر کو سر دیکھا اور پھر اگلے ہی لمحہ وہ
 اندر کود چکا تھا۔ وہم کی توانا پھر ہوتی اور وہ دونوں



اسی جان اپنی جان! اچھے نماز پڑھ لیجئے۔ اسی جان نے چہرے سے نکھیں ہٹا دی تو زہرا ان کی طرف سے منظر میں ہو کر پھر اس نے وضو کیا اور جلوس نماز پڑھا کر اپنے معبود کے حضور سجدہ پڑھ کر ہوئی۔ جب نماز پڑھا کر اس نے سلام پھیرا تو وہ سر سے جائے نماز پر ای جان موجود تھیں۔ اس نے جائے نماز سے کھڑکی کی طرف حساب معمولی صحنہ تھا کہ گھر کی صفائی میں دست لگائی۔ دو سو کمروں کے بعد گھر کی صفائی مکمل کی اور پھر چار دیواری خلعے میں داخل ہوئی جنہاں ای جان گذریاں جھانپنے کے بعد چوہے پر توار کے رولے ہانپنے میں مصروف تھیں۔ صبح کے طلوع آندھیرے میں جلتی ہوئی گلاب کی سرخ سرخ روشنی ای جان کے چہرے سے منعکس ہو رہی تھی اور اس کے بالوں میں کثرت سے موجود چاندی جیسے جلی بھی چمکتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ زہرا اس منظر کو دیکھ کر کچھ لو اس ہو گئی۔ کچھ ہی عرصہ تو گزرا تھا جب ای جان اٹھ اور پہلی سب ایک ساتھ بیٹھ کر ناشتا کھ رہے ہوئے تھے تھے ملین اجب۔ اجب لا موجد نہیں تھے نہ پیش میز کے لیے مہیا تھے نہ یہ لیسے۔ یہ مہیا کی جا رہا تھا۔ جانے والے بھی کوسا کر دیں نہیں

زہرا کی "تھیں پھر انہیں در حلق میں جیسے گور سا اٹک گیا۔ ای جان سے ملی ملتے ہوئے سراٹھا کر نکھا تو رہو کہ میں خاموشی کم سم گھڑا ہوا۔ وہ اس کے احساسات بڑھ چکی تھیں انہوں نے رولے توڑے پر چھڑائی اور اٹھ کر بے اختیار زہرا کو پیسنے لگا لیا۔ "تو ہو میری جان میں وہ تھو صبر سے کام ہو ایسا نہیں کرتے۔ تم تو کھنڈار ہو" اس دن سے زہرا زہرا کی آنکھوں سے جیسے سہن کی جھڑکی نکلتی تھی وہ پھوٹ پھوٹ کر رہ گئی تھی اور ای جان اپنے آنے سے گھڑے ہوئے ہاتھوں سے مسلسل اس کے آسو صاف کر رہی تھیں مگر وہ چپ ہوئے کاہم نہیں لے رہی تھی اور پھر وہ تو ہے سے اٹھنے، لادھاں ہی تھا جس نے یہ سہل ختم کر دیا۔ ای جان جلدی۔

چوہے کی طرف دو تھیں۔ "دیکھ رولے جل گئی تھی جہاں آکھوں میں پانی کے چھینٹے، روتو میری دست مہر بھی ہے۔" ای جان لٹکی ہوئی توار میں اپنے لہجے میں وہ آنے والے بے اختیار کرب کو چھپانے کی ہانکھ کو شش کرتے ہوئے رولے کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ نور زہرا ہاتھ جی خلعے سے باہر نکل کر ایک مرتبہ پھر خلعے کی طرف چل دی۔ منہ ہاتھ دھو کر اندر کمرے میں داخل ہو گئی۔ اتنی ہی دیر میں ہی اس کی خواہشورت مولی مولی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ شدید قدرت نے اس کو روکنے کے لیے پورا نہیں کیا تھا۔ حسن کی جس عدالت سے اسے سر فراز فرمایا گیا تھا کتے تو رات کرنا چاہیے تھا اگر اس کے بل باپ نے اس کا نام رہو رکھا تھا تو پھر کتہ تھا وہ بھی تو زہرا جیلا و زہرا جیلا۔ "لے لے گئے سیاہ بال، سرخ، چہرہ رگت" یہی صراحتی اور گروں تناسب زہرا سر لگائی تھیں تھا اس کے پاس "سب کچھ تو تھا ہاں اگر میں تھا تو نہیں تھا" یہی تھا۔ وہ آنکھوں کی رولے نہیں تھی۔ یہ غریب کی ہنسی تھی۔ غریب جس کا صیغہ ہی غریب کی چمن میں یہ ہو رہا ہے۔ میں اب تو وہ غریب باپ بھی اس کے سر پر نہیں رہتا تھا۔ ہتھوں شاعر۔

خود اپنے شور غصے سے چوٹک اٹھتے تھے جواں مٹیوں کا باپ سو نہیں سکتا لیکن یہ بھی قدرت کی قسم عمر ہی ہی تھی کہ اس کا باپ سوچتا تھا اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کی غیبت تھی۔

موٹر سائیکل رک کر کمرے کے بعد وہ اندر داخل ہوا وہ ڈپسری میں موجود کھوتے کپاؤ بڑھانے اسے سلام کیا وہ سر کے اشارے سے جواب دیتا ہوا اپنے کمرے میں داخل ہوا اور پھر اپنی کرسی پر اجلس ہو گیا۔ یہ ڈاکٹر عدیل احمد تھا انجیوں کی بس ہسپتاری کا انکوائڈاکٹر! عدیل شکل و صورت کا، ناک اور کھانے پیتے

کمرے سے تعلق رکھتا تھا۔ بھرا بھرا اسٹول اور توانا کمرہ دار تھا۔ چوڑی پیشانی اور سیاہ چنگدار آنکھیں اسے ایک بین انسان ظاہر کرتی تھیں۔ ایم لی لی انکھیں اس نے سوٹ چھپے یا کھانے کے لیے سین کیا تھا کیونکہ کتہ کا لباس کچھ تو تھا اس کے پاس اس کے دل و دماغ میں تو اس ایک ہی دھن سنائی ہوئی تھی "اچھی انسانیت کی خدمت" گور اسی جذبہ کے تحت وہ ڈاکٹر بنا تھا۔ اگر آج وہ صبح کے س دور دروازہ دھات میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا تو یہ کوئی عجیب بات نہیں تھی۔

اس کے سب غائب غائبہ میں جنہاں بھانت بھانت کے لوگ پائے جاتے ہیں وہاں کبھی کبھار آپ کو اپنے عجوبہ و شگاف بھی مل ہی جاتے ہیں جو تن من و دھن سے صرف اور صرف حسب انوطی اور خدمت انسانیت سے لیا آپ کو وقت کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ موجود بے حس معشرے اور نفس نفسی کے میں، میں، میں کو یہ تصویر شاید عجیب لگے لیکن یہ وقت ہے کہ حال چل ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ سب کی مادی صورتوں اور شاید ان لوگوں کی زندگی ہے۔

یہ قلم نگار بھی تھا۔ وہ گھبراہٹ ہوئی سی اندر داخل ہوئی۔ "اگر صاحب! بھاری میرے ساتھ چلیں" وہ ای جان کی طبیعت خراب ہے بہت خراب۔ "اور پھر اس نے پھوٹ پھوٹ کر زہرا کی طرف گھڑا کر گریست اٹھا۔ وہ ہو چکی تھی۔ نظر رہا تھا اس نے اس کے دل و دماغ میں اپیل بجا دی تھی۔ وہ اتنی ہی خواہشورت تھی کہ وہ بھی صاحب اس سے دیکھتے تو اس تمام کردہ سائے میں اس وقت وہ سہمی ہوئی معصوم ہوتی دکھائی دیتی تھی۔ اس کی جھپٹ کی گہری آنکھوں سے ان کی برسات کا منظر بہت تعلق تھا مگر عدیل کے ہاتھ ہوتے ہوئے ان کو یہ آسو اچھے نہیں لگتے۔ انہیں قدرت آنکھوں میں آنسو نہیں ضرورت کی

چمک اٹتی تھی۔ اس نے سوچا کہ بے اختیار اس کا دل چاہا کہ وہ آگے بڑھے کہ اس کے آسو پونچھ ڈالے اور اس سے کہے۔ "سنو کبھی روتا نہیں۔ کبھی بھی نہیں تمہاری یہ خواہشورت۔" انکھیں قدرت سے روکنے کے لیے نہیں ہٹائیں۔ ان میں تو خوشیوں کے دھب جھلکاتے چاہئیں۔ سدا زہرا رہنے والے خوشیوں کے دھب ہمیشہ روشن رہتے وہاں خوشیوں کے دھب۔ "نہیں وہ اپنی اس دھات کو حل بدلے پہلے کی ہے۔" کر سکا۔ اس ٹرلی بوند کی مرت۔ دھب رہا تھا۔ اسے انکھوں تھا اس لڑکی کو پیسے نہیں دیکھا اور پھر اس نے مشکل اپنے آپ کو اس بے خودی سے نکالا تو اسے احساس ہوا کہ یہ کسی مصیبت میں ہے اس کی ای جان کی طبیعت خراب ہے اس کا دل اس لڑکی کے لیے ہم رولے سے لپوٹ بھر گیا اور پھر احساس فرض شناسی بھی بے وار ہو یا پھر جب وہ رولا تو اپنے آپ کو حلق طور پر سنبھل چکا تھا۔ "تو کچھ ریشاں ہو۔ یہ کی مائل ضرورت نہیں ہے۔" انہوں نے چاہا تو تمہاری ای جان نہیں ہو جائیں گی نہیں پھل رہا میں تمہارے ساتھ۔ "اور پھر کچھ ہی دیر کے بعد میڈیکل پلس اٹھا۔ وہ اس پری دشن کے ساتھ ڈپسری سے باہر نکل رہا تھا۔

اس نے سمجھنے سیدھے کیے اور کچھ کر کھرا ہو گیا لیکن سہلنے غریب نے ہی وہ سائے ہوئے۔ رولوں کو اس پر ہاتھ رکھ کر گھڑی ہوئی وہ اسے کڑی آنکھوں سے گھور رہی تھی۔ ایک کتہ غصے کے بعد وہ اپنے آپ کو سنبھل چکا تھا اور سرے ہی لہجے اس کے ہونٹوں پر کھد آئیں مسکراہٹ بھینکتی چلی گئی۔ لیکن اس کے رویے میں کوئی فرق نہیں آیا اور پھر اس کی غصیلی توار بند ہوئی۔ "بھائی! ہم باہر نہیں آسکے اپنی حرکتوں سے" انہوں نے ساری رات؟ پھل اپنی جان کے دشمن ہو رہے

ہو۔ جس میں میرا اور امی کا ذرا بھی خیال نہیں۔
 اس کی غصیلی اور کاٹ دار توار جسے کے اختتام
 تک آسوں میں بھیک بنگل تھی۔
 "اے ہوز ہوا اب روٹا دھونا اشارت نہ کرونا اچھا یہ
 بتاؤ امی جان تو نہیں نہیں نا ابھی؟" اس نے بات کا
 سر نہ لیتے ہوئے پوچھا۔
 "اٹھ چکی ہیں اور نماز پڑھنے کے بعد اب ناشتا بنا
 رہی ہیں۔"
 "لوہو تو نہیں پتا چل گیا کہ میں گھر پر نہیں
 ہوں۔" اس نے گھبرا کر سوال کیا۔
 "پتا نہیں میں انہیں اٹھ کر نماز پڑھنے چلی گئی تھی۔
 نماز پڑھ کر آئی تو وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ اس دوران
 میں صفائی کر رہے تھی۔ صفائی سے فارغ ہوئی تو وہ ناشتا
 بنا رہی تھیں۔ اگر پتا چل گیا ہو گا تو بھی انہوں نے
 مجھ سے نہیں پوچھا۔" اس نے جواب دیا۔
 "اے اب یہ اب آکر پتا چل گیا تو؟"
 راجو نے پریشان سے کہا۔
 "جی ہاں ابھی پتا چل گیا کہ وہ گھر پر نہیں
 ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے ہم سب
 سب سے عظیم رشتہ تو وہ ہیں جس کے قدموں تلے
 جنت ہے۔ مال تو دنیا میں خدا کا روپ ہے وہ ہمیں
 کہیں گے ابھی یا ابھی کسی شاعر نے کہا ہے تاکہ۔
 خالق کو اپنی خلق سے الفت تھی اس لیے
 جنت اندر ذاتی ہے ماؤں کے روپ میں
 شعر پڑھتے ہوئے اس کا لہجہ نرم ہو گیا وہ ابھی کچھ
 دیر پہلے ذاتی نہ ہو میں لگ رہی تھی۔
 "کیسے بھلی تھیں سہ ہر جانا چاہیے میں جاتی
 ہوں کہ تم ماہین کے چکر میں پڑے ہوئے ہو لیکن بھائی
 چوہدری جی تیر کوئی معمولی آدمی نہیں ایم این اے
 ہے ایم این اے نے دیکھا جب وہ باہر نکلتا ہے تو
 اس کے آگے پیچھے کتنے بدوق ہمارے ہوتے ہیں؟ اور
 پھر بھائی ماہین کے پانچ بھائی میں اور پانچوں کے پانچوں
 ایک سے چھ کر ایک لے لے اور خطرناک آدمی کیوں اپنی
 حال کے دشمن اور ہے؟ اپنے کپ کو اپنی حیثیت کو

پہنچاؤ تم ایک چوکیدار کے بیٹے ہو۔ ہمارا نور ان لوگوں
 کا کوئی دوز نہیں ہے خدا کے لیے بھائی باز آج اپنی
 حرکت سے۔"
 زہونے روتے ہوئے جب اپنی بہت خشم کی باتیں
 کے دونوں ہاتھ اپنے بھائی کے سامنے جڑے ہوئے
 تھے۔ راجو نے گتے پر ہر کر اسے سینے سے لگا لیا اور
 اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
 "دوست بھئی چوہدری جی تیر ہو گا جو ہو گا لیکن
 میں نے محبت کی ہے۔ کوئی جرم نہیں کیا اور پھر ماہین
 بھی تو مجھے چاہتی ہے۔" راجو نے جیسے خود کو تسلی دی۔
 "اچھا اس موضوع پر بھاریات ہو گی ابھی چلو ناشتا
 کر لو۔" اس نے بھائی کی بھوک کے پیش ظہرات
 سمیٹ دی جتنی تھی کہ راستہ سے اس نے کچھ نہیں کھایا
 ہے۔
 وہ بھائی پلای سی یہ تو بصورت زندگی جو اپنے
 آپ کو ایک سیاہ چادر میں چھپائے رات کی تاریکی میں
 حویلی کے چھتے دو دروازے سے برآمد ہوئی تھی ماہین کے
 حلقہ اور کوئی نہیں تھی۔ دروازے سے باہر گشتے ہی
 اس نے دل کر چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر تہستہ
 تہستہ دے قدموں چوڑوں کی طرح ایک طرف روانہ
 ہو گئی۔
 وہ بار بار کس اکھیں سے ارد گرد کا جائزہ لیتی تھی
 چادر ہی تھی لیکن اپنی تمام تر احتیاط کے باوجود اس
 بات سے بے خبر تھی کہ ایک ہیولہ مسلسل اس کے
 تعاقب میں تھا۔ جو اپنی عین دروازے سے باہر نکلتا تھا
 جنہاں سے چند لمحوں میں ماہین نکل تھی۔ ہیولہ بڑی
 ہوشیاری اور چالاکدستی سے ماہین کا تعاقب کر رہا تھا
 جبکہ ماہین گتے ہی گتے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اچانک
 ایک ٹھٹھکی کی آواز سن کر وہاں ٹھٹھکی کر رہ گئی اور پھر
 تیزی سے اس نے پیچھے پٹ پٹ کر دیکھا لیکن ہیولہ بجلی کی
 سی تیزی سے بڑی تیز رفت کے ساتھ ایک درخت کے
 پیچھے غروب ہو چکا تھا۔ تبھی ماہین کو اپنے عقب

میں کچھ نظر نہ آ سکا۔ چند لمحوں کے بعد اس کی نظروں میں
 کچھ کچھ بولے کے بعد آخر کار ماہین ایک مرتبہ پھر
 بڑھنے لگی۔ ہیولہ ایک مرتبہ پھر اس کے تعاقب میں تھا
 لیکن اب وہ بھلے سے نہ دیکھتا تھا۔
 نہ کال کر اس کرنے کے بعد اب ماہین گندم کے
 تھیتوں کے درمیان ایک بھلی بھلی بھلی بھلی
 تھی۔ ہر طرف گہرا سکوت اور نہ نا ظاہری تھا کلبہ کلبہ
 کلبہ گونج گتے والی کسی نہ کسی جھیل کی توار رات
 کے اس سکوت کو بچھوڑ کر دیتی تھی لیکن ماہین ان
 سب باتوں سے بے نیاز نہ تھے۔ ہاتھوں کی حرکت اور محبت
 کے نشے میں ڈوبی چلی جا رہی تھی۔ بلاشبہ رات کی اس
 تاریکی اور سکوت کے عالم میں ایک تر تنہا لڑکی کا کیسے
 اتنی اور تک کا سفر کرنا خاصا حیرت انگیز تھا نہیں سہارا
 ایسی ہی حیرت انگیز باتیں سے جس کا سر میں کسی
 خطرے کو ظاہر میں نہیں دیکھ سکتے تھے پروردگار کی
 جانتا ہے۔ وہ بھی کی نہیں سمجھتا ہے یہ وہ کس کس کا ہے
 اگر اس کی ہوا کوئی ہے تو وہ ہے یہ کادار۔ ہفتوں شاعر۔
 نہیں بھائی ہے کہ مجھے عشق تھا ہے
 جسے میں سمجھتا ہوں سے ملاقات رہا ہے
 دریا غریبوں کی ہنگام کا پیر رہا ہے۔ وہ پت
 درخت کے نیچے کچھ چھائے میں نظر نہ دیاں تیار
 کر رہا تھا اور آخر کار اس کا انتظار بھی ختم ہو گیا تھا اس
 نے جلدی سے کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے تو
 ماہین کی ہولی پٹنگ کی طرح اڑتی ہوئی اس کے مضبوط
 بازوؤں کے صدر تک آ گئی۔ کتنی ہی دیر تک دونوں
 خاموش رہے لیکن وہ دونوں خاموش کب تھے جان کی
 تو سر تکیں ایک دوسرے سے محاط تھیں۔ جو ایک
 دوسرے کو اپنی محبت کا نشین دلا رہی تھیں۔ پھر راجو
 نے آہستگی کے ساتھ ماہین کو خود سے الگ کیا اور
 دونوں پیچھے ہٹ گئے۔ ایک امیر لڑکی ایک غریب کے
 ساتھ زمین پر بیٹھ کر کبھی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔
 "جس عجب عجب نہیں تھا اس طرح زمین پر
 بیٹھنا؟" راجو نے سوال کیا۔
 "یہ جاہل ہے۔ کسی تو محبت ہے جو ان کے بیچ ذات

پات امیری غریبی کی چیزوں میں مادی۔ میرے دل
 میں بسنے والا جذبہ اصولی ہے جو دوسرے کو پیشہ کے
 لیے خرید لیتا ہے۔" ماہین نے والہانہ انداز میں اسے
 دیکھتے ہوئے جواب دیا۔
 لیکن پھر محبت غلوں میں ہر جذبے ساری باتیں
 اپنی جگہ ایک اور چیز تھی تو ہوتی ہے خاص کے آگے
 کسی کا بس نہیں جلتا وہ ہے تقدیر۔ راجو اور ماہین
 دونوں انہیں میں دینا جنہاں کی باتیں کر رہے تھے خوش
 ہو رہے تھے۔ لیکن تقدیر بہت تقدیر ان پر نہیں رہی تھی
 قہقہے لگا رہی تھی مگر راجو اور ماہین دونوں سے اس کی
 طرف سے اپنے گلہ باز کر رہے تھے وہ دونوں تو ایک
 دوسرے میں محبت تھے ہر چیز سے بے ہوا انہیں ایک
 دوسرے کے خلاف کسی سے کوئی عرض نہیں تھی۔
 وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ بائیں ختم ہونے کا کام
 نہیں لیتی تھیں۔ لیکن وقت آخر اس کو کتنی مسامت
 ہے ملتا تھا؟
 ملاقات کا وقت صبر ہوا۔ تیرا حال صاف صاف بند
 ہوئے وان ہوئی عمر شریف آواز سے نیک۔ وہ اس ٹھٹھ
 کو غمزدہ و گنگ رہا تھے۔ اس نے پھر پھر اٹھا۔
 جس نے اور مجھے پر رکھ دیا۔ ماہین نے کچھ کھری ہوئی
 دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر دونوں ایک بار پھر
 ایک دوسرے میں آگے پیچھے کہہ رہے ہوں۔
 دلوں میں بھونٹتے جذبے
 تیار ہو گئے اپنے
 ہمارے واسطے
 جاننا!
 انہی چندوں کی
 ہر جہاں
 کو سر کرنا
 ضروری ہے!
 گلے ملنا
 ضروری ہے!!!
 دلوں کی آہستگی سے الگ ہوئے اور پھر اپنے اپنے
 راستے پر چلے۔ چھ دنوں کے بعد ایک ہیور

”میں نے پتھر کی صاحبیہ“ مہر کی صاحبیہ کی
کی پچھلی آواز جتہ ہوئی تو رستم دا گور رو رو کی

مہنوی صاحب میری بیٹی کو بچاؤ دے نہ انکو کو کیا مانتا
ہوا ہو گا۔ لیکن مہنوی صاحبہ ابھی منہ میں کچھ
بھرا رہے تھے اور کچھ پرانے کی ٹھیکیں مزید تیز رفتاری
سے چل رہی تھیں۔ ایک اسی وقت رہبر کی ایک
راش بھی سنائی دی، طویل اور کربناک تھی۔ تو مہنوی
تڑپ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن وہ کھڑی نہ رہ سکی
بہاتھ بنے پر رکھے وہ تیز داکر نیچے گری اور سہکت
ہی۔ اس کی روح افس غمگینی سے چوڑھ کر چلی
یہ شاید اس سے زیادہ دلت اس سے زیادہ سولہا
شت نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن اس کی کھلی ہوئی مراد
میں اب بھی آوا کندی تھی۔ جیسے کہ دلتی

یہ تو پسے ہی کہا تھا کہ مرے خواب نہ چن
میں ستاروں کی طرح نکلتی تھیں
مدل کے سر جھلکتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا
دُور کی طرف متوجہ ہو گیا گھڑی کی طرف دیکھتے
ہوئے دُور کی وسیڈ بلکی ہی پر بھاگتا اور پھر تیری
ساتھ رکھی گری پر ڈھمے سا گیا وہ گزشتہ اڑتالیس
تھنوں سے میں نے جو تھا اس دور میں جو کی لڑائی
بھی بوقت کی چٹائی تھی در زہرہ کی فانی اور راجہ
تدقیس بھی کچھ چٹائی تھی جب موعود کی آمد

ہوئے تھے۔ تاہم جوہری ہتھیار کا خوف تھا یہاں

لوگوں کو گاؤں واسطہ دیا وہ پندرہ نہیں کرتے تھے جو بھی ہو وہ لوگوں کی تھیں، ہر حال ہو گئی تھی۔ عدیل گزشتہ اثر تائیس کھٹوں سے مسلسل جاگ کر رہہ کی دیکھ بھال کر رہا تھا اس دوران وہ مرتبہ زہرہ کو ہوش آپکا تھا۔ پہلی مرتبہ زہرہ کی طرح سے جیتنے ہوئے اور اپنے آپ کو کسی غیر ملکی گرفت سے بچانے کی کوشش کرتے ہوئے عدیل کے لاکھ کوشش کرنے پر بھی جب اس کی حالت نہ سدھری تو مجبوراً عدیل نے سے بے ہوشی کا تحللش دستہ دیا۔ البتہ وہ سری مرتبہ ہوش آئے پر اس کی کیفیت قدرے بہتر تھی۔ اس مرتبہ اس نے حوصلی حرکات تو نہیں کیں البتہ وہ اس کھول کر روئی تھی اور عدیل نے بھی اسے روئے دیا۔ پھر بہت دور کے بعد عدیل نے امت کی اور اٹھ کر زہرہ کی چارپائی پر جا بیٹھا اور وہرو کی اشتہار آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیا۔

”زہرہ اُڑا۔ اور تمہاری کی جہاں اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔“ اور زہرہ ایک مرتبہ پھر ہلکے ہلکے کر روئی۔ عدیل نے مزید جھوٹے اسے روئے دیا۔ مجبوراً اس نے کھلے میں زہرہ کا چہرہ قلم کر دیا۔ اس نے زہرہ کو تھا سس ہو میں ہوں تاہم اسے ساتھ؟ تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گی اور پھر میں تمہیں ہمیشہ سے اس گاؤں سے بہت دور بے جاؤں گا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ زہرہ تم یقین کرو میں تمہیں اتنی محبت دے گا اتنی محبت دے گا کہ تم اپنے یہ دکھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ گی۔ عدیل بول رہا تھا اور زہرہ کے آنسو ٹپک رہے تھے۔

”جب میں نے پہلی مرتبہ تمہیں دیکھا تھا یہ جد ہے اسی وقت میرے دل میں جاگ گئے تھے کاش میں تم سے اسی وقت کہہ دیتا لیکن افسوس کہ خیر چھوڑ دہلی مرتبہ میں تمہاری اسی جان کھانا کرنے آیا تھا اور آج وہ سری مرتبہ تمہارا کڑا ہوس گیا لیکن اب ایسی موت ہی نہیں آئے گی کیونکہ میں ہمیشہ کے لیے تمہیں ہمیشہ سے بے جاؤں گا میں تمہیں ہمیشہ سے بے جاؤں گا۔“

عدیل اپنی ہی دھن میں بے جاؤں ہوئے چلا جا رہا تھا اور زہرہ اپنی طرف کے اس انوکھے انسان کو اٹک پار آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، کتنی محبت، نہایت دیوانگی والہانہ پن تھا جس کے انداز میں کیسا دیوانہ شخص تھا یہ بھی۔ زہرہ کی بے بس اداس آنکھیں اس منظر انسان کا طوف کر رہی تھیں لیکن بڑی اور بڑی ہنسی چارنگ تھی ان آنکھوں میں جیسے کہہ رہی ہوں کہ میرے ذہن کی کہیں کوئی بھی آنکھ نہیں میں ہوں وہ خواب کہ جس جواب کی تعبیر نہیں لیکن اس کی زبان عدیل سے لیا بھی نہ کہہ سکی۔ عدیل نے اسے خند کا جھنجھٹا لگا دیا اور اس کی ہلکی جھٹکی مٹی تھیں۔

جس دن عدیل اسے لے کر شہر کی طرف جا رہا تھا اس دن وہ سب کچھ بھول چکا تھا گاؤں گاؤں کی ڈھنڈھری، انسانیہ کی خدمت سب کچھ۔ بعد اس خدمت سے اسے دیوانہ کیا تھا دکھ، اذیت اور ایسا کرب جس نے اس کی مدح تک رخمی کر ڈالا تھا اور زہرہ اور اس کی مدح ہی تو بھی نہ بٹا کی خرم کے خرم زخم کر دیا۔

آج تک اس نے خواب ہی تو دیکھے تھے لیکن اس کے خواب چمکا چور کدے گئے تھے زہرہ ریزہ کدے گئے تھے کوٹ لیے گئے تھے درمیان مزید اپنے حوالوں کے لئے فائن کے نوٹ کر بکھرے گاؤں میں جھیل سکتا تھا اس لیے زہرہ کے ساتھ ساتھ آج عدیل سے بھی اس گاؤں کو خیر باد کہہ دیا تھا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دونوں قدم سے قدم ملنے چلے جا رہے تھے کسی کی دنیا کی منزل کی طرف۔

وہ اس گاؤں میں انسانیت کی خدمت کرنے آیا تھا مگر وہاں کے لوگ بے حس تھے انہیں خود اپنے انسان ہونے کا احساس نہیں تھا اور وہ سبوں کا کیا خیال کرتے؟ سو اس نے اس گاؤں کو چھوڑ دیا تھا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

چند ہی جہ تگیری کی حلی اس وقت، امن کی طرح

ہوئی تھی، رنگ برنگی جھنڈیاں گھارے رنگ رنگ رنگی جھنڈیاں کئی نا نہیں، حویلی کے باہر کیلے کے دور ختوں کو گارہ روزہ اس سے بہت پہلے ایک اور دروازہ بتا دیا تھا۔ بے شمار گانیاں تھیں اور کھڑی ہوئی تھیں، جبکہ حویلی مسمانوں سے کچھ بچ بھری ہوئی تھی۔ بہت سے باوروی وغیرہ اس سے اوپر گردش کرتے پھر رہے تھے اور ایک عجیب سا ہوا کا سہاں تھا جسے دیکھ کر یہ اندازہ لگا دیا بھی مشکل نہیں تھا کہ آج حویلی میں کوئی رنگارنگ تقریب منعقد کی جا رہی تھی۔

اور ہر سال انواع و اقسام کے کھانوں سے ضیافت ازار ہے تھے اور حویلی کے اندر پہلے حصے میں لڑکیاں باپیاں خیر اڑا لے ماہیں کے راگرو بھی تھیں جو اس وقت دھن کے لباس میں بنی سنوری تھیں قیامت ڈھارہی تھی۔ سب خوش تھے ہر طرف ہنسنے تھے لیکن ماہیں کاٹ ٹھوس کے ساتھ اور تھا۔ اسے ہاتھ مل گیا تھا کہ اس کے حوالوں کا حکم اس کا شہر وہاں اس تمام نہیں ہے۔ بڑے کے ساتھ کچھ یہ اس کی ماں کا نام اسام ہے۔ سب اس کے علم میں آگیا تھا اس کی بھی تابعدار تھی تو یہ تک حدش کا ہر کر رہا کہ راجہ کی موت ختم میں دو بجے سے نہیں ہوئی تھیں کلا ہے کہ اسے بھی مودا دیا گیا ہے اور ماہیں ناہیں تو بھی تو بری طرح رو کو بپا گیا تھا اس کے واوید کرنے پر شور مچانے پر اس کے بھائیوں نے باپ کے سامنے اسے روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیا تھا تھی تو آخر ایک کڑور ٹکی نا کھیں تک متبادل لہلہ اور کس کے لیے کرتی؟ جس کے لیے پوری دنیا سے ٹکرا جاتے کا رسم یہ تھا ساتھ جیسے ساتھ حوئے کا عہد کیا تھا وہی رہا تو کیا کر سکتی تھی وہ؟ ساتھ ہی نہ سکتی تو ساتھ ہی کر سکتی تھی؟ اور پھر حقیقت تھی کڑوی کتنی تھی؟

اس کا اندازہ تو حقیقت میں رہتے ہوئے ہی لگایا جاسکتا ہے نا، غلوں، ڈراموں اور کہانیوں کی بات اور بے حقیقت بڑی مختلف ہوئی ہے اور اس نے حقیقت سے سمجھ کر یہ تھا اگر باقی تھا اور کبھی کیا سکتی تھی؟ خواب سکتے ہی سہے کھیل ہوں ایک

وہ آنکھ نہ کھلتی ہی سے اور جب آنکھ کھلتی ہے تو ان سندھ خوالوں کے ٹوٹنے کا پتا دیکھ جاتا ہے بڑی قنوت مٹی ہے۔ خواب و بھن بڑی بات نہیں، ہاں حوالوں میں رہنا بہت بڑی بات ہے اور ہمیشہ یہ ہی ہوا ہے جب کسی کسی نے اپنے خواب کو تعبیر دینے کی کوشش کی تو پاؤں سو سہاں ہو گئے ہیں اور دامن میں بچھتوں کی دھنیں غبارے کی راگھ اور نہ امت کے آسواں کے علاوہ کچھ بلی نہیں بچتا۔

ماہیں کے خیالات کا تسلسل اس وقت تو باجب ایجاب و قبول کا وقت یہ ماہیں کو رخصت کر دیا یا وہ بہت سی دواں بہت سے دکھ دامن میں سمیٹے س گھر اس گاؤں میں خونی شہر سے گندم کے ان کھتوں سے دور بہت دور ایک بے سفر جہلے کے لیے اپنے جیوں ساتھی کے پاس میں بیٹھی تھی۔ گاؤں یا شہر نہ ہو میں اور اپنی مہل کی مہاں رہاں ہو۔ جو میں ساہن میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ شہر جو اس کے گھر میں سے ہوتے اس کے پاس ہو گئے۔ شاید اپنی رہائی شاید راجہ کی رہائی شاید ہے۔ اس کے اس اور اسے پہنچا ہوں آسواں کے گرتے ہی اس سے خود سے آنکھ عہد کیے راجہ کو بھونٹے کا عہد۔

اور اسے خواب! آنکھوں میں سنا کر جیتیں کیا؟ مر نہیں سکتے کبھی ہمارا حوئے کے درمیان پایہ رو کر محبت کر نہیں سکتے کبھی ہمارا چلو اکھو سرے کو بھوں چائیں

دردِ دل

بڑی حوصلی کے تمام نکلیں وقار آنکھوں سے بڑی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں اور عہدِ سہ سے لاپٹے باپ کی شخصیت سے بہت ہی متاثر ہے۔

ماجد اور میل حیاتِ روی سمن بھائی ہیں، ماجد انتہائی گھڑی ہوئی اور خن سر لڑکی ہے، وہ انگلیوں کی رنگیوں میں مکمل طور پر رنگ بھج ہے جس کے پیش نظر فائزہ بیگم، انیل کو پاکستان شفٹ ہو گئے کاشیوں پر رہتی ہیں، لیکن بدھیا پاکستان جانے سے انکار کر دیتی ہے جس پر میل اور فائزہ بیگم بہت حد پریشان ہیں۔

روٹی کو اپنے جانی عہد آئند کے دوست سے محبت ہے، مگر وہ کسی کو بھی اس راز میں شامل نہیں کرنا چاہتی اور یہ جذبہ اندر ہی اندر پھپھکا رہا ہے۔

میل مال عرصہ سے نوکری کی تلاش میں ہے، مگر ہر روز دھڑی اور بھائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ہے، کسی اور مجبوری سے نکل آؤ خود کشی کرنے کا سوچتا ہے، لیکن ایسے میں ایک روز سے ڈھائیے میں چائے پیتے ہوئے باؤ تیار دل چاہتا ہے، کام کی عمر سے جس پر میل بلی خوش ہو سکتا ہے، مگر حوصلی میں وہ کام کی دیرت پر مصائب نہیں جاسکتا۔

منصور حسین ایک غریب اور بیوقوف پس آوی ہے، وہ مہارک حاس کے توسط سے بڑی روٹی میں وقار آنکھوں سے نوکری مانگ آتا ہے، وقار آنکھوں سے بھی بد حال رہے، نوکری کے بعد عرصہ دور رہا، تاکہ گھر میں کچھ ریتیں لودہ دیا جاسکے۔

سے روٹیں لے جاتا ہے۔

ان کو شہناز نقار ملنے لگتا ہے اور مجھے ہونے لگیں، ان کو تاکہ وہ اپنا تھکا ہوا عمل فائزہ بیگم آوی ہے، سنے

کسی بار میں بیٹھا اس کی مال خوش نما رہا، اپنے چچے کی قیادت اور دوست پر بہت محبت ہو رہی ہے، اس کی بیٹی ۱۹۷۱ء میں کہ

بھی رہتی ہیں۔



”یہ قدرتی کردار کی گئی ہے جس طرح تمہارے اپنے ثرور و سرخ استعمال کرتے ہوئے اس خبر کو روکا اسی طرح اس خبر کو پھیلانے والے نے جتنا ثرور و سرخ استعمال کرتے ہوئے اس خبر کو پھیلایا ہے تمہارے اگر لاکھوں روپے ایک

گاندی میں ایشیا کی ہوتی تو اس کے سرور سے تھے ہوئے اعداد و شمار جو تھے جب کہ اس نے گاؤں اور شہروں کی
 اور گھر کا سرچ کیا تھا۔ آج شام آٹھ بجے ال کی "ہندو گیسٹ ہاؤس" جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے اس نے تمام ضروری کام
 بنائے تھے جس پر یہ انگریزوں کا تھوڑا کام رہتا تھا سو کہ وہ نمٹنے لگتی تھی۔ اب اسے کچھ نہیں کرنا تھا اس لیے
 طبیعت سے گھر کی طرف کام رہن تھی۔ تقریباً آٹھ بجے گھر میں وہ گھر پہنچی تھی۔ فوراً تیل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسی
 نہایت گرم سر پر ایڑیاں اور پیچھے ہاتھ لگا کر اپنے سر پر اور کھینچنے کے فانیچ پر آکر رک گئی۔ وہ چند سیکنڈ
 کی رنجش رہی اور ایک لمحے کو سوچا "کیا وہ واقعی سب کچھ چھوڑ کر یہاں پہنچ گیا وہ پاکستان جانے کے لیے ان

مکئی ہے؟ ایک اور افسانہ مشرقی لڑکوں کی طرح تھیں رڈال بھی ہے؟
 ”مدحیہ! کیا دیکھ رہی ہو؟“ فائزہ بیگم کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا وہ آج اپنی تو ازا پنے لہجے سے ہی بہت ریلیکس
 اور پرسکون محسوس ہو رہی تھیں۔
 ”کچھ ہیں۔“ فائزہ کہہ کر اندر آئی۔
 ”عبداللہ آیا ہوا ہے؟“ اپنی فیملی کے ساتھ۔ ”نہوں نے پیچھے سے اسے اطلاع دی مدحیہ کے قدم ٹھک گئے
 ”زری بھی؟“
 ”ہاں، زری بھی آئی ہے۔“ نسوں نے اہانت میں جواب دیا۔
 ”ہوں!“ فائزہ محض ہوں میں جواب دے کر اوپر آئی۔
 وہ لوگ لیوی ڈاؤن کچ میں بیٹھے ہوئے تھے اس بعد مدحیہ کو نہ دیکھ سکے۔
 ”کون تھا؟“ فائزہ نے عبداللہ سے بات کرتے کرتے فائزہ بیگم سے استفسار کیا تھا۔
 ”مدحیہ۔“
 ”جیسا آگئی؟“ کہیں ہے اب؟“ زری نے فوراً اپنے انداز سے اس کے انتظار کا اظہار کیا تھا۔
 ”اور پھر پکڑے“ چہچہا کر کے مکی ہے ہمارش میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ”نہوں نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا اور دوبارہ ہمار
 نگارش کے پاس بیٹھ گئیں سلسلہ کلام جہاں سے منقطع ہوا تھا وہیں سے پھر شروع ہو گیا۔ وہ نگارش کو کسی ڈاکٹر
 پاس جانے کا مشورہ دے رہی تھیں اور نگارش ان کے مشورے پہ اپنی خاصی متعلق تھی وہ بھی آج کل اپنی شادی
 شدہ غف کے اسی پہلو پہ سوچ رہی تھی۔
 ”سیو اپوری باڈی ہاؤ اور پو؟“ اس نے خاصی اونچی آواز سے سب کو متوجہ کیا تھا۔
 ”سیو ہم کیسی ہو؟“ نگارش نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا اور مدحیہ کے گلے مل کر باقاعدہ اس کے ریشم پہ
 پیار کیا تھا۔
 ”نٹ این فائن“ آپ سنائیں ”آج آپ کو فرصت کیسے مل گئی؟“ حیرت کی بات تھی آج مدحیہ کسی سے شکوہ
 کر رہی تھی۔
 ”ہمیں تو فرصت مل گئی، لیکن تمہیں تو وہ بھی نہیں ملی۔“
 ”مے“ میں اب ایسی بھی بات نہیں ہے میرا کاراں تھا کہ جالنے سے پہلے کہتے مل کر جاؤں گی“ آپ نہ
 بھی آئیں تو میں خود آجاتی۔“
 ”اشاء اللہ ہم سے زیادہ کی تو نگارش ہے مگر مدحیہ کو احساس یہ قدر تو ہے۔“ عبداللہ نے مداخلت کرتے
 ہوئے کہا۔
 ”ابھی بھی کی قدر ہے تو بھائی کی کیوں نہیں ہوگی؟“ مدحیہ ان کی جوت پہ مسکرائی۔
 ”سنائے اصل سے سوچ رہا ہوتا ہے؟“ عبداللہ نے تو جیہ پیش کی۔
 ”لیکن پھر بھی دیکھ جائے تو اصل اصل ہی ہوتا ہے انسان دونوں چیزوں سے ساتھ کھینچ سکتا ہے اصل سے نور
 مدحی اصل کے ساتھ ملنے والے سود سے۔“ مدحیہ کا کہا بھی سو فائدہ درست تھا عبداللہ کو نہ سنتی تھی۔
 ”چا کہتے ہیں جانا کیا لگ رہا ہے؟“ عبداللہ کے سوالوں کا رخ مدحیہ کی طرف تھا اور وہاں موجود باقی افراد بھی انہی
 کی طرف متوجہ تھے۔
 ”میرے جواب نہ دیتے کوستانی میں شمار نہیں کیا جائے؟“ اس کی اور اس کے ساتھ ایسی تمیز ایسی شائستگی
 فائزہ کو حیرانی اور رشک میں ڈال جاتی تھی۔

میرا جواب نہ دینے کی وجہ سے عبداللہ نے بھنوں اچکا کر۔
 ”میں اس طرح سب کے درمیان اپنی فلیٹنگ کا اظہار کروں گی تو میرے گھر والوں کو گراں گزرے گا۔“ فائزہ
 واضح نہ کر کے بھی کر گئی تھی۔
 ”اس اوکے ذریعہ ہم سوال بدل دیتے ہیں“ تم یہ بتاؤ کہ تمہیں اپنے بھائی دل تور کے پاس جانا کیا لگ رہا
 ہے؟“ عبداللہ کے دامن سے چٹا کا آسمان نہیں ہوا تھا۔
 ”چھال لگ رہا ہے بہت اچھا۔“ فائزہ سے مسکرائی۔
 ”ہوں! یہ کی ہے ناکام کی بات۔“ عبداللہ خود بھی مسکرایا تھا بلکہ باقی سب کے حوٹ پہ بھی مسکراہٹ بکھر گئی
 تھی۔
 ”اس سے بات ہوئی؟“
 ”جی آج صبح ہی ان کی کل کل تھی۔“
 ”وہاں جا کر سب سے پہلے کام کیا کرو گی؟“
 ”شادی۔“ وہ بے ساختہ ہوئی۔
 ”کیا؟“ سب ہی چونکے۔
 ”جی میں دل اور بھائی کی۔“ اس نے چھیڑی۔
 ”اچھا! تو یہ سبلی اور صاحب کے ساتھ ساتھ اگر اپنے خلیل سائیں۔“ بھی نظر ڈال لو تو یہی کہے ہیں۔“
 عبداللہ خود شادی کر چکا تھا اس لیے اسے باقی دونوں کی آزادی اور بچپن تک اہم نہیں ہوتی تھی وہ ”وہاں“
 فوقاً بتول شاہ دروازہ بیگم کو مشورے دیتا رہتا تھا کہ وہ اپنے اپنے بیٹوں کے لیے ٹکی ڈھونڈنے کی مہم شروع
 کر میں لیکن وہاں تو انہیں اس معاملے میں بالکل ہی ٹھنڈی تھیں جبکہ اس کی اپنی ہی جوہر کی شادی کے لیے
 فائزہ بے چین رہتی تھیں اس سے شادی کر کے ان کو خود ہی ٹھنڈا کر دیا تھا وہ دونوں دوست شادی کے معاملے میں
 ایسی عجیب اکثر اس کا مذاق اڑاتے تھے۔
 ”جس روز شادی شادیاں ہوں گی اس روز تم اپنے بچوں کے ساتھ ہو بدل رہے ہو گے“ تمہیں شادیاں اٹینڈ کرنے
 کی بھی فرصت نہیں ملے گی۔“ فائزہ کی بھی ہوتی بات اس کے ذہن میں جاگنی تھی بے اختیار اس نے دیا۔
 ”کیا یاد کر کے فز رہا ہے؟“ فائزہ نے جھجھکی۔
 ”دل توور سے کی بات تو۔“ عبداللہ کا لہجہ محبت پاش تھا۔
 ”وہی صبر و دل؟“ فائزہ نے پوچھا۔
 ”ہاں۔“ عبداللہ نے اعتراف کیا وہ اب اپنی باتوں میں لگ چکے تھے زری اور نگارش کی گفتگو مدحیہ کے
 ساتھ شروع ہو چکی تھی ساتھ ساتھ فائزہ بیگم بھی شامل ہو جاتی تھیں آستے میں لینڈ لائن فون کی نل بجی سفاک بیگم
 اٹھتے ٹکیس دیکھ کر مدحیہ خود کھڑی ہو گئی۔
 ”میں بدبختی ہوں۔“ وہ کہہ کر ڈاؤن سے نکل گئی اور ڈرائنگ روم میں فون اٹینڈ کے پاس آگئی رنگ متواتر بیج
 رہی تھی۔
 ”پہلو۔“ اس نے ہاتھ پر دھا کر فوراً فون اٹھا لیا کہ کہیں کال رینگ نہ ہو جائے۔
 ”دوسری طرف کیا ہو رہی؟“ رعب لہجہ اور آواز مدحیہ کو خاموش کرنے کے لیے کافی تھی۔
 ”سیف۔“ وہ فون سے یہ کہتے ہوئے اس کی موجودگی کا یقین چاہ رہے تھے۔
 ”میں رہی ہوں۔“ مدحیہ کا لہجہ سرد تھا۔

"ماں کہاں ہے تمہاری؟" ان کا لہجہ بھی کچھ کم نہیں تھا اگر زور خشک۔

"یہ پوچھیں کہ آپ کی بیوی کہاں ہے۔"

"ہاں ہاں جو بھی ہے بلاؤ اس کو۔" وہ بے زاری سے بولے۔

"جانی ہوں آپ کی رعایا کو۔" وہ کہہ کر ریسور ایک مینڈ میں ڈال کر وہیں لائن میں چلی۔

"آپ کے ہالک کا فون ہے۔" وہاں کے قریب آ کر کچھ اس طرح ہولی کہ صرف خانہ یکم ہی من اور سمجھ سکی تھیں۔

"حیات کا فون ہے؟" وہ فوراً کھڑی ہو گئیں نہ جیہ نے جواب دینے کی بجائے نہ تعلق سے رخ پھیر دیا تھا وہ وہاں سے چلی گئیں۔

"کھڑی کیوں ہو بیٹھو نا؟" زوری نے جیہ کو ہاتھ سے پکڑ کے متوجہ کیا۔

"مہول۔ تم سناؤ تمہی کسٹن کب آئیگی؟" جیہ زوری کے پاس صوفے پر ٹک گئی۔

"ظاہر ہے اسٹڈی کمنٹ ہو گئی تو میں بھی پاکستان آجاؤں گی۔ بہت دیر ہو چکی۔ زوری نے ہلکے سے مسکرا کر کہا۔ نگارش نے دو معنی نظروں سے زوری کو دیکھا تھا وہ دن کی نظروں سے انہیں بن گئی اتنے میں نیل پہلو بدل کر بیٹھا تو نظر مانتے بیٹھی زوری کی طرف اٹھ گئی وہ شاید جیہ یا نگارش کی بات پر کچھ کھڑکی تھی ہلکے سوت کے ساتھ ہلکے بڑا سا دیشہ سینے اور کندھوں پر پھیلائے سرے ہلکے اسکارف لپیٹے ہوئے تھی صند پر بوسے میں لگ رہی تھی اس کا خوب صورت گوں چہرہ ہلکے اسکارف کے ہالے میں دھک رہا تھا کسی بھی قسم کے میک اپ سے عاری چہرہ لگایاں پھیر رہا تھا چمکدار جلد اس کی فریش نیس کا منہ بولتا ثبوت تھی کوئی اسے کچھ کر رہی نظر میں ہی خدا ہو سکتا تھا۔

"تم بیٹھو میں فون سے کہتا ہوں۔" عید اللہ اپنے تیل پہ "نہوئی کل انڈیز کرنا وہاں سے اٹھ گیا اور نیل ان کی نظر کی محنت سے آج پھر ڈیڑا لگ تھا۔

"آمر عید اللہ دیکھ لیتا تو؟" اور اس "تو" کے آگے اسے شرمندگی ہی شرمندگی نظر آتی تھی وہ سر ہٹل کر کھڑا ہو گیا۔

"کلب آپ کہاں جا رہے ہیں نیل بھائی؟" نگارش نے رفتہ رفتہ سب کو اٹھتے دیکھ کر پوچھا۔

"آپ لوگ آرام سے بیٹھ کر باتیں کریں ہم کمرے میں چلے جاتے ہیں۔" نیل نے زوری سے جواب دیا اور وہاں سے چلا گیا۔

اب وہ لڑکیاں ہی رہ گئی تھیں سو کھل کر بات چیت کر سکتی تھیں۔ ان کی آج شام آٹھ بجے کی فلائٹ تھی اس لیے وہ لوگ ان سے ملنے اور ان کے ساتھ گزارنے کی غرض سے صبح ہی اگلے تھے۔ فائزہ بیگم فون سن کر بھیجی بھیجی یکن میں آگئیں اور عید اللہ وغیرہ کے لیے کھانے پیے کی چیزوں کا نظام کرنے لگیں پراور بلی فلائٹ فوڈز کے لیے نیل نے ہوم ڈیلیوری کا آرڈر کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد نگارش بھی آکر ان کی پہنچ کروانے لگی حالانکہ انہوں نے منع بھی کیا تھا۔



یہ بہت سمیٹ کر کمرے کے باقی کاسوں کی طرف آئی تو سارے کام نہاتے نہاتے دن کے پار بج گئے اور اسے ابا کے لیے بھی بنانے کا خیال آیا تو سر پٹ لیا۔

"اے! میں اتنی لاپرواہ ہو گئی تھی؟" انہوں نے کہا "میں کچھ نہیں کھایا؟" وہ اس میں

اپنے کاموں کو کوستی ہوئی ابا کے کمرے میں چلی آئی۔

"ایسا لپٹا اس نے دراز کھینچ کر میں وہاں پر پکارا تھا۔ وہ اس کے پکارنے پر متوجہ نہ ہوئے تو وہاں کے قریب آگئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کا دل بھی طرح طرح کا تھا۔

"ابا! اس نے کل رات کے سنا اور سنی ہوئی۔ ان کی سانسوں کا اور خوش اس کے لیے ڈھارس بن گیا تھا وہ سو رہے تھے پہلے اس کے دل میں خیال آیا کہ لن کو جگا دے پھر سوچا پہلے کھانے کے لیے کچھ بناؤں پھر اس میں جگائی ہوں۔ اور اپنے دوسرے خیال پر عمل کرتی وہ باہر نکل آئی۔ گوشت پہلے سے صاف کر کے رکھا ہوا تھا اسے ایک بار پھر تسلی سے اچھی طرح دھویا اور پختی کے لیے چڑھا دیا ساتھ ساتھ ان کے لیے تازہ سلاؤ نوٹیاں اور ان کا رات کا کھانا ہوا پر پہلی سالن کرم کر کے رکھ لیا تھا کہ جہاں سے ان کا کیا کھانے کو دل چاہ رہا ہو۔

یعنی تو ان کے لیے ایشیائی خوراک بلکہ انسانی گوشت بھی حلال تھوڑا کھڑنے یہ نکتہ اس کے لیے بڑی چارٹ میں سب سے پہلے تجویز کی تھی۔ مگر وہ یعنی دغیر تیار کر کے وہاں کمرے میں پہنچی تو اتنے میں وہ واقعی بے دار ہو چکے تھے غار بقی نیاری کی آنکھوں میں ہٹی کے لیے محبت چمکی وہ حیرتاً اس وقت بھوک ہی محسوس کر رہے تھے۔

"اسلام علیکم جب اٹھ گئے ہیں تھوڑی دیر پہلے آئی تھی لیکن آپ سو رہے تھے۔" اس نے بیاض کا اظہار کرتے ہوئے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور پھر ان کو انتہائی مضبوطی سے تمام کردہ اسٹائڈ اور سنگل بیڈ کے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیکوں کے سہارے سموراز میں بٹھا دیا پھر پانی۔ کراں کو آگئی کوئی اور کھانا کھانے کے لیے بیٹھ گئی۔

یعنی کالعدم کچھ کراں کی آنکھوں میں انتشار جاگا۔ گویا وہ پوچھتا جا رہے تھے کہ گوشت کہاں سے آیا؟ "تو کل صبح بھائی نے کرتے تھے۔ اسی نے کما گوشت کا سالن بنا دیا وہی کھانے کے لیے مگر بھائی نے منع کر دیا وہ کھانے کے لیے گوشت لائی کے لیے یعنی بنانے کے لیے یہ سب اس سے رکھ کر گوشت دیا تو پھر بھائی نے انہیں گے "میں اور ابا، عید اللہ کو بہت پسند ہے۔" مگر کالعدم کو گوشت بھی پسند نہیں تھی غار بقی نے زوری کے پاس تھمتی وہ خود بخود شروع ہو جاتی تھی شاید وہ انہیں اس کی خاموشی اس کی کاساس نہیں ہوسکتا چاہتی تھی تاکہ وہ اسے سنتے ہوئے اپنی غصہ کی اپنی بے بسی کو محسوس کر سکیں۔

اب بھی وہ بھائی کی بات سن کر خوش ہوئے تھے اور ساتھ ساتھ مریم کے ہاتھ سے نوالے کھانے لگے۔ چند نوالے لینے کے بعد ان کا پی چاٹ ہو گیا تو مریم نے اس کی بے زاری محسوس کرتے ہوئے یعنی پانا شروع کر دی۔

"مہزبے دار سے نا؟" اس نے ان کے چہرے کے تاثرات نوٹ کیے وہ اس کی ہاں میں ہاں دے رہے تھے لیکن صرف آنکھوں کی جنبش سے۔

مکمل بھی بنا کر دوس کی تھوڑا گوشت پچا کے رکھ دیا ہے۔ اس نے اپنے گھونپا پیر اور کفایت شعاری کا ثبوت پیش کیا غار بقی یا زوری ان دیکھی مسکراہٹ سے مسکرائے تھے وہ واقعی ان کے لیے ہر وقت فکر مند رہتی تھی اور سب سے زیادہ خیال بھی دیتی رہتی تھی۔ ان کا دل مریم کے لیے دعاؤں سے بھرا ہوا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟" مریم نے اندازہ لگایا تھا لیکن وہ مزید کوئی انتشار نہ کر سکی باہر دواؤں سے پر دستک ہونے لگی۔

"ابا آپ ایک منٹ انتظار کریں میں ابھی آئی۔" وہ یہ کہہ کر بھائی کے چھوٹے تولیے سے ان کا منہ پونچھ کر باہر گئی۔

"ارے کون ہے؟" مریم نے کہا۔ "وہ تیرے والدہ ہیں۔" عید اللہ نے ہلکے سے ہنسی۔

"خاطمہ؟" مریم اپنی دوست کو کچھ کرکھن لگتی۔

Minto

بدل دے زندگی کا ہر انداز

منٹو



Extra Whitening

- ✓ ہلکھ اور سادہ سے بات مکتوب
- ✓ Extra Whitening سے
- ✓ دانتوں پر اونچی چمک اور سفیدی
- ✓ طبعی Tartar ختم
- ✓ دانتوں کو دھو دھو سے مٹاتی مٹاتی

”خیر تو بتایا۔“ مریم نے پیچھے ہٹتے ہوئے اسے راستہ دیا اور پھر اس سے ہاتھ لایا۔
 ”کیسی ہو؟“ قاطرہ نے مریم کے سر پر ہاتھ پھیر کر پوچھا۔
 ”اللہ کا شکر ہے تم اندر آجائو میں اب کوئی بھاری شے۔“ مریم اسے اشارہ کرتی خود بھی قاطرہ کی نیازی کے پاس آئی۔

”اسلام علیکم۔“ اس نے احتراماً سر اسرار جھکا کر کہا۔
 ”و علیکم السلام مہینہ جاؤ۔“ جواب مریم نے دیا تھا۔
 ”نکل کی طبیعت اب کیسی ہے؟“ قاطرہ ان کی طبیعت کو باخفی جانتی تھی پھر بھی قاری بھاری تھی محض چند دن ہی تو ہوسکتے تھے اسے یہاں آئے ہوسکتے اور چند دنوں میں بھلا کیا فرق آسکتا تھا؟
 ”ان شاء اللہ اللہ بستر کرنے لگا ہے۔“ مریم شکر گزاری سے کام لے رہی تھی۔
 ”باقی سب کہاں ہیں؟“ آئی نظر میں آریں؟“ اس نے بہت بدلتے ہوئے کہا۔
 ”ہمارے محلے کی ایک جانتے دلی بیار ہیں ابی ان کی عیادت کے لیے ہسپتال گئی ہوئی ہیں اور باقی سب اپنے اپنے اسکول کالج۔“ مریم ساتھ ساتھ جواب بھی دیتی جا رہی تھی۔
 ”میں کالج تک نہیں ہو رہا ہے؟“ یگزار ہو گئے کیا؟“ قاطرہ جان بوجھ کر ادھر ادھر کے سوال کر رہی تھی۔
 ”نہیں قح شاید اس کی ٹیٹ ٹیٹ کے کی تب ہی کچھ بتا چکے گا۔“ قح برتن سمیٹ کر سیدھی ہوئی تو نظر قاطرہ کی نیازی کی نظروں سے گزرا لی وہ انہیں ساتھ وائے کمرے میں جانے کا کہہ رہے تھے شاید۔
 ”جی ہاں چلی جاتی ہوں آپ آرام کریں میں کچھ دیر بعد پھر آجائوں گی۔“ قح نرمی سے کہہ کر نرے اٹھاتے ہوئے قاطرہ کے ساتھ بہت چلی گئی برتن کچھ میں رکھے اور دوسرے کمرے میں اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔
 ”جین سید مل عمر صاحب کی گرہ ہے ہیں آج کل؟“ قاطرہ نے کمرے کا خود جائزہ لیا یہ کمرہ مل کا تھا اور باقی دونوں کمرے کے مقابلے میں کچھ بڑے اور قابل حالت میں تھا اس لیے سب بھی کوئی مہمان آنا اسے اسی کمرے میں بٹھایا جاتا تھا۔

”خیر مل بھائی؟“ مریم پوچھا اساری۔
 ”جی ہاں آپ کے بدل بھائی۔“ قاطرہ طنز پر ہوئی۔
 ”سوئے بھلا کیا کرتا ہے؟“ مریم بات کو لے کر گئی۔
 ”کچھ کر بھی نہیں سکا میں تو صرف جاب کا پوچھ رہی ہوں۔“
 ”اب جاب ہاں جاب تو کر رہے ہیں۔“ مریم بتاتے ہوئے کزاری تھی۔
 ”واقعی؟“ قاطرہ کو حیران ہوئی۔
 ”ہاں چند دن ہوئے ہیں۔“
 ”میں اب تو کس جاب کی اسے؟“
 ”پارکینی کا نام ہمارے تھے مگر اب نام میرے ذہن میں نہیں رہا۔“

”یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں۔“
 ”ہو نہ ہو! چن سے فرصت ملے گی تو کچھ پوچھوں گی؟“ قاطرہ نکلی سے گویا ہوئی۔
 ”پلیز قاطرہ؟“ اتنی خفا تو مت ہو۔“
 ”خفا؟ تمہارے بھائی نے اتنی اچھی جاب لکھوائی؟ آخر کیوں؟ صرف اس لیے تاکہ وہ جاب مجھ سے روٹلے

تھی؟ قاطرہ مزید فضا ہوئی۔

”میں نے نہیں یاد کیا ابلیس نہیں ہے وہ دراصل خود کو کچھ کرنا چاہتے تھے نہ رشوت اور سفارش کے بغیر چلنا چاہتے تھے۔“ مریم نے خود سے بات نہ کی کیونکہ عدیل نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا بلکہ وہ صرف یہ کہتا تھا کہ کسی دینے یا دوست کا نام کسی جاننے والے کا احسان بھی مست ہو یا احسان پیشہ کے لیے ہمارے گلے بڑھاتا ہے اور ہمیں نظر بھگانے پر مجبور کرتا ہے بلکہ اس کے مقابلے میں کسی انجان اور جیسی شخص کا احسان کے دونوں بہتر ہے۔ کم از کم کیا یاد احسان دینے کے لیے آپ کے گھر تو نہیں آئے گا؟

”ہیں ایک تو یہ لیل کا اس لوگوں کی نام نہاد خود داری میں جاتی گردن کٹ رہی ہوگی پھر بھی کہیں گے سرفرو نہیں جھکاؤ؟“ قاطرہ آج شاید ہی بھر اس ٹکائے ہی تکی لگی۔

”قاطرہ یاد ملیں میں اس وقت تم سے کوئی بھی بحث نہیں کرنا چاہتی“ اتنے دنوں بعد آئی ہو؟“ آرام سے بیٹھو ہوئی بات کرو بلکہ ایسا کرو تمہیں کتبہ کھو میں تمہارے لیے چاہتے تھے کہ آئی ہوں۔“ مریم نے جھنجھکی۔

”نہیں چاہتے رہنے میں زیادہ نہیں بیٹھوں گی۔“ اس نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

”کیوں آج میرے ہاتھ کی چائے بھی گروی ہو گئی؟“ مریم نے قاطرہ کو ناراضی سے دیکھا۔

”نہیں ابلیس بات نہیں ہے۔“

”تو پھر کیسی بات ہے؟“

”جو کہ یاد آوے تو چاہئے“ قاطرہ نے ہار مانی۔

”ٹھیک ہے تم بس پانچ منٹ سوٹ کرو۔“ مریم مسکراتی ہوئی بچن میں چلی گئی اور اس کے لیے چائے بنانے لگی۔

جب قاطرہ کتا بہ حرم گھر کا دروازہ کھول کر کے نامعلوم جی تھی اس لیے دروازے کی کنڈی کھلی ہوئی تھی عدیل نے دستک دینا چاہی مگر وہ راضی نہ تھا کہ یہ تھا جس۔ وہ تیرا بوتا اور آئید۔

”مریم! اس نے مجھ پر زور کرنا تو خدائے مجھ کرنا کرنا۔“

”کی ہوتی؟“ فوراً بچن سے نمودار ہوئی تھی۔

”کیا ہو رہا ہے؟“ دروازہ کھول کھلا چھوڑ کر کہ ہے؟“ اس نے ہاتھ میں پکڑے شاپرا سے تھمائے۔

”پتا نہیں شاید یاد نہیں رہا۔“ وہ شاپروں میں جھٹکتے لگی کہ شاید کوئی ایسی چیز مل جائے جو چائے کے ساتھ قاطرہ کو پیش کر سکے۔

”تمہارے سب سے بڑے اور باقی سب کے لیے سو سے لایا ہوں اور رات کی بٹریا کا سناں بھی ہے۔“

”پر گھر؟“ مریم کو خوشی ہوئی کہ چلو قاطرہ کے لیے تو کچھ مل ہی گیا۔

”ہاں تمہیں بڑے سنبھلے ہے؟“

”جی ہاں۔“

”کی کہیں ہیں؟“ عدیل نے اپنے کمرے کی سمت بڑھتے ہوئے بولا۔

”میں خالہ کثیر کا پتا کرنے لگی ہے اب اپنے کمرے میں ہیں اور میں قاطرہ کے لیے چائے بنا رہی ہوں۔“ اس نے ساری تفصیل بتائی۔

”قاطرہ؟“ عدیل کے کمرے کی طرف اٹھتے تو دم ختم گئے۔

”جی! وہ اندر کمرے میں ہے۔“ اس نے اشارہ کیا۔

”ٹھیک ہے تم چائے بناؤ میں اب اس کے پاس بیٹھتا ہوں۔“ وہ بچن سے پلٹ گیا۔

”اسلام علیکم۔“ قاطرہ اس کی تواضع میں اس کے ساتھ ہر قدم پر گئی۔

”وعلیکم السلام۔“ ایسی ہی آپ اس نے قاطرہ کو سرسری نظروں سے دیکھا۔

”مخبریت سے ہوں آپ اپنی سائیں کیسی گزوری ہے؟“ قاطرہ نے اسے سر پہنچا دیکھا کافی تھا تھا کنگ رہا تھا۔

”جو گزوری ہے وہاں بھی ہی گزوری ہے۔“

”یہ اچھی سمجھتے تو نہیں جی نظر نہیں ترقی؟“ قاطرہ نے طنز کیا۔

”اچھی اتنی اچھی بھی نہیں ہے کہ آپ جیسے صاحبِ حیثیت لوگوں کو نظر آسکے میں اتنی اچھی ہے کہ ہم لوگ رات کو پیٹ بھر کے سوئے ہیں اور صبح سکون سے اٹھتے ہیں بھوک کی بے چینی سے وقت سے پہلے ہی بے دار نہیں ہوتا رہنا اور ہمارے لیے ترجیح کل گوری تیز اور بھوک کے مطابق کھانا ملائی اللہ کی ان نعمتوں میں سے ہے جن کو ہم بھلا نہیں سکتے۔“ عدیل نے مسکرتے سے انداز میں جواب دیا تھا۔

”لیکن یہ اچھی بہت اچھی بھی ہو سکتی تھی اگر آپ جناب میری بات مان لیتے تو۔“ قاطرہ کا دایا ہوا رخسہ طنز و تمسخر میں ڈھل چکا تھا۔

”اگر آپ کی بات مان لیتا تو اس وقت سرائے کراپے حالت کا تذکرہ نہ کر رہا ہوتا بلکہ آپ کی عنایت سے سر جھکا کر مشکور و ممنون ہو رہا ہوتا۔“ عدیل کی بات بھی جھٹلانے والی نہیں تھی لیکن وہ مزید کچھ کہہ نہ سکی کیونکہ ابھی کچھ کہنے کے لیے اب ٹھوٹے ہی تھے کہ مریم نے اسے اٹھائے چلی آئی۔

”مریم! تم ابھی تک نہیں گئی ہو؟“ چو اندر چائے ہو۔“ قاطرہ کا دل چاہا ”یار کر کے چلی جائے لیکن پھر مریم کے دیاں سے باز آئی تھی عدیل پلٹ کر اپنی جی کے پاس چلا گیا تھا مریم اسے بھی چائے فاکس دے گئی تھی۔“



”سنو۔“

”جی! صاحب؟“ راجو بیڑھیاں اڑاتے ہوئے ٹھہر گئی اور فوراً پلٹ کر قاترہ کو دیکھا۔

”علیہ سے کہاں ہے؟“ اس نے اپنی آستین کاٹھن بند کر کے ہوئے پوچھا ابھی ابھی اپنے کمرے سے تیار ہو کر نکلا تھا۔

”جی! اپنے کمرے میں ہیں۔“

”جاگ رہی ہے؟“

”جی! صاحب! کئی دیر سے۔“

”ہوں! جاؤ تم۔“ وہ سر ہل کر کچھ سوچتا ہوا اور اپنی دائیں طرف ”خبری والا بیڑہ دم علیہ سے کا تھا اس نے دروازے پر ٹھہرتے ہوئے ہلکی سی دستک دی۔

”میں تم ان۔“ جس کی یہ قسم سی آواز سنائی دی کیونکہ دروازہ زور سا کھلا ہوا تھا تو دروازہ کھلی کر اندر آ گیا۔

”گھر! رنک۔“ قاترہ نے دہلی کو اور لیجے کو قدرے فریٹ دیکھا تھا۔

”تو رہائی؟“ علیہ نے اپنے بیڈ پر کہیں میں کافی کسلندی سے دیکھی ہوئی تھی اسے دیکھ کر فوراً ”ٹھہ بیٹھی۔“ کیسی طبیعت ہے تمہاری؟“ وہ کافی مری گوریوں سے پوچھ رہا تھا۔

”کافی بہتر ہوں۔“ علیہ نے آہستہ سے بولی۔

”میں سنا نہیں کیا ابھی؟“

”ہیں۔“

”تو پھر انہو ایک ساتھ کرتے ہیں۔“

”نہیں! بھی ہلکی نہیں چاہ رہا۔“

”تو میرا دل تو چاہ رہا ہے؟“

”تو تب کر ہی ناشتا۔“ علی نے مسکرا کر کہا۔

”صرف ناشتا کرنے کو نہیں چاہ رہا تمہارے ساتھ ناشتا کرنے کو چاہ رہا ہے۔“ تونر نے اپنی بات پر زور دیا۔

”پلیز تونر بھائی! سمجھا نہیں ہے میں نے رجو کو بھی انکار کر دیا ہے۔“

”یعنی تمہاری نظر میں میری حیثیت رجو جتنی ہے؟ تم نے اس کو انکار کر دیا تو مجھے بھی انکار کر دیا؟“ تونر نے اسے اموصلی بلیک میل کیا۔

”تیر کیا کہہ رہے ہیں آپ؟“ علی نے ٹھٹھکی گئی۔

”ٹھٹھکی ہی تو کہہ رہا ہوں تمہاری بات کا یہی تو مطلب ہے۔“ تونر ناراضی سے کہتا صوفے پر بیٹھ گیا اور علی نے پریشان ہو گئی۔

”میں نے ایسا کیا کیا؟“

”تو تم نے ناشتا کرنے کا بھی تو نہیں کہا؟“

”افسوس! آپ تو مانوس کر گئے؟“ سر جھٹک کے ہوئی۔

”تم نے بت ہی ایسی کی ہے۔“

”میں سو رہی تھی آپ کو برا لگا۔“

”سو رہی نہیں چلے گا۔“

”تو پھر؟“ وہ سوائیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

”ناشتا ہے۔“ تونر نے پھر وہی بات کہی۔

”اوسکے اچلتی ہوئی۔“ وہ سہ سہاتہ آہستہ ہوئی کھل ہٹا کر اٹھ گئی بیک کمر کے بیک لیس سلپر پہنے اور گرم مفلر لپیٹتی اس کے ساتھ بیٹھ دم سے باہر نکل آئی۔

دونوں ایک ساتھ بیڑھیں اترتے نیچے ڈائننگ ہال میں پہنچے تو وہاں باقی سب بھی موجود تھے تقریباً۔ ہم نے انہیں بیک وقت دیکھا تھا۔

”السلام علیکم! ہم نے آپ سب سے سلام کیا۔“

”تم انہو لیں؟“ آسیہ لکھنوی اسے دیکھ کر فوراً ”قرب“ آئیں۔

”اچھی نہیں ہوں اٹھایا گیا ہے۔“ اس نے تونر کو دکھائی نظروں سے کھانا مسکرایا۔

”مگر میں نہیں اٹھا کر ساتھ نہ لانا تو اس وقت اتنی خوش کیسے ہو تیں؟“ وہ آسیہ لکھنوی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جو علی سے کوئٹہ کی کیفیت میں دیکھ کر واقعی خوش ہو رہی تھیں کیونکہ کل صبح سے علی نے اس کی حالت بہت خراب سمجھی وہ بہشت اور خوف کے بارے میں کچھ کھا رہی تھی اور وہ ہی کوئی بات کر رہی تھی جبکہ تونر نے کل وہی بات کا کوئی بھی ذکر کیے بغیر اس سے اتنی نارمل بات چیت کی کہ خود بھی اس بات کے حصار سے نکل آئی تھی۔

”گڈ رٹنگ میم۔“ وہ کرسی کھینچ کے بیٹھ رہی تھی جب اچانک خود بھی ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔

”گڈ رٹنگ۔“ وہ جودت کو دیکھ کر مسکرائی۔

”ج تو لگتا ہے ڈائننگ ہال میں تمام بہاریں ایک ساتھ آئی ہیں۔“ جودت نے تونر علی کو لے کر حرم اور جویریہ کی سمت دیکھتے ہوئے خوش گوارت کا اظہار کیا۔

”ہاں آج تم کو نظر رہا ہے ہو۔“ حرمت نے گھور کے کہا۔

”جس اپنی توبہ ہی کچھ اور ہے جہاں بھی گئے اسٹاپ بھڑا آئے۔“ انہوں نے غریب وارہا۔

”کیسی داستان؟ کچھ ہمیں بھی تو بتا چپے؟“ حرمت نے شرارت سے کہا اور جودت ہٹا کر اس نے گھور کے حرمت کی سمت دیکھا۔

”ترام سے ناشتا کرو تونر بھائی! سٹریپ ہو رہے ہوں گے۔“ اس نے جان بوجھ کے تونر کا حوالہ دیا اور پھر نظر کوئل پر چاٹھ کر خاموشی سے سر جھٹکائے ناشتا کر رہی تھی۔

”آج کوئل آپا بھئی چپ چپ ہیں؟“ علی اور انداز میں چیز تھک کوئل کو چوک کر سیدھی ہوئی۔

”میں پونر کی سے لیٹ ہو رہی ہوں اس لیے جلدی ناشتا کر رہی ہو رہی۔“

”آج جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ آپ اطمینان سے ناشتا کریں۔“ تونر بھائی ڈراپ کروں گے آپ کو۔“

جودت نے لاپرواہی سے کہا کوئل فوراً حرمت دونوں ٹھٹھکی گئیں اور کھلی سنجیدگی اور کمن سے انداز میں ناشتا کر رہا تھا۔

”بھائی! آپ کوئل آپا کو ڈراپ کروں گے نا؟“ وہ لیٹ ہو رہی ہیں۔“ کوئل کے انکار سے پیسے ہی جودت نے تونر سے بھی بوجھ بوجھ کر متوجہ ہوا پیسے جودت کو اور پھر اک نظر کوئل کو دیکھا وہ پریشان سی دیکھ رہی تھی۔

”ہوں! آجیوں گا۔“ اس نے انہماک سے سر ہٹا دیا اور چائے کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے دھوایا۔

”کھا؟“ ہو گیا مسئلہ حل؟ آپ خواجہ پریشان ہو رہی تھیں۔“ جودت نے آٹھ دہائی۔ تونر بی دیر بعد تونر کھڑا ہو گیا۔

”چلیں۔“ اس نے بول۔ کہا اور بیٹھ کر علی کے کوئل بھا۔

”اوسکے پیڑھیم کی کے ساتھ بائیں کرو۔“ اس نے گھور کے دیکھا۔ تونر نے اسے دیکھ کر ہنسنے لگا۔

”اور ڈائننگ ہال سے نکل گیا۔“ تونر نے جودت اور آؤ کی پشت کی سمت دیکھ رہی تھی۔

”جلیں۔“ تونر نے مسٹر تونر آؤ کی اشارت کر کے ہوں گے۔“ جودت نے ہاتھ نہ کر کوئل کو پھر متوجہ کیا۔

”جودت چھٹ جاؤ گے مجھ سے۔“ کوئل اپنا بیک اور کٹا ہوا جودت کو گھور کر ہوئی وہاں سے چلی گئی اور اس کے جانے کے بعد جودت کی توپوں کا اس نے علی کے کی سمت ہونٹیا آسیہ لکھنوی مسکرا رہی تھیں۔

وہ گاڑی اشارت کر کے باہر دینے ہی والا تھا کہ حوٹلی کے مرکزی دروازے سے کوئل باہر نکلتی رکھائی دی وہ دونوں ہاتھ اسٹیرنگ پر جم کے اس کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا کیونکہ حوٹلی کے مین ڈور اور ڈرائیو کے درمیان اچھا خاصا فاصلہ تھا وہاں طرف کا پورے گاڑی گھوم کے نکلا پڑا تھا۔

درمیان اچھا خاصا فاصلہ تھا وہاں طرف کا پورے گاڑی گھوم کے نکلا پڑا تھا۔

منٹ لگ ہی جاتے تھے اس نے در اساتجٹ کر دوسری سائیڈ کا دروازہ کھول دیا کوئل آکر کھلے دروازے سے اندر بیٹھ گئی جو کیلے ارنے پڑا سائیڈ واکر وہ گاڑی بیک کر کے ہونٹ سے لٹک اور پھر گاڑی روڑ پر ڈال دی۔

جیسے ہی گاڑی روڑ پر آئی اس کی اسپینڈ میں بھی اصراف ہو گیا تھا۔ چند سیکنڈ گزرے تو تونر کو گاڑی کے اندر کی خاموشی عجیب سی لگنے لگی اور اس خاموشی کا احساس ہوتے ہی اس نے بات شروع کی۔

”کون سے ایئر میں ہو؟“

”فائل ایئر میں۔“ کوئل نے با مشکل تمام جواب دینے کی صحت مجموعی تھی۔

”فائل ایئر؟ لیکن جیسے پونر رشی میں ایئریشن لیے تو کچھ ہی عرصہ ہوا ہے۔“

”جس سال کا عرصہ کچھ ہی عرصہ نہیں ہو گا۔“ کوئل نے رو دت کر کہا۔

”تین سال؟ واقعی وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں پتا؟ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں چند روز پہلے ہی تمہارا

ایڈیشن کروا کے تیار ہوں۔ "کول کا ایڈیشن توڑنے ہی کو یا تھا اسی لیے وہ وقت یاد کر کے وقت کے جلدی گزار جانے پر حیرانی ہو رہی تھی۔

"ہم نے تین سال پڑھتے ہوئے اور انگریزوں سے ہونے گزارے ہیں اس لیے ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وقت کیسے گزرے گا۔" کول نے کھڑکی سے باہر دیکھ کر کہا اندر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی اس کی۔

"میں سامسٹر چل رہا ہے؟"

"سڑاؤں یعنی فاسٹ ایر کا فاسٹ سسٹر۔"

"ہوں! تو گویا ابھی ایک سال کا وقت ہے اسٹڈی سے فاسٹ ہونے میں؟"

"ہاں! تقریباً۔" کول نے سر ہلایا۔

"اس کے بعد کیا ارادہ ہے؟"

"ابھی سوچا نہیں تھی سے ڈسکس کروں گی۔"

"تو کون سا انکار کریں گی؟" کول نے سوچنے پر ہنسنا شروع کیا۔

"نہیں لیکن انہوں نے کبھی بھی چینی ہونے کا احساس نہیں دلایا تھا۔ یہ فریش اور فرینڈلی ہوؤں میں نظر آتی تھیں کافی پس کھ اور سائنٹ پیچ کی تھیں اور دوسری بات یہ کہ وہ ان کی چینی ہی نہیں خالہ بھی تھیں ثروت بیگم اور شو بیگم

بہنیں تھیں اس لیے کول اور ثروت وغیرہ کا کول سے "سیر" کا رشتہ بھی لگتا تھا۔

"تپ علیز سے کے لیے بہت پریشان ہیں نا؟"

"ظاہر ہے یہ معاملہ ہی پریشانی والا ہے۔"

"کچھ مسئلہ حل ہوا؟" کول نے اپنے عرصے میں پہلی بار سراخا کرنا شروع کرتے کول کو کھلا۔

"ایک دن میں کیا مسئلہ حل ہو سکتا ہے؟" کول نے کچھ دیر گھر میں ٹنگے سے سب سے بڑی تھی اسی لیے

اس کے استفسار پر رک گیا۔ وہ غیر مناسب لگ رہا تھا۔

"علی ز سے کچھ بتایا نہیں؟"

"نہیں میں نے پوچھا ہی نہیں ابھی وہ تھوڑی سیجھل جائے چرات کروں گا" کول نے صبح ہی صبح یہ بات چھیڑنا تو وہ

مزید ڈسٹرپ ہو جاتی۔ "تو کول اس کے آرام اور سکون کا بھی کتنا خیال تھا؟ کول نے رشک سے دیکھا۔

"تپ ڈسٹرپ نہیں ہیں کیا؟"

"سیری ڈسٹرپس کچھ اور وصیت کی ہے اور علی ز سے کی کچھ اور۔"

"لیکن ڈسٹرپس تو ہے نا؟"

"ہوں! کہہ سکتی ہوں۔" کول بہت تاریکی بات کر رہا تھا کول کی گھبراہٹ کم ہو چکی تھی اور اسی لیے تو وہ بات بھی

کر رہی تھی اور ابھی کچھ اور کہنے کا ارادہ بھی رکھتی تھی کہ کول کا تیل بجایا۔ اسرار آنندی کی کال تھی۔

"تپ ڈیڈی؟"

"تم اسپتال پہنچو۔" ڈیڈی نے ان کے پیچھے شور مچا دیا۔

"کیوں خیریت؟" اس کا تھا ٹھکانا۔

"میں خیریت مطلق ہے مطلق کر کے اسپتال گیا تھا اور میرے پیچھے میڈیا والے بھی پہنچ گئے۔" وہ کچھ پریشان

لگ رہے تھے۔

"خوف! آپ کو کس نے کہا تھا کہ اسپتال جائیں ہیں نے رات کو کہا بھی تھا کہ آپ لوگوں کو ہسپتال وغیرہ کے

چکر لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم ٹرک سے ہی کالی ہیں اس کام کے لیے ایک خیر خواہی ہیں نا؟ ہم سنبھال لیں

کے ان کو۔"

"اسرار علی صاحب نے آئے تو کہا تھا۔" اسرار آنندی بھینچا گئے۔

"ڈیڈ بھی میرا نہیں ہے کہ کچھ کرنے سے پہلے سوچتے نہیں ہیں؟" کول نے خفا ہو رہا تھا۔

"خیر خواہی کے لیے پریشان تھے۔"

پہریشاں تو ہم سب ہیں تو اس کا کیا مطلب؟ کہ اسپتال میں ڈیڈ مل کے بیٹے جائیں؟ صرف ایک ملازم زخمی ہوا ہے پورا گھر زخمی نہیں ہوا جس سے آپ سوگ اتنے بدحواس ہو رہے ہیں؟ اپنی دے میں آ رہا ہوں آپ دیکھ کر رہیں۔" اس نے کہہ کر فون بند کر دیا اور گاڑی کی اسپینڈ مزید بڑھا دی اس نے سب سختی سے پہنچ کر گھر کے کول

اسے دیکھتے ہوئے اس وقت چوکی پر بیٹھ کر اس نے یونورسٹی کے سلسلے پر کھینچا گئے تھے۔

"تھک چکی ہو۔" وہ گاڑی سے اترنے کے بعد تھک چکی ہو کر رہی تھی کہ کول گاڑی جھٹکے سے آگے بڑھ جائے گیا

تھا اس کے پاس تاہم کم تو وہ وہ ایسی بد اخلاقی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ انتہائی رش ڈرائیو تک کر رہا تھا حالانکہ صبح

کے وقت ایسی ڈرائیو تک خطرے سے خالی نہیں تھی لیکن اس کا ہسپتال پہنچنا ضروری تھا اسے جلدی پہنچنا تھا۔

وہ صبح بہت عرصے بعد مل کے وقت سوچا تھا رات کو غیور ہی پوری نہیں ہوئی تھی اور دن میں کام دیکھا نہیں

چھوڑتے تھے۔ کول ایک لمحہ پر غیور اور فریش ہوؤں کا خیال ہو گئے روئے تھے۔

"جی اس نے کورٹ نہیں جانا تھا اس لیے تقریباً" قابض ہی تھا۔ صبح اٹھا ایک دو ضروری کام بنایا اور گھر آیا

اپنے کمرے میں قابض بیٹھے ہوئے پورے کئی تو غیور تو تر رہی اور پھر وہ بیٹھی تھا کہ غیور اس پہ مہمان ہو گئی۔

وہ دن کے پانچ بجے سوچا تھا اور شام کے چار بجے آگے تھی کئی گھنٹے کی غیور کچھ لم ہیں تھی سو وہ خود بخود فریش

نمود مل لگا پھلکا ہو چکا تھا۔ شام کے سوچے تو تو دن کے ساتھ مل چکے تھے صبح کی طرف سے سورج کی

بے دم سی شعاعیں مشرق کو الوداع کہہ رہی تھیں اسے دان میں دیکھ کر اس کا دل ڈوگ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور

بے چینی سے دائیں بائیں گھلتا اپنی تھوڑی دیر کی رہائی کی فریاد کرنے لگا۔ کول نے آگے بڑھ کے اسے تھکا کر

ڈوگ لوہے کے موئے سے کھونٹے سے بندھا ہوا تھا اور جس کھونٹے سے بندھا ہوا تھا وہ کھونٹا گھر کی دیوار میں

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

نصبت تھا جسے سینٹ اور بھری سے مضبوط کیا گیا تھا کہ مل ڈوگ چاہے جتنی بھی زور آئی کر لیتا اس کھونٹے کو نہ

☆	تھلیاں، پھول اور خوشبو	راحت جمیں	قیمت 225 روپے
☆	بھول بھلیاں تیری گلریں	فائزہ افکار	قیمت 500 روپے
☆	محبت بیاں نہیں	لہنی جدون	قیمت 250 روپے

32216361

آکھڑ سکتا۔

اس کی بے چینی محسوس کر کے دل ٹوڑنے سے کھوس ہی دیا تھا اور مل ڈوگ خوشی کا اظہار کرتا اپنے صحت مند جسم سمیت انتہائی طویل جست لگاتا، ماں کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں بچھ گیا تھا۔ دل اور لاس کی ایک سائڈ میں لگے دواش میں بچھ گیا اچھی طرح ہاتھ دھو کر ہونے کے بعد سر کر کر پی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد گل آگئی۔

”صاحب کچھ لیں گے آپ؟ دن میں بھی کھانا نہیں کھایا؟“

”جاسکے تو۔“ دل مل ڈوگ کی طرف متوجہ تھا۔

”گل۔“ اس نے کوازدی۔

”جی صاحب؟“

”گلاب خاں کو اندر بلاؤ، میں نے تم لوگوں سے بات کرنی ہے۔“ اس نے مل ڈوگ سے دھیاں بٹا کر گل سے کہا۔

”نہی بھی ملاتی ہوں۔“ وہ معذرت مندی سے کتنی گیت کی طرف چلی گئی اور پانچ سٹ بعد دونوں ایک ساتھ اس کے سامنے آکھڑے ہوئے۔

”جی صاحب آپ نے بلایا؟“ گلاب خاں سوچ بھڑا تھا۔

”گل میں کی بجلی کسٹل پہنچ رہی ہے، ان کی مل زمرہ اور ملازم سب تھے ہیں اور میں کچھ خاص مہنگی نہیں ہوں، اتنے عرصے بعد وہ لوگ کسٹل آئیں اور اسیں ٹھک سے کھانا بھی نہ ملے یہ بات میرے لیے شرمندگی کا باعث ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ محض دووں کے لیے گل کو ان کی طرف بھیج دیا ہوں اگر تمہیں پر نہ ملے تو دل آ لیتے، زمرہ سے بھی اس طرح بات کرنا تھا کہ اس پر عزت نہیں ہے، میں نہیں جانتی تھی بلکہ ملازم کا وقار بڑھاتا تھا وہ چاہتا تھا کہ ایک سالہ ہوئے نہ ہاتھ اپنے دل نہ مل کو ٹھیل کے صراط کا علم نہ دے سکتا تھا مگر اس نے حکم کی سمجھنے ان کی رضا مندی کو ترجیح دی۔“

”صاحب! یہ کیسی بات کر رہے ہیں آپ؟ مجھے برا کہیں گے گا؟“ گلاب خاں کا اپنے صاحب پہ ہن ہنہ گیا تھا۔

”برا لگ بھی سکتا ہے، گل تمہاری بیوی تمہاری عزت ہے اور اپنی عزت کے بارے میں تم سے ستر فیصدہ کوں کر سکتا ہے بھل؟“

”نہیں میں صاحب ہماری عزت کے بارے میں آپ سے ستر فیصدہ کوئی نہیں کر سکتا گل، دون میں چار دن بھی جا کر رہ سکتی ہے، آپ صاحب چاہیں چھوڑ آئیں۔“ گلاب خاں نے اسے اختیار سونپا۔

”نہیں اس دن میں کافی ہیں چھوڑانی ملازمہ کو نرغہ کر لیں گے۔“

”لیکن صاحب آپ کیا کریں گے؟ کھانا تو کون کون کھائے گا؟“ گلاب خاں کو اس کی فکر ہوئی۔

”متم ہوتا۔“ دل نے تورو نے گلاب خاں کو مسکرا کر دیکھا۔

”میں؟“ اسے تعجب ہوا تھا۔

”ہاں! تم کھانا تو کھانی لیتے ہوتا؟“

”لیکن صاحب جب سے یہ شہر آئی ہے تب سے اپنے ہاتھ کاڑا نقد اچھا نہیں رہا۔“ گلاب خاں گل کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے ہوں گل شرم سے چہرہ اٹھا گئی اور دل تورا ان دونوں کی حرکت پر یکدم قطع لگا کے ہٹا تھا جبکہ دونوں جل ہو کر رہ گئے تھے۔

”تمہارے ہاتھ کاڑا نقد اب بھی وہی ہے، اس لیے کہو کہ تمہیں بیوی کے ہاتھ سے کھانے کی عادت پڑ گئی ہے۔“ لیکن مجبوری سے بارہ دن تمہیں میرے ساتھ ہو کر کھانا کھانا پڑے گا۔“ دل اور نے مذاق کرتے ہوئے کیا۔

”کوئی بات نہیں صاحب کھالیں گے۔“ گلاب خاں سرخم کرتے ہوئے بولا۔

”تمہیں کب بیکل صبح حسابیں کہوں۔“ تمہا کر گل کو چھوڑ آئے۔“

”جی صاحب جیسے آپ کی مرضی۔“

”وہ کے جاؤ تم اور گل تم چائے لے آؤ۔“ اس نے اشارہ کیا وہ دونوں ہی چلے گئے۔ چائے پینے کے بعد سگریٹ لگا لی۔

”چائے کے فوراً بعد سگریٹ؟ ایک ساتھ دو نشے کیسے انورڈ کر لیتے ہیں؟“ اس نے سگریٹ کا شل لیا ہی تھا کہ وہ پوچھ بیٹھی۔

”چائے طلب ہے اور سگریٹ عادت۔“ ان دونوں چیزوں میں سے کوئی ایک بھی نشہ نہیں کھلا سکتی، نشہ اس چیز میں ہوتا ہے جو ہر چیز سے بے گانہ کر دے اور یہ دونوں تو اتنے بے ضرر ہیں کہ ہر دو سرائیں اس سے لطف اندوز ہو رہا ہو گا۔“ دل تورو نے اپنی رائے دی۔

”لیکن میری نظر میں تو یہ نشہ کا درجہ ہی رکھتی ہیں۔“ وہ زور سے کہی۔

”تو پھر ایک نشہ تو آپ بھی کرتی ہیں۔“ وہ جتنے سکون سے بولا تھا وہ یکدم پٹھان بن گئی۔

”میں مطلب؟“

”چائے تو آپ بھی پیتے ہیں۔“ وہ دھڑک سے ہوا اور اس کی روکی ہوئی سانس، جل ہوئی تھی۔

”میں تو ایکس اور شہ نہیں مٹی ہوں۔“ اسید کی بار بار سانس مت ہوئی تھی۔

”کون سا؟“ سوال بے ساختہ سا تھا۔

”محبت کا۔“ اس کے جواب پر وہ جیسے ہر وہو گیا تھا جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ اس کی بے نیازی اور واقفیت پہ اس کا چہرہ بچھ کے رہ گیا اور دھڑکی کے چہرے کی بجھی روشنیوں سے نظریہ آتا رہاں سے اٹھ گیا تھا اور پھر کتا اس وقت جب مل ڈوگ نے دیوار پر بیٹھے کیوڑ کو دیکھ کر غرنا شہر ع کیا کہ کیوڑ کو ٹھنکا چاہتا تھا دل تورو سر جھٹک کر انہی سے ملنے میں پہنچا۔

”کو کیا میں زوری کو یاد کر رہا تھا؟“ وہ حیرت سے سوچتا سگریٹ مسل کر مل ڈوگ کے قریب آیا اور دیوار کے قریب مل کے دیوار کھونٹے سے ہاتھ دیا اسے لان میں بیٹھے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی اسی لیے اندر آ گیا سامنے ہی نکل یہ مومنہ بی بی کی کیس فائل پر ہی تھی وہ فائل اٹھا کر اپنے اسٹڈی روم میں آ بیٹھا اور اطمینان سے کیس اسٹڈی کرے لگا تب اسے درج تک مصروفیت کا موقع مل گیا تھا۔

گل رات کو کھانے کا پوچھنے آئی تو بھی اس نے انکار کر دیا جب وہ بڑی ہوا تھا تو کھانے پہنے بھی دھیاں نہیں دیتا تھا اور کیس اسٹڈی کرتے ہوئے تو سوائے سگریٹ اور چائے کے کسی اور چیز کی طلب نہیں ہوتی تھی اس کا ایٹم ٹرے سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھر جاتا تھا اور ہر چند وہ بیس سٹ بعد چائے بھی تمہا ہوتی راتی تھی۔

(بقی سکہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

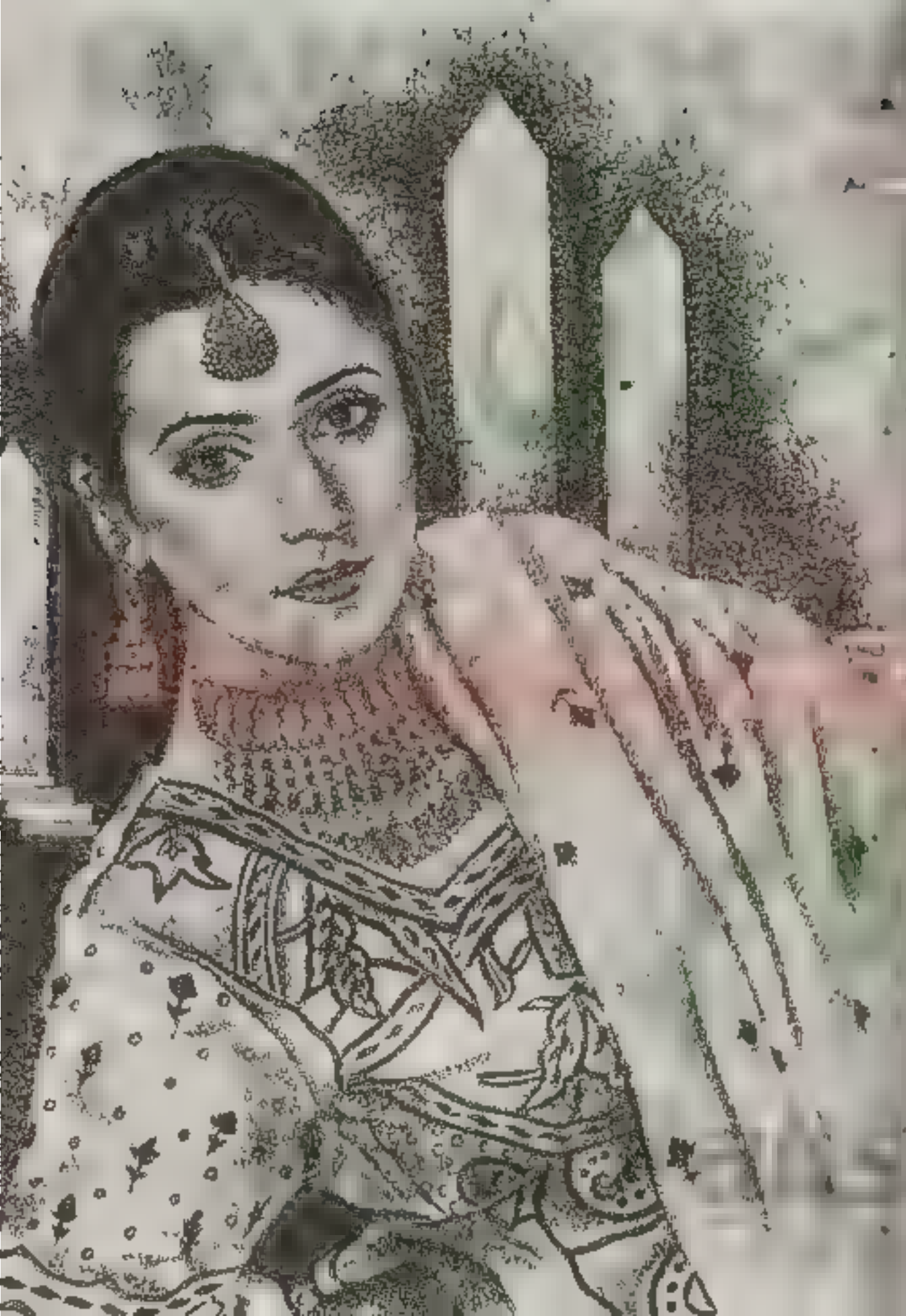
عشقِ راسخ

سیسری قنصل

"کیا؟" ایک دم اس کے منہ سے نکلا تھا۔ حیرت کے شدید جھٹکے سے چائے کپ سے پھٹک کر اس کے کپڑوں پر گر گئی تھی۔ اس نے فوراً "کپ سلیپ" میں رکھا اور کپڑے جھانسنے لگی۔ وجدان نے کچھ نشوونما نکال کر اس کی طرف پوچھا۔
"میں سے صاف کر لو۔" تانیہ نے نشوونما پکڑ تو لے مگر کپڑے صاف کرنے والے ہوش ہی میں رہا۔
"یہ کیا ہو گیا؟ وہ کیوں گر گئی؟ اس سے ملنے کی خواہش میں یہاں تک آئی تھی۔ ایب تو میرے سوجا

بھی میں تھا۔" وہ سکتے کے عالم میں تھی جیسے کسی بے حد عزیز ہستی کی موت کی خبر ملی ہو۔ تانیہ کو خود بھی یہ محسوس کر کے حیرت ہوئی کہ اسے اس خبر پر صدمہ ہوا تھا۔ اس نے اپنا اٹھلا ہونٹ دھار رکھا اور نہ شاید وہ روی پڑی۔ اسے خود بھی نہیں پتا تھا کہ میرا اس کے اتنے قریب آ چکی تھی۔ اس کا دھواں دھواں سا چہرہ دیکھ کر وجدان فکر مند سے ہو گئے تھے۔

"اکتھوئل یور میٹ پیٹلڈ" انہوں نے کہا۔ اور اٹھ کر اس کے پاس آگئے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے ریٹیکس کرنے لگے۔
"مجھے اندازہ نہیں تھا تم اتنی حساس ہو۔" وہ نرمی سے اس کا سر تھپک رہے تھے۔ تانیہ نے بھی خود کو ریٹیکس کرنے کے لیے گہرے گہرے سانس لیے مگر وجدان کی کالی پر ہاتھ رکھ کر رہا۔



"بیٹھ جائے اکل میں لب تھپک اور آپ پریشان نہ ہوں۔" بیٹھنے کے بجائے وجدان نے ٹیبل پر رکھے ٹک سے گلاس میں پانی ڈال کر اسے دیا۔ تانیہ نے گلاس تو تمام لی مگر ہونٹوں تک سے چائے کی رحمت نہیں کی۔ وجدان واپس اپنی جگہ بیٹھ چکے تھے۔ تانیہ نے پلکیں اٹھا کر انہیں دیکھا اور کہا۔
"کل ایم سوری اکل میں نے آپ کو پریشان کر دیا۔"
"پریشان تو کیا ہے تم نے پر اس میں سوری کہنے میں

کیا بات ہے۔"
"بات تو ہے انجانے میں ہی سہی پر میں نے آپ کو آپ کا رکھ ڈالا اور۔"
"دیکھ اور زندگی کا ساتھ بہت گہرا ہے تانیہ لہذا بھی بچ کر چلو یہ سلسلے لگتی جاتے ہیں۔ بھلا انہیں کوئی بھول کیسے سکتا ہے۔" تانیہ نے دیکھا ہاتھ پھیل کر جانے اپنے ہاتھوں کی لکیڑوں میں کیا دھوم مچنے لگے تھے۔
"اوٹکل۔" اس نے وجدان کو پکارا۔ وجدان نے اس کی طرف دیکھا۔
"ہلیئم سنی کی لہو کو کتنے عرصہ گزر چکا ہے۔"
"مستائیں سال۔" اپنے ہاتھ کو سمیٹ کر مٹھی بٹاتے اپنے ہاتھ سے ٹکا کر لگتے ہوئے ایک پل کو بے چین ہوئے تھے۔
"مستائیں سال گزر گئے۔" تانیہ نے دل میں کہا

پھر ان سے بولی۔

"شایان تو اس وقت مست ہوا ہو گا۔"

"ہوں۔" وہ اپنے آپ سے چونکے پھر اس کے لفظوں پر حیران ہو کر کہہ۔

"شایان کی یہ بات اور پھر اس کی رفاقت ایک ہی دن ہوئی تھی۔" نانیہ کوچی نے اپنے سامنے بیٹھے شخص پر ترس لگے لگا تھا۔

"انکل اب میں چلتی ہوں۔" وہ گلاس رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ اتنی تو آشفتہ تھیں کہ لے لے ہی تھی پر جو آشفتہ سنا تھا اس نے نانیہ کے دل میں گونج کر رکھ دیا تھا۔ وجد بن نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر اسے باہر تک چھوڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ دونوں باہر نکلے تھے کہ ایک گاڑی پورچ میں آکر رکی اور شایان ڈرائیو تک میٹ کا دروازہ کھول کر اترتا حیرت سے ہوا۔

"نانیہ تم کب آئیں۔"

"کل ہی آ رہی تھی مگر اس چلوں گی۔ اللہ حافظ۔" وہ کہیں رہ گئی تھیں اس حیرت سے جلدی سے چل کر وہ تھری سے چلتی گیٹ سے باہر آئی اور اپنی گاڑی اشارت کر کے وہ کسی طرف دیکھ کر سیدھی نکل گئی۔ شایان گاڑی کا دروازہ کھولے ابھی تک گیٹ کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ وجد بن بہت غور سے اس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے پاس آکر انہوں نے شایان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے متوجہ کیا۔

"کیا بات ہے پر خوروار۔" شایان نے چونک کر انہیں دیکھا اور پوچھنے لگا۔

"آپ کو نانیہ کیسی لگی۔"

"ہوں۔" وہ سوچنے لگے۔

"مجھے ہے مگر کچھ جذباتی ہی ہے لیکن کیا فرق پڑتا ہے کون سا میرا جذباتیت میں کسی سے پیچھے ہے۔"

"ہم۔" ان کے چہرے پر جزیر ہوتے اس نے کھڑکا رد و انداز کیا پھر وجد بن کے شانوں پر ہاتھ پھیلائے اندر آگیا۔ انہیں ان کے بیڑم میں چھوڑ کر وہ پیچھے گھٹنے

کے لیے اپنے روم میں چلے گئے تو وجد بن نے اسے روکا۔

"میرے پاس آکر بیٹھو۔" وہ بیڈ کے نزدیک ہی کارپٹ پر بیٹھ گیا اور سرگن کی گود میں رکھ دیا۔ کچھ دیر تک وجد بن کچھ بولے پھر اس کے بل سلائے رہے پھر اسے غلاب کر کے کہہ۔

"شایان مجھے واقعی لگا ہے جیسا کہ آپ شایان کہتی چاہیے۔"

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔" اس نے وجد بن کی گود سے سر اٹھا کر ان کا ہاتھ دیکھتے ہوئے کہہ۔

"تو کوئی لڑکی بھی پسند کی ہے یہ کام مجھے کرا ہو گا۔"

"لڑکی تو پسند کی ہے۔ اب۔"

"تو وہ لڑکی کون ہے۔" بول کر وجد بن اس کے منہ سے نانیہ کا نام سننے کا انتظار کرنے لگے۔ شایان ان کا ہاتھ تھام کر بول تھا۔

"ابو میں فارما سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" شایان نے کہا اور ماسوشی سے کمرے سے باہر آیا وجد بن اسے جانتا ہوا دیکھنے لگے۔

سب گھر والے نان میں تھے۔ نانیہ نے گاڑی پورچ میں کھڑی کی اور خود بھی اسی طرف آگئی۔ جہاں نور الہدی کے سوا سب موجود تھے۔ وہ بیٹھ چکی تو مریم نے پوچھا۔

"بچائے مشکوٹوں پہلو ہے۔"

"رہنے میں ملا سوا نہیں ہے۔" اس نے جھٹکے تھکے انداز میں منع کر دیا اور بابا جان کو دیکھے لگی۔

"کیا کریں کیا بولا چل کر جانا کہ جس بیٹی کو سزا دینے کے لیے پر سول سے اس کا نام ان کی زبان پر نہیں آیا وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو چکی ہے۔ جسے محبت کرنے کے جرم میں گھر سے نکال دیا۔ ان کے دل سے تو نہ نکل پائی پر دنیا چھوڑ گئی لیکن کیا واقعی یہ نہیں جانتے کہ ان کی بیٹی مر چکی ہے۔" اس نے سہل

"بلبل سے نہیں جانتے ہوں گے۔ اگر جانتے تو پھر کی سزا ختم ہو چکی ہوتی۔" قہر قاری میں اس کے نام کی

فاتحہ پڑھی جاتی۔ اور۔ بیٹی کی ڈائری کو سینے سے کانٹے کے بجائے۔ دلوا جان بیٹی کی زندہ نشانی شاید کو سینے سے لگا لیتے۔ پر یہ کیسی انا ہے کہ بیٹی کی ڈائری کو سینے سے لگا کر اس کی تصویر کو گھنٹوں دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں اسے یاد تو کر سکتے ہیں پر اس کی خبر نہیں لے سکتے۔ ستا میں سال میں ایک بار پلٹ کر نہیں دیکھا کہ وہ زندہ ہے کہ مر چکی اور۔۔۔ اس کے دل میں بھی اٹھی۔

"پیارے کیسے گھول کی کہ جس کی محبت کا پورا قرض کی طرح اٹھا رکھا ہے۔" وہ اپنا فرض بھی نہیں نبھا سکی۔

وجد بن کی خاطر سب کچھ چھوڑنے والی آخر اسے بھی چھوڑ گئی اور اپنے سینے کو بھی۔ اس کے دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی وہ آج کسے کا کہہ کر اٹھی اور اپنے کمرے میں گئی۔

فاتحہ پڑھی

فاتحہ پڑھی انہیں سے اتنی تھی اور آتے ہی بلڈ پریشر ہو جاتی سستی سے میں یہ سوچ رہی تھی کہ اٹھ کر کچھ کر۔۔۔ پر غصہ ہو گیا کہ "نہا۔" نکل لگا رہا تھا۔

بیٹی ہارن کی آواز۔ ملی دی۔ فارما اس بارش کو پھینک تھی۔ وہ چلا گیا کہ گھر سے اس کی اور کھڑکی سے بیچے پورچ میں جھانک کر دیکھا پھر رو رو سے چلائی۔

"تو دل انکل۔" گاڑی سے اترتے وجد بن نے آوار کی سمت دیکھا تو فارما نے ہاتھ ہلایا اور پہلے سے بھی رہا وہ آگئی آواز میں ہلکی۔

"میں نے آ رہی ہوں۔" پھر چل پھرتی پھرتی باہر آئی۔

"کیا ہو رہا ہے بھی۔" وجد بن اس کی تیز رفتاری پر ہلکے دل سے شائے سے لگ گئی۔

"ہسپتال سے واپس آ رہے ہوں گے بعد آپ پہلی بار گھر آئے ہیں۔ میں نے سوجھا سب سے پہلے میں آپ کو دیکھ کر کہیں آپ خود کیل ڈرائیو کر کے آئے ہیں شایان کہہ رہے ہیں کہ اس میں کچھ ہے کہ ابھی آپ کو ڈرائیو لگائیں کہیں کوئی چاہیے۔" وہ آواز کا

مورٹوں کی طرح دونوں ہاتھ کر کر رکھ کر بول رہی تھی۔

وجد بن اس کے اس انا علی پر مسکرا کر کہنے لگے۔

"نشیانی کی کوئی غلطی نہیں ہے صبح کھڑا چکا ہے۔"

"نیک۔" وہ صدمہ سے چلائی۔

"وہ بتائے بغیر چلا گیا۔" لینے دیں ایسی خبریں ملی کہ یاد رکھے گا چچ میں بہت ماریں کی اور آپ چچ میں نہیں بولیں گے۔"

"بالکل نہیں بولیں گے۔" وہ است و پچی سے دیکھ کر کہہ رہے تھے۔

"نہا۔" اس نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

"میں تو سمجھ رہی تھی آئیے بالکل اندر آ جائیے۔" وہ فارما کے ساتھ اندر آئے اور سیدھے اس کی بل کی روم میں بیٹھے آئے۔

وجد بن کو، کچھ کر ستر پہنی بزرگ خاتون اٹھیں لگیں تو وجد بن نے آگے بڑھ کر اسیں سہرا دیتے ہوئے تکیہ اون پر رکھے آرام سے بٹھایا۔

"حالہ آپ بہت دور ہو گئی ہیں۔" اپنا بال بھی خراب نہیں دیکھیں۔ "وجد بن اٹھا ہوئے تھے وہ بالکل جھپٹیں گھبراہٹ میں آوار میں بولیں۔

"ہمارا کیا ہو چھتے ہو بیٹا ہوری تو اب عمر ہو چکی ہے پر تم کیا اسے گوروگ لگا بیٹھے۔"

"گوروگ تو پرانا ہے۔ خالہ رنگ لب دکھا رہا ہے اور عمر تو میری بھی ذرا چلی ہے اب اور کتنا چھوٹا لگتا ستا میں سال کی لڑکی اب لور چاہی بھی نہیں چاہک۔" وجد بن کی آنکھوں میں نمی جھلکی تھی جسے ہلکی جھپٹ کر وجد بن نے پیش کی طرح اپنے اندر اتار لیا۔

"دل جانے کی باتیں نہ کرو وجد بن۔" وہ دل جھپٹیں۔

"آج تک پیو کا رقم مانا ہے۔ گوروگ کھلائی بھی کہیں بھری عمر میں قبر کی ہو گئی ہم تو ہاتھ ملتے رہ گئے۔" ان کی بوٹھی نکلیں جھلک پڑیں تو وجد بن نے ان کے گرد چڑھ بیٹھ کر اپنے ساتھ سمیٹ لیا۔

فاتحہ کے پلے وجد بن کے آگے کان کر کرے میں

تھے تھے آگے کا سحر دیکھ کر وہ افسوس میں ہی رک گئے۔ کوئی میں چپ چاپ کھڑی فائزہ نے اسیں دیکھا تو آہستہ بتایا۔

"مائی امل میجر آئی کو یاد کر کے رو رہی ہیں۔"

انہوں نے ہونٹ بھیج دیے اور وجدان کی طرف دیکھا جنہوں نے اسی بل نظر میں اٹھائی تھیں۔ ان آنکھوں میں قیامت کے آثار تھے۔ وجدان دھیرے سے ہاتھ کر باہر چلے گئے۔ فائزہ چلتی ہوئی بیڈ پر آئی تھی اور انہیں چپ کراتے ہوئے ٹھونٹ ٹھونٹ پانی ان کے حق میں امارت لگی۔ اس کے پیا اس کے برابر بیڈ پر بیٹھے اور نرمی سے اس کی ٹانگی کو مخاطب کر کے بولے۔

"وجدان کا خیال تو کر لیا کریں مائی جہان مینہ بھر پیسے ہی تو سے ہارٹ ٹیکہ ہوا ہے۔ پھر سوچیں اگر ہمارا آج بھی یہ حال ہے تو اس کا کیا ہو گا پھر کا سب سے نازک رشتہ تو اسی سے تھا۔"

"اس لیے تو وجدان کو دیکھ کر وہ اور بھی یاد آجاتی ہے۔ مائی معصوم بھی کیسے کیسے عذابوں سے گزر رہی تھی۔"

اب وہ ال سے کیا کہتے۔ اس کا ہاتھ تھپک کر دلاتا رہے بولے۔

"میں وہ افسوس کر سلاتا۔" اور خود اٹھ کر باہر آگئے۔ وجدان انہیں دالان میں ہی مل گئے تھے ستون سے کمر لگا کر کھڑے وہ خلل آنکھوں سے سامنے مجھے تخت کو دیکھ رہے تھے۔ اپنے شانے پر کسی کا ہاتھ محسوس کر کے وہ چونکے اور مڑ کر دیکھتے ہی ان کے منہ سے نکلا "او تعلق پھر قصداً مسکرا کر بولے۔

"خدا ٹھیک ہیں۔"

"تم ٹھیک ہو۔" آفاق ان کا چہرہ دیکھ کر بولے تو انہوں نے نظریں چرا کر آہستہ سے کہہ۔

"سب تو عادت سی ہو گئی ہے۔" پھر سر جھٹک کر خود کو نارمل کرتے کہہ۔

"تعلق دار تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"ہاں کو۔" اور بولے۔

"میں نہیں کمرے میں چلتے ہیں اور تم میرا بھائی کو دہیں لے آؤ۔"

"میں کیا بات ہے؟"

"بتا دوں گا پہلے کمرے میں تو چلو۔" وجدان نے کہا تو آفاق انہیں اپنے روم میں لے آئے اور کتے ہوئے میرا کو بھی کمرے میں آئے گا کہہ دیا۔ میرا کمرے میں آئیں تو وہ دونوں صوفوں پر بیٹھے تھے۔ ان پر نظر پڑ کر وہ بھی وہیں بکر آفاق کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

"ہاں اب یو۔" آفاق وجدان سے بولے۔

وجدان نے ایک نظر ان کے چہروں کو دیکھا اور پھر کہنے لگے۔

"بات یوں تو بہت سیدھی سی ہے۔ شلیان جہان ہو چکا ہے اور مجھے لگتا ہے اب اسے شادی کرنی چاہیے ویسے عام طور پر بیاہی کو بیٹوں کے سر پر سہرا سجاتے کا شوق ہوتا ہے پر شلیان کی بل تو ہے نہیں اس لیے یہ کام بھی مجھے ہی کرنا ہو گا۔"

"شکر ہے وجدان تمہیں خیال تو آیا۔" میرا اس کر رہی۔

"آپ بتاؤ کوئی ٹھکانہ دیکھی ہے یا میں کچھ مدد کروں۔"

"ایک ٹھکانہ نظر میں تو ہے۔"

"کون ہے۔" میرا کے پوچھنے پر وہ کچھ توقف کے بعد چمکتے ہوئے بولے "فائزہ۔" وہ توں میاں چوری نے فوراً ایک دوسرے کی طرف دیکھا مگر فوری طور پر کچھ بول نہیں پائے۔

"تم یہ مت سمجھنا آفاق کہ میں تم سے فائزہ کا رشتہ بالکل رپا ہوں میں نہیں تم سے مشورہ مانگ رہا ہوں کہ اتنی بڑی بات مجھے اپنی زبان پر نہ لانی چاہیے یا نہیں۔ تو شلیان نے ہی فائزہ کا نام ہے اور وہ میں تو فائزہ کو اپنی بہن ہونے کے بارے میں کبھی سوچتا بھی نہیں۔"

آفاق حیرت کے ابتدائی جھٹکے سے سنبھل چکے تھے کہ انہیں دیکھ کر بولے۔

"میں وجدان میری بیٹی میں کوئی کمی ہے۔"

وجدان کے ساتھ میرا نے بھی چونک کر انہیں دیکھا۔ وجدان نے کہہ۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا آفاق فائزہ ہر لحاظ سے بہترین ہے مگر شلیان کو فائزہ کے حوالے سے قبول کرنا شاید تمہارے لیے مشکل ہو۔"

"شلیان تمہارا بوریلیجہ کا بیٹا ہے اس حوالے کے بعد انکار کی کوئی گنجائش نہیں چچی مگر فائزہ سے پوچھنا ہو گا اگر اسے کوئی اعتراض نہیں ہوا تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" وجدان نے ممنونیت سے اسیں دیکھ کر کہہ۔

"تم نے مجھے میرے بیٹے کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالیا ہے بلکہ میری زندگی میں وہ کون سا مقام ہے جہاں تم نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ یاد میں آتا آفاق میں نے وہ کون سی نیکی کی تھی جو اللہ نے مجھے تم جیسا دلالت دیا ہے۔"

"میں اسے کسی تم پر کوئی احسان نہیں کہتا دوستی بھائی ہے اور اب ایک لفظ اور مت کرنا۔" آفاق نے (شلیان) کو دیکھا تو مسکرا دیا۔

نہ کہ کو جب اس پر چونک کے ہارے میں پتا چلا اور ساتھ ہی میرا نے یہ بھی بتایا کہ شلیان نے خود اس سے شادی کی خواہش ظاہر کی ہے تو وہ چپ سی ہو گئی ان کے پوچھنے پر بھی اس اتنا کہہ۔

"میں سوچ کر بتاؤں گی۔" شلیان کے لئے فائزہ کی خاموشی حیران کن تھی جب سے وجدان نے فون پر اسے بدایا تھا کہ وہ آفاق اور میرا کے بیٹے کی بات کر چکے ہیں اسے فائزہ کے طرف سے کسی دھماکے کا انتظار تھا۔ مگر وہاں بدستور خاموشی تھی۔ عادت کا چاترہ بیٹے کے لئے اس نے میرا سے بھی فون بات کی تھی پر انہوں نے پر پوزل کے پورے میں کوئی بات ہی نہیں کی اور یہ بدراست فائزہ سے بات کرنے کی اسے بہت سی نہیں ہوئی اسے پتا تھا اس پر پڑھائی کرنے کی۔

ایسی ہی آفس میں اسے میٹنگ کے لیے کال کیا تھا۔ پورے گھنٹے کی میٹنگ کے بعد وہ اپنے آفس میں آیا اور میٹ پر بیٹھ کر اپنا موبائل آٹن کیا جو اس نے میٹنگ کے دوران بند کر رکھا تھا فائزہ کی طرف سے چونک کر کھل اڑا تھا۔ وہ اپنی میٹ پر ریٹیکس ہو کر بیٹھا تھا چونک کر سیدھا ہونے دونوں کنڈیاں بھل پر نکاتے ہوئے وہ سوچنے لگا کہ آخر فائزہ نے اتنی بار اسے کال کرنے کی کوشش کیوں کی ہوگی۔ پھر کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو موبائل پر اس کا نمبر ڈائل کرنے لگا پہلی ہی کال پر اس کی کال ریسیو کر لی گئی تھی۔ شلیان کے "ہیلو" ہونے سے پہلے ہی فائزہ کی تیز مگر نرمی ہوئی اور فون پر سٹالی ہوئی۔

"شلیان تم فوراً مگر اپنی آجاؤ۔"

"کیوں کیا ہوا؟" وہ پرسش کر بولا۔

"میں تم کو آجاؤ شاید جتنی جلدی ہو سکے آجاؤ۔" اس کے مستقل رونے پر شلیان کو اچانک ہی وجدان کا خیال آیا "اسی خیال سے خود مر رہا ہو کر وہ تیزی سے بولے۔

"فائزہ! ٹھیک ہیں۔"

"ہاں۔" سب کے وہ خود پر قابو کر بولے۔

"الٹکل۔" خیریت سے ہیں مگر تیس۔" انہوں نے کر دہونے لگی۔

"تیسہ کو کیا ہوا ہے۔" وہ حیرت سے بولا۔

دارو، حقن، ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے

آپسہ سیم قریشی کے 3 دکنس ہاؤس

مدد ملی کی ہوا سی	500/-
آرڈرنگ کی	450/-
تھوڑا سا	400/-

دارو، حقن، ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے

آپسہ سیم قریشی کے 3 دکنس ہاؤس

33756021

تاریخ سنہ سب شایان کے لیے انداز دیکھتے تھے کہ وہ تو
تجربہ بری طرح سے پونہ لگی کہ کچھ بوسے کا خیال تک
میں آیا یوں بھی وہ سارے ڈرامے سے لے کر علم ہی
تھی جس ایک شایان کو دیکھتی رہی فائز نے کہا
”تمہارے سنہ کوئی خود کشی نہیں کی“ میں نے تم سے
جھجھٹا ہوا تھا۔ ”ڈراما سر موڑ کر شایان نے فائز کو
دیکھا۔“

”بھوت ہوا تھا، لیکن کہیں۔۔۔ اس کے اعصاب اس قدر ٹوٹے ہوئے تھے کہ اسے غصہ بھی نہیں آیا۔
”جیسے یہاں رہنے کے لیے“

صرف اس لیے تم سے مجھ سے اتنا بڑا جھوٹ
اب اس کے لیے میں جکی جکی کر رہی آئے گی

ہر شخص اندر اندر بھی ہے تمہارے جھوٹے میری
 کی حالت کی ہوگی۔ تمہارے کو کچھ ہو گیا تھا۔ اس سے
 تمہارے پاس سوچ کر دل چلا رہا تھا کہ جب سے سے ہے
 کسی طرف سے فکر دور۔ ہر سینکڑے کے ساتھ ملک و تھا
 وضع جسم کا ساتھ پھوٹا جا رہی ہے۔ تمہارے
 حوز کی کمر ہے۔ اتنی جڑی پلے تم نے ایسے ہی چل
 دی۔ خدا ہے۔ تمہارے لیے۔ آخر میں اس کی
 تیار ہو جائی مانتہ کوئی ہے۔ تمہارے بھی ایک پل کو جسم
 کی کوئی تھی مگر فارغ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تیز ہو کر
 بول۔

”پتو میرے لیے مذاق ہی سہی مگر تمہیں کیا۔
ماہیہ میری دوست ہے۔ تمہاری کیا گنتی ہے؟ کیوں
جان نکل رہی تھی تمہاری۔ کیوں دیوانوں کی طرح
لوٹے چلے آئے؟ ماہیہ دیکھو یا مرے تمہیں کیا فرق
پڑتا ہے۔“

میں نے کہا: "میں نے اس کا یہ حق ادا کر کے لیا ہے۔"

اب یہ بھی بتاؤ کہ فرق کیا ہے۔
ہوت، عصبانیت کے ساتھ فتنوں کے مقابل کھڑو ہوتے
کھڑو نہ ہونے والے فرق کیا ہے۔

”محبت کرنے سے پہلے کیا اس کی اجازت لی گئی جو
ایک شخص اس کی طرف سے گارنٹی چاہیے۔ کہاں
ہو گیا کیسویں صدی کی یونائیڈڈ محبت نے معاملے
میں اٹھارویں صدی کی دو ٹیوٹ ہو رہی ہیں۔“
جیپ رکھنے کی آواز سن کر وہ جیپ بولی پھر بولی۔
”آگے جتنوں صاحب ”نئی لٹی“ پکارتے تھے تو
”آہنا سامنا ہو کر رہے گا۔ جیسی مار دل چاہے۔ You
Love : کہلو ایڈیٹ۔“

”مثلیاں تیا ہے“ تانیہ ٹیٹا گئی خاترو کے جواب
 سے پہلے ہی فل یونیفارم میں ملبوس و شست نہ چہو
 کہ مثلیان علمے روز آئے سے اندر چلا گیا۔

فائزہ سنگھ روم کے طور پر استعمال ہونے والے
ہال کے پیچھے کچھ سیڑھیں تھیں جنکے تارے ایک مائیکرو
ہو کر ڈھونڈ رہی تھیں۔ اسے شاید کسی س پر غور نہ
کر سکتی تھیں وہ پیدھا ڈھونڈ رہی تھیں۔

”نایہ نسی ہے خون سے اسپتال میں سے کر گئے ہیں۔“ کانچہ پٹی بھول تو پھیلے ہی تھی، بھڑبھڑ کر بول۔
 ”مرگئی نایہ۔“ پھر شایاں کے قہقہے ہوتے چہرے کو دیکھ کر ایسے احساس ہوا کہ اس نے ایک انتہائی بہت کمزوری تھی، وہ فوراً ہی کہہ۔

”گھر سے کچھ نہیں ہوا تیسرے کو دھوکھا بخیا تھا کہ
جیسی ہے۔“ اٹھایا نے گھر میں کھانا کر اس طرف دیکھا
جس طرف قاتل نے اشارہ کیا تھا اور پھر تیزی سے تیسرے
کی طرف آیا اس کے سامنے گارہٹ پر بیٹھ گیا اور
تباہی سے اس کی بالوں نگہ بیاں اپنے ہاتھوں میں تھام کر
منوہتے ہوئے اس نے کہا۔

”یہ کیا حرکت تھی۔“ مئی ایک بھی کس ہے۔“

[illegible]

۳۴ چھپاؤ دست دے ہو۔ ” وہ بے سواد مس فاضل اور
 رتی تھکی ہے کہ طرح شایاں کو بیکار تے ہوئے ہوئی۔
 ” تو پھر یوں کرو کہو کہ تمہیں تانیہ سے محبت ہے۔
 چل شایاں بڑو کب ہو بھی۔ ” وہ دونوں ہیں پر غمخوار
 تھے اور تانیہ بس منہ اٹھائے تماشائیوں کی طرح ہنکر
 ہنکرتی رہی تھی۔ فائزہ کے الفاظ پر اس کی نگاہیں
 شایاں کی طرف اٹھ گئیں۔ شایاں بڑی پر گھومنا فائزہ
 کے سامنے آگیا پھر اس کی گھٹوں میں آنکھیں ڈال
 کر بھڑکے ہوئے بچے میں لگا۔

دعائیں تسمیہ سے محبت کرتا ہے۔ انا ہی محبت کی انگریز
کی خاطر جو ہر چاروں سے گزر چلتی ہے۔ "عجب ہے یہ
برسات اور چھوٹی تسمیہ۔ نہ آج چنانچہ یہی
لفظ بھی مدد لینا چاہتے ہیں۔ مگر اگلے لمحے لفظوں
ہی اس کے دل میں چلنے لگے۔

یہ نئے اپنے پیار کے حوالے پر حیران ہو کر فائنڈ
کیا۔

”نہیں۔“ شہزاد نے تردید کرتے ہوئے کہا۔
”کیونکہ یہ اظہر قاروقی کی چوٹی ہے۔“ قارئین
تہسہ سے رعبہ کیلک

”مگر بہت اتنی ہی اہم تھی تو محبت کرنے
ہے اس کا تجربہ نسب معلوم کر دیا ہو تا۔“ کا یہ وہ نام
گرف مڑی۔

”خدا تعالیٰ یہ دعا بھی تم سے کرے کہ تم کو جو کچھ چاہی ہو اس کی عطا فرمائی ہو اور تم کو جو کچھ چاہی ہو اس کی عطا فرمائی ہو اور تم کو جو کچھ چاہی ہو اس کی عطا فرمائی ہو۔“

نہیں کہہ سکتے تھے۔ اور وہ لڑکی جو میرٹھ میں اور انگریزوں کے خلاف شہادت کے خلاف تھی جب کسی طرح سے اس کے تو نہ گئے تھے جو وہ لڑکیوں کے کہانی کہتے تھے۔

تھی۔ "شایاں نے وہ کھی پیچھے میں کھنا شروع کیا۔"

میری ماں کی زندگی کے آخرت میں سے کہانی یہ ہے کہ اپنے بچا چلن سے بہت محبت کرتی تھیں اور انہیں گھٹا تھا وہ بھی ان سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں اور ایک دن وہ اپنی بیٹی کی خوشی کی خاطر اس بوشتے کو قلعہ کر دیں گے مگر ایسا نہیں ہو سکا کیونکہ ان کی کوئی توڑ کر رکھ دیا مگر انہیں نہیں سمجھے اور اسی یہ سبب تھیں پائیں۔ جانتی ہوں کہ یہ صرف بیس برس کی عمر میں ہی مل سکتی صرف بیس برس کی عمر میں۔ تھیں گے کہ یہ جبریں نہیں تھیں۔ لیکن شاہان کے بچے کا کرب محسوس کیے بناتے۔ سنی اور سرخ کا کیا ہے۔

”مجھ کو کسی مرد نہیں ملے گا۔“

انہی وہ سب سے پہلے ہوئے تھے جو خود کو "ہو" کہتے تھے۔ انہی نے
 محسوس ہوتا ہے۔ میں تم سے دور نہیں رہتا۔
 تہیہ امی نے ایک رشتے کو ایک رشتے کو کھو دیا
 پر اس ایک رشتے کو کھو دینے کا طائل زندگی بھر نہیں
 ہو سکتا تھا۔ یہاں پہلے پہلے کے لیے کتنے رشتے
 کو کھو گئی ہو کر کھو گیا جی پاؤں۔ "تہیہ کی آنکھ
 آمو کرنے لگی اور تہیہ کو اپنا ہوا سب مل گیا۔
 تہیہ کے آنسو کی گڑھ ہوا تھا۔

ہستم غلطی ہو شایان۔ نامیہ کو مجھ لکھو
 بڑے گل۔ سبھی کہتے ہیں "نور الہندی فاروقی"
 مہیاں شخص ہیں، کھنی چھاؤں کی طرح ان کے دل
 ہر کسی کا درد پہنچاتا ہے وہ اتنے کیرنگ ہیں کہ کسی
 پر من سے لیے ہیں گھٹا آفت دلوں سے جاسکتے ہیں

بھی اپنی بیٹی کے ساتھ زیادتی میں ہونے میں
 "لیکن انظر لاری ان کی ضروری ہیں اور ان کی
 سوئٹ نیچر ہی انہیں بھی ٹانگیں سے بغاوت کرنے
 نہیں دے گی اور ٹانجا جان مجھے بھی قید نہیں کریں
 گے۔"

"تمہیں رینجکٹ کر کے آخری کسے رینجکٹ
 کریں گے؟" اپنی بیٹی کو۔ "فائر سے سیل دی۔"
 "وہ اپنی بیٹی کو دھمکتا کر چکا ہے۔" شایان نے
 اس کی دیکھ کر دھڑکنا شروع کیا۔
 "تایہ بہ جس جگہ سے کارپٹ کو کھڑکی ان
 دھڑکنا کی جانب منتقلی جاری تھی۔ اسے ایک رہا تھا کہ وہ
 تر صرف سنے کے لیے ہی یہاں آئی تھی۔ اس نے
 کہیں بھی کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی مگر شایان کی
 اگلی ہی بات سے اسے بولنے پر مجبور کر دیا۔ شایان نے
 کہا تھا۔

"ٹانجا جان صرف اپنا رستہ اور سخت منزل ہی میں
 ہیں وہ عہدی "وہ کھمبہ ڈکی جی ہیں۔" بی بی سے اجوس
 شادی کے لئے ان کا کھمبہ "تو تھا اور ٹانجا جان بھی اس
 بات کو نہیں جانتے تھے۔ مجھے نہیں لگتا ان کے بے
 ہار مانے جی رہے۔ انہوں نے وجد ان مصطفیٰ سے ہار
 نہیں مانی۔ مجھ سے کیسے ہار مانیں گے۔ بیٹی کی موت
 ان کی ضد نہ توڑ سکی۔" تایہ ان کی ضد کے آگے کیسے
 بھڑکنے لگی۔

"ان کی ضد فوت ہو چکی ہے شایان۔ میں نے نہیں
 آئی کو یاد کر کے روئے ہوئے دیکھا ہے میں مانتی ہوں
 واو جین اپنی ضد پر اڑ گئے تھے پر آئی نے بھی تو صد
 نہیں چھوڑی۔ پھر کون کس سے شکایت کرے۔ ماما
 غصے میں تھے اور غصے میں انہوں نے آئی کو اپنی زندگی
 اور گھر سے بے دخل بھی کر دیا تو کیا یہ اپنی لڑاؤ سے
 ہارا اس ہونے کا بھی حق نہیں اور آخر کتنے عرصے تک
 ہارا میں رہتا ہے وہ ایک دن تو مان ہی جیتے۔ چلو ماما
 کو زندگی نے بدست نہیں دی۔ میرا نکل کو تو انہیں
 منانے لگا چاہیے تھا۔ آئی آخر ان کی انگوٹھی میں نہیں

اور وہ من کر رہا اب اس دنیا میں نہیں رہیں۔ انہوں نے
 غصہ اپنے آپ ہی ختم ہو جاتا اور وہ انکل کو اور نہیں
 اپنے خاندان کا غور و جان لیتے۔ "وہ خود کو باہر کی طرف
 داری کرنے سے روک نہیں سکتی تو ان کی تعلیم میں
 ہوں پڑی۔ شایان چپ کر کے اس کی بہت ستار رہا پھر
 جب وہ چپ ہوئی تو ماما۔

"آئی غلط تھی اور کرو ٹانجا جان اسی کے جنازے میں
 شامل تھے۔"

"کیا؟" تایہ سچی سچی حیران ہو گئی۔
 "نہ ہی۔ کبھی یہ سوچا کہ وہ اپنی صد چھوڑ چکے ہیں۔
 ان کے آسوس اس اس میں رہ جاتے ہیں جس میں
 جاتا لیکن اگر وہ اپنی ایسا ہو تو تو وہ اپنا کونہ بھی کسی کم
 از کم مجھے قیوں کریتے مگر ستائیں سال میں وہ ایک بار
 بھی مجھ سے نہیں ملے۔ اسے میں تم کیا کہوں گی۔"
 "آئی ایم شکاڈ۔" وہ جگمگ سے بڑھائی۔ شایان ایک
 بار پھر اس کے پاس آ بیٹھا۔ کارپٹ پر بیٹھ کر اس نے
 تایہ کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"تایہ میں نے تمہیں جو سے براہ کر دیا ہے۔ ہر
 کچھ مجھ میں تہ صلہ سے کہ تمہیں کسوں میں نہیں کر سکو
 حاو کی تو میں سہ۔" عین پڑاؤں لگا۔

"تمہیں۔" تایہ نے اس کا نام لے کر کچھ کہا چلا
 پر گھر رندہ گیا تو وہ چپ ہو کر سوئٹ لگائے لگی۔ اسے
 تکلیف میں دیکھ کر شایان نے دیر سے سرگوشی
 کی۔

"آئی ایم سوری۔" تایہ کی آنکھوں سے آنسو
 لڑیوں میں بننے لگے تھے۔ شایان نے اس کا چہرہ دونوں
 ہاتھوں میں بھر کے اس کے آنسو پونچھے تو وہ شایان کے
 ہاتھ تھام کر اور بھی شدت سے رو پڑی اور روئے
 روئے اس نے اپنا سر شایان کے کندھے پر رکھ دیا۔
 اس کے شانے سے لگی تڑپ تڑپ کر رہی تھی اور
 شایان بے چینی سے سناکت تھا۔

"وہ شخص جسے آپ کبھی تکلیف نہ دینا چاہیں پھر
 آپ کے ہاتھوں تکلیف اٹھا کر آپ کے ہی شانے پر
 سر رکھ کر رہے۔ آپ کیا کریں گے۔" فائر بھی اس کے

ی کھڑی تھی کہ ہاں کے وہ فائرے برساہوں کو محسوس
 کر کے اس سے روڑا زے کی تائید نہ کھدہ وجد ان کے
 ساتھ تعلق سمیر اور صدر جیوں کھڑے شایان سے لگ
 کر دیتی تھی۔ کچھ رہے تھے۔

"ماما۔" فائر کی آواز پر شایان نے یوں ہی بیٹھے
 ہوئے گردن موڑ کر دیکھا۔ تایہ نے بھی اس کے
 شانے سے سر اٹھا کر دیکھا پھر وہ اٹھی اور آنسو پونچھتی
 باہر نکل گئی۔ شایان بھی تایہ کے جاتے ہی اٹھ کر چلا
 گیا۔

"یہ سب کیا تھا۔" شایان کے چلے جانے کے بعد
 سمیرا نے فائر سے پوچھا جو بیٹے تو ان کو دیکھ کر پریشان
 ہو گئی تھی۔ مگر اب اسے اس کی آخر قیمت لگ رہی
 تھی۔ جو یہ قابو نہ کر رہی۔

"آپ سوئٹ آرام سے بیٹھ جائیں میں سب بتاتی
 ہوں۔"

تایہ کا سوئٹ سے سوٹ جانا میرے ہاتھوں میں
 ڈال رہا تھا۔ "اند۔" مگر وہ جان سے مرے میں بیٹھی
 رہی۔

"بیمب ی بہت ہے باہر جان بھی تایہ کی تھی
 گاڑی سے لگی تھی پھر پچھ پچھند فائن پر بات کر کے وہ
 دلیس گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی۔"

"انگوٹھی صدوری کاہر نکل آیا ہو گلا۔" پایا جان نے
 تائید کر کے چستے میں سے اسے روک لیا۔

"بتا کر چلنے میں کیا حق تھا اب میں بیٹھی پریشان
 ہوتی رہوں گی۔" وہ بولیں تو بلایا جان مسکرا رہا ہے۔

"تو بیٹا مست پریشان ہونا۔" نسوں نے سنا ہی
 نہیں۔

"ایا کرتی ہوں اسے فون کرتی ہوں۔" وہ ہوا کر
 اٹھیں اور کمرے میں دس گئے تکی فون سیٹ سے ہی کمر
 ڈال کر کہنے لگیں۔ کچھ دیر یہ پور کل سے لگا کر
 انہوں نے فون سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"فون نہ ملتا ہے۔"

"آجائے گی تھوڑی دیر میں پریشان کیوں ہو رہی
 ہو۔" وہ سامان سے بولے۔

"کب تک کہہ رہے ہیں۔" ماما چارہ خاموش
 ہو کر بیٹھ گئیں۔ مگر جب تایہ کو گئے ایک گھنٹے سے
 زیادہ گیا تو وہ اپنی پریشان چپ نہیں رہیں۔ اس بچہ کو
 تایہ کا موبائل بھی ٹری کر رہی ہیں۔ کتنی کٹنگٹ
 نہیں ہو سکتا انہوں نے فور الہدی کو فون کر دیا۔

"بے کار میں پریشان ہو رہی ہو۔" تھائے کی بھی
 نہیں ہے پھر حال بھی گئی ہے خود اپنا مرض سے گئی
 ہے۔

"یہ اس کا موبائل کیوں بند ہے۔"

"اچھا۔" مجھ میں کھرا رہا ہوں اب تم آرام سے بیٹھ
 جاؤ پریشان مت ہوں۔" پھر وہ کچھ دیر میں ہی کھرا آگئے
 تھے۔

ابھی تک کسی نے کہا تھا بھی نہیں کہا تھا۔ فور
 الہدی بھیج کر کے آئے اور عانا کو روک کر کہا تھا کہ
 انہوں نے بچوں کو مرنے کے لیے بھیجا کہ انہیں صبح
 کالج جا تھا۔ ہاں ان کو انہوں نے کمرے میں چلنے
 کو کہا۔ وہ تو ہی۔ دو سب بیٹوں کا۔ عین تایہ
 کے آگے کا تھا کہ وہ ہے تھے۔ سارے گیارہ تھے
 تک یہ جان بھی نہیں تھا کہ پریشان ہو گئے تھے۔
 پریشان تو اب فور الہدی بھی تھے مگر چہرے سے کچھ
 ظاہر نہیں ہونے دے رہے تھے۔ لیکن اس کا
 اضطراب بھی اب محسوس ہو رہا تھا وہ بار بار تایہ کا نمبر
 ٹرائی کر رہے تھے۔ ہارے کے قریب اس کی کار پورج
 میں آکر رکی تو مرمم ایک۔ یہ ہی باہر جانے کو گھڑی
 ہو گئیں۔ خود فور الہدی کی بھی جان میں حلقہ لگی
 تھی پھر وہ مسرت سے بولے۔

"نار فی بی ہو کر ناؤیر سو رہ جاتی ہے اس میں کوئی
 بڑی بات نہیں۔" مرمم نے اذیت میں سر ہرایا۔ تایہ
 دیر میں تکی تو اس کا دھواں دھواں چہرہ دیکھ کر فور
 الہدی اور دیا جان بھی پریشان ہوتے۔ اپنی جگہوں سے
 اٹھ کھڑے ہوتے۔ ان کے چہرے دیکھ کر تایہ کی نظر
 گھڑی رہی اور وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

کو اٹھا اٹھا کر پھینکا شروع کیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا پوری دنیا کو تھس تھس کر دے مگر سبوں کو اس نے اپنی ٹھوکر سے الٹ کر رکھ دیا۔ بیڑے سے نیچے نور چاند ہوا میں اچھل دیے 'سائیڈ نیل' سے لیمپ اٹھا کر دیوار پر مارنے کا ارادہ تھا کہ اس کے بازو میں اٹھ کر ساتھ رکھا فریم نیل پر الٹ گیا۔

"سائیڈ" لیمپ چھوڑ کر اس نے پیچھے کی تصویر والا فریم دونوں ہاتھوں میں کھینچ کر تارکے شے کی طرح احتیاط سے پکڑ لیا نور اپنی آستین سے فریم کے نیچے کو صاف کر کے چوڑے کے بعد دیکھنے سے لگانا کمرے کے وسط میں اگر فرش پر بیٹھ گیا وہ بالکل آنسوؤں میں ڈھل گئی تھی۔ تصویر پر ہاتھ پھیرتا ہوا وہ سر کو شیروں میں کھدک رہا تھا۔

"کتے آ رہے ہیں مجھے چھوڑ کر تپ پٹی گئیں۔ اپنے وجود کے حصے سے کوئی ایسے بے نیاز ہوتا ہے۔ رنگ کے بریل میں 'میں نے تپ کی کئی محسوس کی ہے' کہتے ہیں اولاد تکلیف میں وہ تو بالکل قبر میں بھی ہے جسکے ہونٹ ہیں۔ آج میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی تگ سے گزر رہا ہوں۔" پاپا سید بھٹک سے جیسے جیسے ہاں میں بھی مجھے گواہ میں نہیں پاتا۔ میں نے بھی سوچ کر کھانسی کی گرتی تو کبھی آپ کے ہاتھ دیکھتے تھے کہنے کو نہیں بڑھے ترس گیا ہوں آپ کے احساس کو نہ کیا آج بھی مجھے آپ کی آغوش نہیں ملے گی 'میں میں آپ کا بیٹا ہوں آپ کیسے میری تکلیف پر چپ رہ سکتی ہیں' سوچتا تھا میں کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں کہ اپنی ماں کے کھلے لگ سکوں۔" بلیک کی تصویر کو سینے میں چھپ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔

"I am missing you ammu" اب تک اپنی زندگی آپ کے بغیر ہی جیتا آیا ہوں پھر آج آپ کے بطور نہیں رہا پاؤں گا ایک بار تو آکر مجھے سینے سے لگائیں 'امی پلیز' نامیں قیامت کے دن اپنی اولاد کو دھوکے دیتی دھاتی بخشش کی 'میں کہو روز حشر بھی خاں دامس لے کر آپ کے پاس آؤں گا کچھ تو میرے پاس بھی ہو امی' امی پلیز امی اللہ کے لیتے۔

ستائیس سال کا بھرپور جوانوں میں کو پکارنا چھوٹے بچے کی طرح ہلکے ہلکے کر اوپٹی آواز میں رو رہا تھا۔

یہی اس کے دل میں دلی شدید جواہش سے فوٹو ہے کاروبار جاری رہا۔ کھلی کھڑکی سے آئی ہو اس کی پیشانی پر پتھرے ہاں کو سمیٹا تھا مگر شاید اس کو اس ہوا پر گرم لکڑیوں کے لمس کا گلی ہو تھا پھر اسے محسوس ہوا تھا کہ نہیں لکڑیوں نے اس کے چہرے پر سے نمی کو سمیٹا اس نے سختی سے پھینچ کر اپنی آنکھوں کو دھیرے سے کھول دیا۔ آنکھوں کی دھندلاہٹ نے ایک پیکر کو رشتہ تھا۔

"امی۔" اس کی آواز میں اتنے سکون تھا جیسے بھیڑ میں چھڑے بچے کو اچانک ہی ماں نظر آجائے۔ بیڑے جھٹک کر اس کی پیشانی پر ہونٹ رکھ لیتے سستا میں سال میں پہلی بار اس سے ملتا کا لمس محسوس کیا تھا اسے لگا اس کے جلتے چہرے پر کسی سنپانی کے چھپتے ڈال دیے ہوں۔ اس نے بے خود ہو کر جینے کی خوشی میں سر رکھ دیا۔ اس کے منہ کو تڑا کر آگے لگا کر ایک سکون سا اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا اور وہ دھیرے دھیرے سمجھتا ہوا نکلا۔

گھر پہنچتے ہی والد اس سیدھے شاہان کے کمرے میں آئے تھے کمرے میں پچھلی بتری پر نظر اٹ کر شاید اس کے پاس آج بھی جو کارپٹ پر بے ترمیمی سے بیٹا ہے سدھ سو رہا تھا اور بلیک کی تصویر اس کے گواہی کال کے نیچے دی گئی۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی پشت پر جیسے خون کو دیکھ کر وجدان کی پیشانی پر شکنیں ابھر گئیں۔

"ماں پر کیا ہے" اس کی دیکھی بھری جذباتیت پر وجدان ہمیشہ یہ ہی جملہ دہراتے تھے۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آئے اور لہری سے فرسٹ ایڈ باکس نکال کر کچن میں آگئے۔ کھانے کے برتن میں تھوڑا سا پانی گرم کیا پھر اسے ہونڈر سے پکڑ کر وہیں شاہان کے پاس آگئے اور نیم گرم پانی میں ڈیٹیل مار کر دئی جھگو جھگو کر اس کے ہاتھوں پر سے زخم صاف کرنے کے بعد فرسٹ ایڈ باکس سے مرہم نکال کر لگا دیا۔

ہاتھوں پر باری باری پٹی پیٹ دئی۔ اس کا ہاتھ فارغ

ہو کر وہ اٹھے اور کچھ تلاش کر کے شاید اس کے سر ہانے دوڑا ہوا لڑکھٹے اور آہستہ سے اس کا سر اپنی گود میں سٹے کر بلیک کی تصویر اس کے گلے کے نیچے سے نکال کر نور تکلیف رہے اس کا سر تکلیف پر ڈال دیا۔ پھر وہیں بیٹھے شاید اس کے ہاں میں شکنیں پانے لگے۔ آج وجدان کو بھی بلیک بہت شدت سے یاد آ رہی تھی۔

گلے دن تائیس دن چہرے سوئی رہی کیونکہ چھٹی کا دن تھا اس لیے کسی نے دیکھا بھی نہیں۔ سنا دیکھ بھی نہ سنا۔ تینتے میں صرف چائے کا کپ سی پو اور بعد میں سب کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھیا کسی بھی طرح کے سوال جو سب سے نیچے کے لیے وہ سارا وقت عبور اور عبور کے ساتھ رہی اور کھانے کے بعد خود ہی کرکٹ کھیلنے کا پروگرام بنایا۔ قدر پینٹنگ کر رہا تھا۔ نور الہدی بالٹنگ کر رہا تھی۔ تائیس اور عبور فیلڈرز تھے وہ بیٹا بھی امپائر مریم سٹیڈم میں بیٹھے شاہان کی طرف متوجہ لگا رہی تھیں۔

"تپاں۔" چھٹا گارڈ کر بل پر جب تک نور الہدی حق ہے ہوش جو لڑنے پر بڑے وکٹ میں چھوڑنا۔" پانٹنگ کے لیے بھاگتے نور الہدی کے اور ان کی طرف دیکھ کر کہ۔

"تو بولی اللہ کا خوف کرو شوہر کا بہت حق ہوتا ہے۔" وہ ترکی پر تکی ہو گئی۔

"میں صرف دیوی ہی نہیں ماں بھی ہوں اور ماں کے لیے وہ سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا یہاں تک کہ بچہ کا باپ بھی ہیں۔ کم تین عدد برتن ذرا اپنے باپ کے چہرے پر چھراؤ۔"

"تو اس مت ہو لیا۔" نور الہدی کی بتری شکل دیکھ کر تائیس ان سے ہوں۔

"دیوی نہ کسی پریشانی آپ کے ساتھ ہے۔"

تھمک پڑ سسٹ ہارٹ۔ "وہ مقلوبیت سے"

Mention now میں آپ ملدی سے

عذرا کہ آؤٹ کر دیں پھر میں جنگ کروں گی۔" عبور ٹھوکر کر دیا۔

"تو کچھ پاپا بہ۔" بلی خاتون آخر تپ کا ساتھ کہیں دے رہی ہیں۔

"شوہر کو چھین جاتی ہوں۔" وہ ٹاک پر ہینک صبح کر کے عبور پر چھین۔

"جس کو ہار سٹائی گئی ہے شوق سے کمرے پر یاد رکھنا کسی کو ایک مشرانا تم میں نے گل۔"

شوہر کے لوگ۔" بابا جان کی وارنگ پر سب اپنی پوزیشن پر واپس آئے تھے۔ نور الہدی فارٹ پارک گئے۔ لیے دل آپ کے بعد انہوں نے ہال چھینکی جسے عذر دے ڈال سے باہر بھیج دیا۔

"ایڈڈس اسے سکس۔" امپائر نے کنٹری کی اور مریم تپاں بھاگنے لگیں۔ بال کے پیچھے بھاگتی تائیس سے سعید شوہر قیاس میں وجدان کو آج میں کے ساتھ گیسٹ پر دیکھا تو ٹھٹھ کر رک گئی پھر فوراً اس سے الٹ کر نور الہدی اور بابا جان کی طرف دیکھا اسے سب بھی وجدان کا دیکھ کر تھکے نور الہدی سے الٹیج من کو آواز کا کرکلا۔

"آئے دو۔" وجدان اجازت ملتے ہی اس طرف آگئے۔ چھپ کر انہوں نے قیاسی نظر اٹا کر دیکھا تھا۔ نور الہدی بھی کچھ قدم آگے بڑھ گئے۔

"اسلام علیکم۔" وجدان نے اپنا ہیت بھری مسکراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ معافی کے لیے چھایا جسے تھمتے ہوئے نور الہدی کے چہرے پر دیکھی اجنبیت تھی جیسے بابا جان کے چہرے پر تھی۔

"وہ علیکم السلام۔"

"کیسے ہیں بھائی بھائی؟"

"یہ باتیں کون ہے۔" نور نے آنکھیں نیچا کر عبور سے پوچھا اس نے کدے چکا کر علی کا ظہر کر دیا۔ نور الہدی چوتھ گئے تھے۔ انہوں نے خود سے وہ ان کے چہرے کو دیکھا اور پوچھا۔

"کیسے ہیں کون؟" انہوں نے سیدھے چہرے سے کہا۔

نور الہدی ان صاف تھی ہے۔" نور الہدی اور بابا

”میرا کو ضرور پتا ہو گا کہ میری موت کیجی اور کیسے ہوئی اگر یہ پتا چل جائے تو شاید باقی کی انجمنیں بھی سمجھ جائیں لیکن میرا تو میں کہاں ڈھونڈوں گی میں سے تو بھی میرے گھر کے گھر میں سے کسی شخص کو قہراً لائی میں آج تائیں دیکھ۔ تو پھر میرا سے میں کیسے مری گی۔“ وہ سوچنے لگی۔

”میری مٹی شاید کی مری کی کڑی ہیں۔“ تانیہ کو اچانک فائزہ کی بستی یاد آئی اور اچھل کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

”گولی کلا فائزہ اور شایان کی باتیں کہیں میں کڑی تھیں۔ شایان کی بات کی حیثیت سے تو سب دیکھ کوئی جانتے ہیں اور فائزہ کی بات میں میرا آئی تو فائزہ اتفاق بھی میرا اتفاق۔ اس رات کی میری گھر۔“ وہ ہنسنے لگی۔

”میں تین سال سے اس گھر میں جا رہی ہوں۔ جس کے روتے والوں کا رشتہ قہراً لائی سے ہر سونے پٹے ختم ہو چکا ہے۔ اور جو آدمی انکھ سمٹ وے وہ اتفاق انکل پڑ کے ہمارے چوتھے گھر کی تھی۔ شک کی تو کوئی میری گھر کی نہیں اور اب آگے کی کہانی میری سنی ت میری۔“ وہ دوش میں چلتی تھی ایسے گھرے۔ گاڑی کی چال اور آخری سڑک میں آگے۔ اور کچھ ہی دیر میں وہ فائزہ کے گھر پہنچی۔

فائزہ نے اسے آگے لے کر اندر لے گئی۔

”جہاں۔“

”ہاں میں لیکن تم اس قدر حیران کیوں ہو۔“

”مجھ سے پتا ہے رات تمہارے جانے کے بعد کیا ہوا۔“ فائزہ ان سے کہنے ہوئے ہوئی۔

”میں شہر سے ہی جا رہی تھی کہ تمہاری اور شایان کی شادی ہو چکی ہے شایان کو تمہارے پاپا کا نام من کر ہی اوٹ پانچ قسم کے خوف ستانے لگے تھے اور کل میں سے شایان کو جھوٹا ہونے کا ایسا بے ہوا تھا کہ تم دونوں نے سامنے بیٹھ کر بات کر کے تو شاید اس کے پیچ سے خوف نکل جائے ہر تم بھی اس کی بات نہ کیں تو آخری حل یہ رہا ہے پتا تھا کہ میں وہاں انکل کو سیدھا دلاؤں اور میں سب انکل سے بات کروں۔“

”اپنی باتیں سن لیں وہ پاپا اور دادا جان سے ہنسنے گھر پہنچے میں بھی حیران تھی کہ اتنے سالوں میں تو وہ کبھی دادا جان سے ملے نہیں تھے تو آج کیا وجہ ہو سکتی ہے۔“

”تانیہ! وہ جان نکل تمہارے گھر آئے تھے۔“ فائزہ پوچھنے لگی۔

”میں نے اس وقت بھی وہ قہراً لائی میں موجود ہیں۔“

”بہت بد اخلاق ہو۔ اتنے برسوں بعد وہ تم لوگوں سے ملنے آئے اور تم انہیں پھوڑ کر یہاں چلی آئیں۔“ فائزہ نے اسے سرزنش کی۔

”ان کی پاپا اور دادا جان کے ساتھ خفیہ میٹنگ چل رہی ہے، اس لیے میری اس بد اخلاقی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اچھا سنو میں آج خاص طور پر آئی سے ملنے آئی ہوں۔ ہمیں گھرے میں بلاؤ۔“ وہ اپنے مطلب کی بات پر گئی۔

”غیر پرست۔“ فائزہ نے پوچھا۔

”ہاں اس قہراً لائی۔“

”خفیہ ہے۔“ وہ تھک کر، بھی اور عام سے چل گئی۔

”فائزہ بتا رہی تھی تم خاص طور پر مجھ سے ملنے آئی ہو۔“ بید پریشی کے بعد وہ غماز اندر میں ہو گئی۔

”جی آئی۔“ آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔“

”کہو۔“

”ایک منشد۔“ ان کی اجازت پکڑ کر اس نے فائزہ کی طرف سر ہٹایا۔

”فائزہ! میں کچھ دیر کے لیے اکیلے چھوڑ سکتی ہوں۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“ وہ حیران تو ہوئی مگر فوراً ہی چلے کو کھڑی بھی ہو گئی۔

”میں جائے بنا کر لی ہوں۔“

”کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے اس انتظار میں رکھنا جب تک میں گھرے کا دروازہ کھول نہ دے گا توئی ہمیں مضرب۔ کرے۔“

”مجھ سے تمہارا۔“ وہ کہہ کر ہر نکل گئی اور حالت جتنے دور وہ گئی۔

”جی تو شہر میں گریں۔“ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ تانیہ سے محسوس کیا کہ وہ کچھ مضرب کی تھیں۔

”مجھے جانتی ہیں۔“ انہیں خاموش اٹھ کر تانیہ نے سوال کیا۔ میرا اس کے لیے سے کچھ گھٹن کر اس سوال کا مطلب کیا تھا اور کہا۔

”تم نور اللہ کی بیٹی ہو۔“

”نور! آپ انتظار حسن کی بیٹی ہو۔“ تانیہ نے اس کے چپ ہونے کی کہا۔

”میرا مطلب ہے میرے گھر کے ہاں انتظار حسن کی بیٹی۔“

”مجھ سے فائزہ نے بتا دیا ہو گا۔“ انہوں نے فوراً قیاس کیا۔

”نہیں مجھے میرے بھائی سے۔“ میرا نے اس طرح اسے دیکھ کر جیسے اس کا دل چل گیا ہو مگر بحث نہیں کی۔

”تبی تب کی بات کرتے ہیں۔“ مگر آپ اب یہ سب اپنے دماغ پر غور کرنا چاہیے۔“ وہ راستہ پر تھی۔

”اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے۔“ وہ ناگوری سے کہنے ہوئی۔

”آپ کو شرم نہیں آتی۔“ تانیہ ایک دم سے بھڑک اٹھی۔

”جو کہ آپ کو اپنی اس کی طرح سمجھتی تھی آپ اس پر بہت تنگائی ہیں کہ وہ اپنے گھر سے بھاگ گئی تھیں۔“

”میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ بلکہ گھر سے بھاگی تھی۔“ وہ ہنس لگا کر بولیں۔

”تو پھر میرے نور و جہاں کی شکلیں کیا کر رہی ہیں؟“ وہ پوچھنے لگی۔

”میرا کا بچے وہاں کے ساتھ اس کی شوہر چھوڑا ہو یا تھا یہ بات میری نور ان حالات میں سے کہ

چھوڑ کر میری آواز بعد میں اب اور چاچو نے دونوں میں صاف کی کوشش بھی کی مگر پچھ جانے کہ وہاں کچھ نہیں کے یہ مر جاتی ہے اس کے بعد سب کو یہ بات مناسب لگا کہ میری شادی وجدان سے کر دی جائے۔ وہ وجدان کے ساتھ بھی نہیں تھی اس سے باقاعدہ رخصت کیا گیا تھا۔“ وہ مجھ سے چہا چہا کر بولیں۔ تانیہ نے سکون سے ان کی بات حتم ہونے کا انتظار کیا پھر کہا۔

”اس کا انتقال کس طرح ہوا۔“ وہ ایک پل کو رکھیں اور کہا۔

”شایان کی پاپا نے اس پر میری وقت ہو گئی تھی۔“

”مگر کس طرح۔“ وہ پوچھ رہی تھی میرا فوج ہو نہیں۔

”مجھے پتا کہ میرے وقت اکثر عورتیں مر جاتی ہیں۔ اس میں پوچھنا ہی کیا بات ہے۔“

”میرا ہونے کی بات ہے نا۔“ اس کی بات پر غور کرتے ہوئے وہ بھی اور ان کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے نور پر لبث کر کہا۔

”اس شادی میں۔“ وہ اپنی بات ہے۔“ میرا اچھے سے ہو میں تو تانیہ سے۔“ القاد پر نور بے کر بولی۔

”اگر ایک ایسی عورت پچھ پچا کر کہنے ہوئے مر جائے جس کے ہاں کبھی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا تو اس کی حیرت تو ہوگی۔“ اس بار میرا کچھ بول نہیں پائیں۔

”میرے کی شادی نہیں ہوئی تھی۔“ اس نے بڑے سکون سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

”ایک ایسی لڑکی جو مر چکی ہے اس کے بارے میں اتنا برا جھوٹ کہہ کسی کی بیوی اور کسی کے بچے کی ماں تھی جو سے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی۔“ وہ چپ ہوئی پھر غصہ ہونے کے ساتھ بولی۔

”لیکن آپ کی کسی مرے ہوئے کا ذکر کریں گی۔“ جب آپ نے انہوں کو گلا کاٹ دیا میں کیا شایان کے ساتھ کیا نہیں آپ کو گلا بٹانے لگے وہاں سمجھتا ہے کہ اس کی ماں نہیں ہے اگر ہاتھ چل جائے اسے تو اس کی

نیا حالت ہو۔ اور وہ عجیب دل جس نے اسے پیدا کیا ہے اس پر مہمانِ ظہر یا سہ آپ سب نے نورِ آن میری زندگی آپ کو کھوں کی وہ ستوں پر پور ہو رہی ہے یہ سوچ کر وہ بڑھ کر روتی کامیاب ہے، شلیں تجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا اور میں تجی جان کر بھی اسے برا نہیں مانتی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ کبھی میں پہچانے گا کہ جس باپ سے وہ حقِ محبت کرے اسے اسی سے اس کی ماں کی شناخت کے حوالے سے اسے دھوکہ ہو۔ "وہ" کی اور شکاتی ٹھہروں سے میرا کوہِ بکینے لگی جس کی آنکھوں سے اب آنسو گر رہے تھے۔

ہوتے ہوئے کہ۔
 "میں نے حق کر دیا ہوں۔ اور اب اندر چلوں یہاں تو
 بہت دھوپ ہے۔" وہ دل مات بدل گیا تھا لیکن
 تعلق کو نہیں چھوڑا۔ کہیں وہ سمجھے ہوئے لوگوں کے
 درمیاں کوئی اچھا بہا سنا تعلق سمجھ رہے۔ وہ وہاں
 سے کسی بارے میں کھل کر بات کرنا چاہتا تھا مگر اس
 دور میں سسٹم نے سب کچھ اور اگلے سب تعلق اور سیرانی
 مون کے لیے تعلق بد وقت ہوتے چھپ گئے پھر دس دن
 بعد لک کی دیکھی ہوئی سلاخ۔ اسی دن وہ وہاں سے
 جئے اپنے پیار کے جس گیا تھا۔ غمزدہ وہاں سے کسی نہیں تو
 آفر آئے تھے۔ رات کو ڈانگ مچا رہا

واقعی محبت کا اظہار کرتا نہیں تھا اس دن کے بعد میں پھر وہاں نہیں گئی۔ "وہ اب گردن کرانے لگا اس کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

"تو میں نے ہر روز صبح سے شام تک اس کی سیڑیوں پر بیٹھ دیا کرتا کہ جو بڑے بڑے سسے، ٹنگے، پٹا چوڑے ٹنگے نہ تھے۔ تو میں نے وہ تو نہیں آئیں مگر میں اس کی صحبت دیکھنے اس کے پاس پہنچ جاتی تھی تو سوچا ہی نہیں تھا۔ اس شام تھوڑے گھر میں بیٹھ کر دیکھ کر مجھے یقین ہی نہیں آیا تھا پتا ہے اس کا انتظار کرتے کرتے کتر میں جو سے الجھ پڑا۔ میں ان کی خاطر خانا چارباہوں اور انہیں احساس ہی نہیں ہے مگر اس روز محسوس ہوا وہ اتنی بھی ہے یاد میں۔" بولتے بولتے اس نے نظرائیں کر تھپک کر رکھا۔

"لیکن یہ احساس میرے لیے کافی نہیں ہے آفاق۔ میں زندگی کا ہر بل اس کے ساتھ ساتھ چاہتا ہوں۔ مجھے وہ حق چاہیے کہ میں ان کو سکون۔" وہ چپ ہو کر اور یوں ہی بات کرتے رہے اس کے ہاتھ لگا آفاق نے۔ یہ بے رضا اور پوچھ۔

"پتا ہے۔" اس نے کہا اس بارے میں تم سے بات کی ہے۔ "ایک بار ان کی آنکھوں میں اپنا عکس تو دیکھا تھا لیکن ان کی زبان سے اب تک وہ الفاظ نہیں نکلے جو میں سنتا چاہتا ہوں۔" وہ رکھا پھر سنجیدگی سے بتانے لگا۔ "کل انہوں نے مجھے لائبریری بلایا ہے۔"

"تم میرے ساتھ سیریس ہوئے۔" وجدان نے نظر اٹھا کر آفاق کو دیکھا۔ "تمہیں کچھ برا بھلا نہیں۔"

"بہت اعتبار کی نہیں ہے وجدان۔" آفاق اس پر سے نظر ہٹاتا، آہستہ سے بولا۔

"میرے بہت سنا ہی لڑکی ہے۔ مصنفوں اور سمجھوتوں کو نہیں جانتی۔ جانتی ہے تو صرف اتنا کہ پتہ کرنا ہے تو کرتا ہے۔ وہ بھی پوری ایمان داری کے ساتھ انہیں کوئی احساس چھوڑ کر نہیں رہتی۔ یہ سب کچھ اتنا بھی نہیں سمجھتی کہ کہی محبت۔" وجدان نے

ہوتے ہیں۔ مگر حواس بھی ہے خراش لگ جائے تو تڑپ، خلی ہے، انہیں غم لگ گیا تو جھینٹا مشکل ہے خیالی رکھا وجدان اسے کچھ جوتہ لگے۔

"آئی پراسس" خود پر کھینچیں گا لیکن میرے کو تکلیف نہیں پہنچے وہ لگا۔ "اس نے پورے اس سے وعدہ کیا۔ آفاق یقین کرنے والی مسکراہٹ کے ساتھ اٹھتا اسے بھی ساتھ اٹھنے کو کہا۔

"بچو اندر چلتے ہیں" میں ابھی بیٹھ سے بھی نہیں اٹھا۔

"تم جانتے ہو تو سب گھر نکالو گا۔"

"کیونکہ میری موجودگی میں میں خود کو روک نہیں پاتا اور تھوڑے بولتے یہ سب مناسب نہیں لگتا۔"

اس کے سنجیدگی سے بولنے پر آفاق مصنوعی خلی سے وجدان کو گھورا۔

"ابھی جو اتنا کہو اس کر رہے تھے تب خیال نہیں آیا کہ کچھ مسر کر لے اور اب اندر جاتے ہوئے شرم ہی ہے۔" وجدان نے فوراً ہی اس کی تھپائی۔

وہ انہوں کے خیال سے کہہ رہا ہوں میں سمجھتا ہوں میں کوئی بھی، مگر ان کی موجودگی سے پٹنا جائے گی۔

لہذا حلقہ۔ "وہ جانے لگا تو آفاق نے کہا۔

"بھائی ساجد کا کسو تو دوے دے" سے کہیں لے جا رہا ہے۔

"ارے یا ر بھول گیا۔" اپنے سر پر ہاتھ مار کر گلے سے کیس نکال کے اس نے آفاق کو پکڑا اور ہاتھ دھکا ہوا چلا گیا۔

تھیں۔ سائے منزل مصطفیٰ کی چوٹی انہیں تھی اور وجدان اس کی باتوں سے الگ تھلک کارپٹ پر اپنے ایک مہل کے نیچے وگڑ میں لیے اس کے ساتھ دکھایا نہیں رہا تھا۔ مگر اندر ہی اندر وہ الفاظ ڈھونڈ رہا تھا بہت کیسے شرم سے کہے پھر اس نے اچانک ہی دھماکہ کر دیا۔ کسی کو خاص طور پر مخاطب کیے بغیر اس نے اچانک کہا تھا۔

"میں نے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" وہاں بیٹھے ہر شخص کو یہ سن کر یقیناً خوشی ہی ہوئی تھی مگر اس کا حال اس قدر غیر متوقع تھا کہ کوئی رد عمل سمجھ ہی نہیں آیا۔ مصطفیٰ عظیم حیرت سے سنبھل کر بولے۔

"ہمارے لیے تو یہ خوشی کی خبر ہے مگر تم نے ہو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کے بعد یقیناً لڑکی اور اس کے گھر والوں کے لیے یہ سال کی سب سے بری خبر ہوگی۔"

"ابو اتلی اہم سیرس۔" اس کے لائق پر وہ سنجیدگی سے بولا۔

"even i am scrubs son"

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"میں نے بھی یہی ہے جنوں سے پردہ لٹی اور غیر ذرا ری کی امید میں ہی تھی اور تم۔"

"its even beyond my thoughts"

میں نے بھی وجدان سے ایسی حرکتوں کی امید نہیں تھی مگر اب اسے پھر مت دیں مجھے اس کی لاپرواہی کی وجہ سمجھ جاتی ہے۔" حاکمہ مصطفیٰ نے اپنے شوہر کو پینے کی کٹاس لیتے دیکھ کر لڑکا پھر مسیحی خیریت سے بولیں۔

"وہ قطعی وجدان کی نہیں ہے مصطفیٰ صاحب، بلکہ میری خود آپ کی ہے۔ میں بخیر ہو گیا ہے اور اسے خود بخود یاد کر شادی کرنا چاہتا ہے، بلکہ یہ بات ہمارے سامنے کی تھی۔"

"بالکل ای۔ یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے وجدان سے شک نہ کرو اور لڑا ہے پڑ ہوئی ہو تو جس کے لیے رنڈو رہی اچھی جانتے ہیں منزل آپ کا کیا خیال ہے۔"

ایک منٹ ٹوٹی سے لے کر پندرہ منٹ تک۔

"مشریف آبی بھی ہوئی سے اختلاف میں کر سکتا اور میں تو اختلاف کی نشانیں بھی نہیں۔"

"تو پھر ملے ہو گیا لگے جنت میں ہی ہم سب جا کر انہیں کے مل پاپ سے شہلا کا پاتھر مانگ لیں گے۔"

"ایک منٹ آبی" چپ بیٹھا وجدان شہلا کے نام پر ایک مہل۔

"میں شہلا سے شادی نہیں کر سکتا۔" سب سے زیادہ انہیں کو یہ بات نامور گزری تھی۔ اس کے اثرات دیکھ کر وجدان نے کہا۔

"میری بھابی شہلا واقعی بہت اچھی لڑکی ہے۔"

"جس چھی ہے تو انکار کی وجہ۔" مصطفیٰ عظیم نے کسی قدر ناگوار پی سے بولا۔

"میں میرا دلی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

سیکنڈ کی تاخیر کے بغیر وہ اس سے جواب دیا۔ ہر کوئی چپ رہ گیا تھا۔ انہیں کو لگا کہ اس کی خاموشی کی وجہ اتنا ہی ہیں سوچوں۔ چپ اس خیال سے کہ وہ خود کو دیکھ لے گا اس کے پاس آکر بچے کو اس سے کہہ دیا۔

جی گئی۔

"ان کی بات نہیں ہے وجدان۔ منزل کی شادی کے کچھ ہی میں بعد انہیں کے خلاق کو دلچسپی میں نے سوچا تھا وقت آنے پر شہلا کو ہونا پڑا۔ اس کی۔"

مگر میں آپ کی سوچ میں بھی شامل نہیں رہا اور میں تو جیسا ہوں آپ نے نام صرف سوچ لیا بلکہ یہ بھی سے بھی بات کہی اور مجھے آج پتا چل رہا ہے۔"

وجدان کو واقعی حیرت ہوئی تھی۔

"میں بھی تو آج پتا چل رہا ہے۔" وہ خلی سے بولیں پھر خیال آئے پر بولیں۔

"اور تمہیں کمال مل گئی وہ کیا نام ہے غیر جو بھی ہو۔" انہوں نے بیٹے کا نام یاد کرنا چاہا پھر کسی کے بارے میں دلائل سے پسلی اراہہ دل دیا۔

اس کا نام کچھ غلطی ہے۔" وجدان کو فون کا انداز تھا نہیں تھا تھا۔ اس کے لیے بیٹے کا نام پتا کر لیا۔

"اور میں اس سے ہریری میں ملا تھا۔"
 "اور یہ سب کچھ سے بھل رہا ہے۔" مصطفیٰ عظیم
 "تو میں نے کوئی کچھ کر پوچھا۔"
 "تو میں نے ہونے والے ہیں۔" عائشہ بیگم کو ایک
 دم سے دھڑکن لگی۔
 "پچھتاوا تو اتنا ہی سہیہ سے تم جو سارے کام دھندے
 چھوڑ کر نہ جہت کمال پھرتے رہتے ہو تو اس کی وجہ یہ
 لڑکی ہے۔"
 "جی۔" اس کا لہجہ اب بھی متواتر تھا۔
 "بہر حال تمہاری شادی شملہ سے ہی ہوگی۔"
 انہوں نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔
 "مگر میں بیوہ سے شادی کا فیصلہ کر چکا ہوں۔"
 عائشہ بیگم نے سوتو تھڑک گئیں۔
 "ہاں اب یہ ہی سنا بلی رہ گیا تھا۔ ٹھیک ہے خود ہی
 سارے فیصلے کرو۔ ہمیں تمہارے بارے میں ایصلہ
 کرنے کا حق ہی کیا ہے۔"
 "نئی بات نہیں ہے۔" وہ ان کی ناراضی پر
 پریشان سا ہوا "یا بھراؤں کے برابر بیوہ کرانہ بانوں کے
 گرد لپیٹے ہوئے بچھلنے کے لئے خود میں ہو۔"
 "اب ان بات میں اس کی توجہ آپ کو ات بھی نہیں
 گی۔"
 "میں شملہ سے کی ہارل چکی ہوں اور وہ مجھے پسند
 ہے۔"
 "اب آپ ضد کر رہی ہیں۔" وجہ ان نے تھک کر
 کہا۔
 "تو تم کیا کر رہے ہو۔" وہ بولیں۔
 "محبت۔" وہی سے ایک غلط کہہ کر بات پوری
 کر دی اور اٹھ کر چلا گیا۔
 "تو آپ نے مصطفیٰ عظیم آپ کا بیٹا کیا کہہ کر کیا
 ہے۔" اپنے شوہر کو چپ دیکھ کر وہ بولیں۔ وہ کچھ سوچ
 رہے تھے اس کی طرف چونک کر دیکھا اور توقف کے
 بعد کہا۔
 "مجھے لگتا ہے عائشہ تمہیں بیٹے کی بات مان لیں
 چاہیے۔"

"یہ کیسے ممکن ہیں۔" وہ کہیں۔
 "کیا حرج ہے؟" وہ ان کے کپڑے پر بولے۔
 "اس گھر میں شملہ بیوہ کر آئے یہ بیوہ ہمیں کوئی
 فرق نہیں پڑے گا لیکن وجدان کو فرق پڑے گا آخر
 زندگی تو اسے گزارنی ہے۔"
 "اور انھوں نے کیا اسے بھی فرق نہیں پڑے گا اس کی
 چھوٹی بہن دیور لالی بن کر اس گھر میں آئے دلی بھی۔
 اب کوئی اور گئے کی تو کیا اسے برا نہیں لگے گا۔
 میرے کہنے پر وہ اپنے من آپ سے بھی بات کر چکی
 ہے۔" اب تک چپ منزل ان کی بات پر پریشان ہو کر
 بولا۔
 "جی آپ کو بات اس حد تک بڑھانے کی کیا
 ضرورت تھی۔ چلیں لہذا تو میری بیوی سے لیکن اس
 کی فیملی کے ساتھ بیٹھے کسی قدر شرمندگی کا سامنا کرنا
 پڑے گا۔"
 "کسی چیز کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ میں نے کبھی
 دیا شملہ ہی اس گھر میں آئے گی۔"
 "تم نے تو کہہ دیا لیکن جو ابھی وجدان کہہ کر گیا
 ہے اس کا کیا ہو گیا ہو چکی اس کی بات اسے بیٹے کا
 خیال نہیں۔" وہ واضح ملامت کر رہے تھے عائشہ
 اس الزام پر اچھل پڑیں۔
 "میں یہاں تک نہیں جاتا ہوں اس کی ہمت سوچ
 سمجھ کر شملہ کا انتخاب کیا تھا کہ وجدان کے مزاج میں
 سمجھتی ہے اور شملہ بھی کم گو اور دوسرے مزاج کی لڑکی
 ہے پھر بڑھی لکھی اور خوب صورت بھی ہے۔ جب آپ تو
 خود جانتے ہیں اپنا میں ذرا سے کوئی کی اس میں۔"
 "کی بے شک کوئی نہیں پر اس کا کیا حل کہ
 وجدان کو بھیج دے۔"
 "اب مصطفیٰ صاحب آپ مجھ سے اس بارے میں
 کوئی بات نہ کریں۔ سمجھانا ہے تو بیٹے کو سمجھائیں کہ
 ماں کی بات مان لے۔ دشمن نہیں ہوں اس کی۔" وہ
 ناراضی سے کہہ کر انھیں اور چلی گئیں۔ ان کے
 جانے کے بعد مصطفیٰ عظیم منزل کو مخاطب کر کے
 بولے۔

"کیا لگتا ہے منزل وجدان واقعی اس لڑکی میں
 انٹرنسٹ ہے۔"
 "میرے خیال سے تو ہے۔" وہ نے اس کے بارے میں
 بات کیوں کر کیا اور مجھ سے زیادہ تو وہ آپ سے قریب
 ہے۔ آپ بتائیں وہ اس لڑکی میں کس حد تک اورو
 ہو گیا۔"
 "وجدان جیسے شخص کے لیے حد کا لفظ استعمال کرنا
 ہی بے کار ہے۔" اپنی رائے کو اسے منزل مصطفیٰ نے
 ان کی رائے مانگی تو وہ مجھ سے انداز میں بولے تھے۔
 "پھر ان کو کیسے متاثر کرے۔" منزل نے فکر مندی
 سے کہا تو مصطفیٰ صاحب کہنے لگے۔
 "ماں جانے کی وجہ اس کا رد عمل فطری ہے اور
 دھوکا تو مجھے بھی لگا تھا لیکن پھر میں نے محسوس کیا
 وجدان بیوہ میں ڈھیلی ہوا ہو ہے تو خود کو سمجھا یا کہ
 مدد کی تو اس کی سے اگرچہ کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے
 تو ہمیں انہیں اس میں کرنا چاہیے۔" پھر منزل کی
 طرف دیکھ کر بولے۔
 "میں یہی کہتا ہوں کہ وجدان اپنی بیوی دیکھنے پر
 گھبرا جائے گا۔"
 "مجھے نہیں لگتا انھوں اس بارے میں مجھ سے کوئی
 بحث کرے گی۔ اس نے حواس نہ کہ وجدان کسی اور
 لڑکی میں انٹرنسٹ ہے بلکہ میرا خیال ہے اب وہ خود بھی
 وجدان کی شادی شملہ کے ساتھ نہیں ہوئے وے
 گی۔"
 "ہوں۔" مصطفیٰ عظیم اس کی بات پر سر ہانپنے
 لگے پھر منزل اپنے کمرے میں اٹھ کر چلا گیا اور مصطفیٰ
 عظیم وجدان کے کمرے میں آگئے۔ نگاہیں اٹھ کر کے
 بیٹے پر نیم دراز ایک ٹک مائے دیوار کو دیکھتا ہوا وہ اتنی
 گہری سوچ میں تھا کہ ان کے آگے کو محسوس بھی
 نہیں کیا، مصطفیٰ عظیم اسے دیکھ کر مسکرائے اور
 پوچھنے کے انداز میں کہا۔
 "تم مایا جا رہا ہے۔" وجدان نے ذرا سا چونک کر
 کہا۔
 "نہیں اور میرا جو بیٹا ہے وہ بیٹہ پوچھ کر گہری
 غور سے وجدان دیکھ رہے تھے۔"

"ہمت یاد کرتے ہو۔" وجدان سر کو تھکا کر بولیں
 مسکرائے گا تو وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ پھیرا کر
 بے تکلفی سے بولے۔
 "کم ان سن! ہم دونوں ہمیشہ سے اچھے دوست
 ہیں۔" انہوں نے اس کی تائید مانگی تو اثبات میں سر
 ہلا کر دھیرے سے بولا۔
 "ہمت سے بھی زیادہ۔" اسے پھر چپ ہونا پڑا کہ
 وہ کہنے لگے۔
 "میری ہونٹوں پر سو کے بارے میں کچھ نہیں پڑتا
 سکے۔" وجدان سمجھ رہا تھا کہ وہ اس طرح کی باتیں
 کر کے اس کا سوا بدلے کی کوشش کر رہے ہیں اس
 لیے ٹالنے والے انداز میں کہا۔
 "کیا بتاؤں۔" وہ سوچتے ہوئے بولے۔
 "جو بھی تم جانتے ہو۔" اچھا چلو یہ بتاؤ دیکھتے ہیں
 کیسی ہے۔" وہ راسا مسکرا کر بولا۔
 "اچھی ہیں۔"
 "جس۔" مصطفیٰ عظیم نے حیرت سے اسے دیکھا۔
 "یہ سوال اگر میں تمہاری عمر کے کسی دوسرے
 لڑکے سے کرتا تو کہاں تک ستارہ سی انگلیں ہیں۔"
 ہنسنے والی جیسے ہونٹ ہیں گھٹاؤں لگی زلفیں ہیں
 ایسا حسن میں نے اور نہیں میں دیکھا ہو گا وغیرہ
 وغیرہ اور تمہیں بس اچھی ہیں۔" وجدان ان کے
 امثال پر ہنسنے لگا وہ چپ ہوئے تو اس کو دیکھ کر کہنے
 لگا۔
 "ستارہ سی انگلیں۔" اس نے کہا اور بیٹے کی
 آنکھوں کو دیکھ کر کہنے لگا۔
 "تو نہیں ان کی انگلیں ستارہ سی ہیں یا نہیں پر
 جس طرف اٹھ جاتی ہیں وہاں روشنی ہو جاتی ہے۔"
 ہونٹوں پر بھی کبھی دھیاں نہیں دیا لیکن ان کی
 مسکراہٹ رخ میں ہمت پوری ہے اور زلفیں شاید
 گھٹاؤں جیسی ہی ہوں۔" اچھی ٹوٹ نہیں گیا۔ ہلکے مگر
 جب ان کے بل ہوا سے ہراتے ہیں تو لگتا ہے گھٹا
 برس ہا ہی ہے۔ میں کبھی کبھی حیران ہوا ہوں کوئی
 اتنے حسین کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کا حسن اس پاس کی

ہر چیز کو حسین بنے گا۔۔۔ پھر وہ اچانک ہی ٹوٹتے ہوئے
چپ ہو گیا۔ مصطفیٰؐ غم کی طرف سر ہٹاتے ہوئے کہا۔
"اویں دست مارا اس ہیں نہ"۔

”بیچو۔“ کی تو اور سستے ہی بہا جانے لگا۔
 ”ملک میں آریہ ہوں۔“ اور اس کی کوئی پست نہیں
 ہے۔ پھر جان رکھ دیا۔

ہندو اور کول جانے والے قریب ہزار بھی ہو گئے یا نہیں۔ کہ
چپ ہوئے تو ملک ناصر سمجھنے کے انداز میں
پہلے

میرے سامنے نہ آئے، ورنہ میں اسے جان سے مار دوں گا۔ اصل تصور اور توحی ہے جو میری مقصود چکی کی سلاخی کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اسے درقلندہ کو اپنی راہ میں لانا پڑتا ہے، ورنہ میرے کسی نوکروں تک سے ایک کے بعد دوسری بات نہیں کی اور آج وہ مجھ سے بحث کر رہی تھی، 'میرے' سمجھ رہے تھے، نوکروں کو پرکھ میں سکتی اور وہ میرے کی ہنس کنواری کو اپنے حق میں استعمال کرتا چاہتا ہے، مگر میں 'میرا' ہونے میں دوسرا جواب جانتا ہوں، 'ان رو چلتے نوکروں کو اور اس کی سہ کاذب کھیتوں کو' لڑکیاں اس کے لیے کھلونا ہوئی ہیں، 'یکس انٹر قاری کی بیٹی کھلونا نہیں ہے، بہن ہاتھوں سے اس سے کھیلنے کی جرات کی وہ جسم سے لٹک ہو جائیں گے۔' ملک بصر نے سانس بھر کر بابا جان کے تھے ہوئے چہرہ کو دکھا۔

سیدنا محمد رسول اللہ

وہ دیکھو۔ بہت سہل اور مستاعلاج تھا میں نے یوں ہی کیا تیسرا پر اٹھا سجدہ کھانے لگا اور عید اللہ دے کرے کے بعد چوتھا پر اٹھا۔ دوسرے یہ آٹھ بجے والا ہشت ہے۔ عید اللہ کے ناشتے کی شروعات صبح چوبیس ہو جاتی ہے۔ میں بستر میں ہوں ہوں۔ انھیں ملتا ہوا میرے پاس آتا ہے۔
”ہلا بھوک لگی ہے۔“

”وقت دو بیس، برائی تو بن گھائے تھے طیم کے ساتھ۔“ میں اسے گھورتی ہوں۔
”وہ کہہ ایک دن کھانا تھا؟ نہیں بلکہ وہ لہو سی تھا۔“

”جی اللہ! ہاں۔“ ہرگز۔ ”وہ کھانے پر لگا ہوا تھا۔“ میں چائے کے ایک کپ کے ساتھ دوائے ہوئے اٹھ لاتی ہوں۔ ”وہ اٹھواں“
دو آخر خانیوں کے ساتھ تین چار ایک رہے کہ گزارا کرتا ہے۔ سات بجے پھر اس کی رونی صورت لیکن سکورہ اس پر نمودار ہو جاتی ہے۔
”اے! اب میں کیا کھاؤں؟“ وہ مسکین صورت بنائے کھڑا ہوا ہے۔
”مجھے کھاؤ۔“ شہزادہ میں گر جاتی ہوں۔
”نہ نہ تھی تھاری قسمت کہ۔“ سجدہ تو لے کر دے پر نکالے دوش دوم کی طرف جاتے ہوئے راستہ نکلتا ہے۔ میں اسے گھورتی ہوں مگر وہ یوں ظاہر کرتا ہے جیسے میری طرف متوجہ نہ ہو۔ ہم مل بیٹے کا مقابلہ اس نے نہ سنا ہو۔
”مجھے لگتا ہے تمہارے چہرے میں کیرے ہیں۔“ میں عید اللہ سے کہتی ہوں۔

طہ کا اسکول آٹھ بجے کھانا ہے وہ مدت ہے اسکول بیگ کدھے سے لٹکائے آجاتوں منہ میں دبائے گھر سے نکل جاتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ گھر سے روانہ سکون اسکول میں ہے بشرطیکہ اسکول ٹیٹ پر تہا ہو۔ طہ کی کلاس پیر کا جس بھی اس سے ملتا جلتا ہے وہ بھی یہی سمجھتی ہے کہ گھر سے روانہ سکول کلاس روم میں ہے بشرطیکہ وہ چھٹی پر اور۔ بقول اس کے طہ کی وجہ سے اس کی کلاس جاتی رہتی ہے بلکہ طہ کی چٹکی کی بدولت کسی تا کسی سٹوڈنٹ کا رات گزریں۔ گھر سے میں وہاں رہتا ہے۔ طہ کی کتنی کی وہیں سے دان۔ بی کی ضرب سے ساتھ بیٹھ کلاس ٹیوٹھی مقرب کے سوالات یا سوال حل کر لیتا ہے۔ یہ انگ بہت اس کو چپ کرانے کے لیے کلاس پیر کو روانہ جو رقم تقسیم کرتا ہے۔ اور ایک گاری ضرب طہ کو میری رائے طہ اور اس کی کلاس پیر کے خیال سے بالکل برعکس ہے۔ میرا خیال ہے گھر میں سکون ہونے کا صاف مطلب ہے طہ ابھی اسکول سے نہیں ہوتا۔

عید اللہ کا اسکول باقم بھی آٹھ بجے ہی ہے۔ وہ ٹھیک آٹھ بجے ناشتے کی میز پر بیٹھ دو لوں ہاتھوں سے لوائے اپنے منہ میں ٹھونس رہا ہوتا ہے۔ اس کی نظریں میں یہ موجود ہر شے کو ٹٹوتی ہیں اور ہاتھ بھی۔ بچنے والوں سے ایک عجیب مرمی لاحق ہو گیا تھا۔ ناشتے میں تیسرا پر اٹھا کھاتے ہوئے اسے کڑواہٹ محسوس ہونے لگتی۔ کہتا ”مدا رہا تھا کڑواہٹ ہے۔“ جی بات ہے مجھے تو بہت تشویش ہوئی میں نے سجدہ کو پکارا۔ اس نے سکول سے جواب دیا ”تم اسے دوسرے کے حوالہ پر ڈالنا“

”ہاں! مجھے بھی لگتا ہے۔“ عید اللہ دیر سے پھیلا لیتا ہے یہ اس کا مخصوص انداز ہے۔
”کیسے؟“ کہیں کیسے ملے ہے؟“ میں پوچھتی ہوں۔
”طہ تیار تھا کل جب میں سویا ہوا تھا تو میرے منہ میں سے ایک کیرا باہر نکل رہا تھا۔“ عید اللہ تحصیل سے جاتا ہے اور میری چاہتا ہے ایک ہی بار اس کے چہرے کے سارے کیرے نکال دوں اور طہ کے کھانے میں

کھانے والا کیرا بھی جس کی وجہ سے ہر وقت کوئی نہ کوئی چاند چھوٹتا ہے۔
”ملائی سفید پاؤڈر کھاؤں؟“
”کون سا سفید پاؤڈر؟“
”یو جو آپ ہر روز لیکن میں چھڑکی ہیں۔“
”دردی میں پڑے کیرے مار چوڑ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔“



"عبداللہ چپ بوجھ خدا کے لیے ہمیں اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیتی ہوں۔"

"اماں! میں کیا حائل؟" مسکین صورت دیکھتے پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔

"اب میں کیا کھاؤں؟" کی یہ گراہی صبح تک کھاتے ہی شروع ہو جاتی ہے اور میری آنکھیں بند ہو جاتے تک جا رہی رہتی ہے۔ میرے سو جانے کے بعد بھی وہی پاؤں کسی فریخ تک جانے کی تواریں ستاتی رہتی ہیں۔ سہ سہکتا ہے۔

"تھراؤ دم ہے" بھی ہوگی۔ "تھمیں جانتی ہوں یہی فریخ کا درد اور کھول میں سکتی تھیں بھی ہے تو اسے ٹانہ دیکھ کے ہاتھ اس سے کھل نہیں سکتا۔ کھل بھی جائے تو وہ صرف ہونا نکل کر نہیں کھاتی تھیں۔" سارے تو بلی اتنی سیاتی ہرگز نہیں ہو سکتی کہ ساری بیڑیاں عبداللہ کے بستر کے نیچے پھینک جائے تو میں دروازہ اس بے وقت کے اسٹین جانے کے بعد وہاں سے نکلتی ہوں۔

سات بجے ہر لمحہ گلاس کے ساتھ عبداللہ کے ٹائٹل کے سامنے قہقہے میں جاتی ہے۔ رات بھر بچے کے سر کے بعد چوڑی پر اٹھ اٹھ کھینچا کر گروہ اسٹون ہیک کے گھر سے اٹھتا ہے۔ اب کہ اس بے کے میں اس کے ہاتھ سے آدھا پر اٹھ چھین کر اسے بند سے پکڑ کر دروازے تک چھوڑنے جاتی ہوں میری نظریں وال کاک کی تھو جاتی سوئیں پر بھی ہوتی ہیں اور دروازے سے ایک قدم پہا ہر ایک قدم اندر عبداللہ کی نظریں مڑ مڑ کر ٹائٹل کی میز پر پڑے پڑے ہیں۔ ایک تھو بچے وہ گھر سے اٹھتا ہے شاید اس کا جیل ہو اسٹون میں بھی گھر جیسے ہی سکون ہے۔ اس کی گلاس بچہ کی بھی کی رائے ہے۔

"عبداللہ میرے ٹیوٹ اسٹوڈنٹ ہے۔"

اس جیسے کی وضاحت ایک درود نے کی تھی جس نے بتایا تھا۔

"عبداللہ کی مس صرف عبداللہ سے جو نہیں نکلتی ہیں۔" مجھے بھی ایکسوں اس کے نیچے سے بتایا

تھو۔

"عبداللہ مجھے بہت پسند ہے۔ گلاس میں لٹا ہوتا ہے کہ میں کسی روز چھٹی بھی کر لوں تو پھر کو میری کی محسوس نہیں ہوتی۔" اس نے مزید کہا تھا۔

"کی بار تو عبداللہ کی توار سے میری آنکھ کھل جاتی ہے اور میں پھر سے گلاس میں بچوں کو ڈانٹنا شروع کر دیتی ہوں۔" یہ تو خیر مجھے مبالغہ ہی لگا ورنہ مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ عبداللہ کی روح سے آٹھ لکھی ہی نہیں کھینچے کا سوال کمال سے پیدا ہو گیا۔

سہ کی جانب بہت اچھی سے لو بچے آفس باغ میں ساڑھے نو بجے۔ منت پرش کرتے کرتے گھر سے نکل جاتا ہے۔ دروازے میں روزانہ میں اس سے ٹوٹھ برش پکڑتی ہوں۔ گیارہ بجے میری گوشت پلانٹ سے دو چور میں منٹ کے لیے وائس آنا ہے۔ ایک بجے پنج ٹائم شروع ہو جاتا ہے۔ بے اسے ایک بجے سہ بجے کرتے کھر آتا ہے اور زیادہ بچے مہار خیر دوا کر کے دفتر کوٹ جاتا ہے۔

پنج بیک ایک سے دو بجے تک سہ ساڑھے تیس بجے وہ بے ہار دوا کا اللہ کر پھرتا ہے چار بجے آفس کلوزنگ ٹائم ہے۔ سہ کا سڑا ہے۔ پندرہ منٹ آفس سے گھر گئے میں بھی تو لگتے ہیں اور پندرہ منٹ رستے میں کسی تا کسی دوست کے ساتھ علیک سلیک حالات حاضرہ پر تبادلہ خیال۔ دس منٹ فلیٹ کی سرعیاں چڑھنے سے پہلے رہداری میں کھڑے ہو کر ایک سکرپٹ کیونکہ گھر میں سکرپٹ نوشی منتشر ہے اور سہ اس قانون کی پاسداری بہت خوش اسلوبی اور سختی سے کرتا ہے۔ سکرپٹ رہداری میں ہی لیتا ہے۔ پچھت پر جا کر بھی کھار ٹوٹلٹ میں کسی دور ادا تک روم کے صوفے کے پیچھے بھپ کر وہ چار کش لگا لیے۔ بھتے میں ایک آدھ پار میز پر فسلے ہوئے ہاتھ پیچھے کیے کبھی رات گئے ہی دی روم میں سکرپٹ پھونک گیا۔ کسی روز بچوں سے بھپ کر کچن میں شوق پورا کر یا۔ میں ایک دن اسے بہت مرنگا بڑ تھا جب وہ سہ کی ایک شام ٹیپ فریز میں بیٹھ کر سکون سے سکرپٹ کا طویل کش سے رہا تھا اور طہ

نے بے خیال میں کئی ماہ سے ہدف پر فریزر کا سوچا تھا۔

سہ سہ سہ کی طرح یہ فضول دہل نہیں دیتا کہ وہ صبح تو سہ کھنڈر سے دفتر جاتا ہے اسی لیے چھٹی کے وقت تو سہ کھنڈر پہنچے نکل آتا ہے۔ میں نے شرم میں ایک آدھ بار پوچھا تھا۔

"دیر سے جاتے ہو؟" فریخ جانتا نہیں ہے۔

"میں پچھتا ہے۔" اس نے سکون سے جواب دیا تھا۔

"پھر؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"پھر کیا؟ میں جانتا ہوں۔" سہ نے اطمینان بھرا جواب دیا۔

"یہ بتا دیتے ہو؟"

"میں کہ سر آپ سے آدھا کھنڈر پہلے آیا ہوں۔" سہ نے جواب دیا۔ وضاحت کی اور تب مجھ پر حلا کر سہ دھاس بھی ایک کھنڈر دیر سے دفتر آتا ہے اور یہ دیکھ پاس ہے جس کے ساتھ بھی کھار سہ ظہر دیکھنے جاتا ہے اور سیمائی کلک لپچ۔ سہ سہ۔

ایک بار آدھ سہ میرے چپچپے سہ جواب بھی دیتا تھا۔

"اتھل ہمیشہ دیر سے آتا ہے۔" یہ تو میں بہت حیران ہوئی کہ علامہ اقبال بھی دیر سے دفتر جاتے تھے؟ پھر ایک دن احسن بھائی سے بت ہوئی تو خوب بے کھنے لگے۔

"یہ اتھ دفتر میں اسکل کا ہے اور علامہ اقبال نے اپنے پاس نہیں اسٹوڈنٹ جو اب دوا تھا۔" او تو بہت دونوں بعد بات علی حسب سہ سے اسی اپنے بیٹے کو خوش کرنے میرے گھر چھوڑنے کی ذرا کھٹک کہ۔

"علامہ قیل نہیں سہ بھائی نے کلید کے میاں اقبال کا کہا ہو گا۔" وہ بھی دیر سے دفتر جاتے ہیں۔" تو طس کو سہ کے پاس پڑھانی کے لیے لائی تھی۔

"سہ بھائی سے میں تیار کر لوں دس دنوں بعد طس کا اسکل ٹیسٹ ہے۔" وہ طہ اور عبداللہ کی اسکل میں بھی کھ کر دیکھ سے متاثر نظر آ رہی تھی اور اس کا خیال تھا کہ بچوں کی کاسپی میں سہ علامہ سے

میں نے اس کی خوش فہمی بلکہ غلط فہمی دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔

"مستہ میں کتور ہے۔" انگریزی میں بھی مشکل سے دس نمبر سے تھے۔ پچھت ٹیسٹ میں۔" وہ بار بار کہہ رہی تھی میں سے کیا بتائی کہ سہ کا حساب کیا ہے جب بھی بازار بھیجو سووا سلف بیٹے واپسی پر ہماری تکرار ضرور ہوتی ہے۔ دس کی جگہ پندرہ اور پندرہ کی بجائے میں دو چہ کا فرق ڈال کر بتا ہے۔

"سہ بھائی کی انگریزی بہت اچھی ہے۔" اس نے کہا اور میں نے ہشکل ایسی نہیں کسٹول کی۔ سہ کی انگریزی تو اتنی اچھی ہے کہ ایک بار میری کی میرے واپسی پر وہ بار بار احسن بھائی کو بتا رہا تھا۔

"وکیل جیسز خطرناک تو ہے مگر بے مزے کی چیز۔" احسن بھائی نے اسے سمجھایا کہ وہ میری میں جس برائی بار محسوس کر گیا ہے۔ سہ جیسز اٹھتے کہتے ہیں اور وکیل جیسز وہ ہوتی ہے۔ اس پر ایک کسمپخت کے بعد وہ وہ تم پیچھے رہے تھے۔

"سہ بھائی تھوڑا سادہ دستانہ ہیں تو اٹھال کی انگلی کی تار کی۔" سہ سہ۔" اس نے سخت سے کہا اور میں نے نورن ہائی دور۔ اس کی مزاحیہ گفتگو سن کر میرے منہ سے ہنسی کا فوارہ بس پھونکنے ہی والا تھا۔ اس کے چھینٹے یقیناً اس کے چہرے پر پڑتے۔ اسے کیا پتا گزشتہ رات ہی عبداللہ نے سہ سے کہا تھا۔" بلکہ میرے ساتھ تو آپ اردو میں ہی بات کیا کریں۔" وہ کچھ خاص میں تھی اس سہ نے لی دی روم میں داخل ہوتے ہوئے بہت پیار بھرے لہجے میں طہ کو مخاطب کیا تھا۔ جو صوفے پر اونپر حالیٹا دوسرا ہاتھوں پر چھو جاتے سہ کا پسینہ دھڑا دھڑا کھ رہا تھا۔

"جی بھائی اسکل منٹ ہے؟" اور طہ نے اپنے لپٹے لی دی اسکرین سے نظریں جٹائے سہ کو دیکھنے بغیر سنجیدگی سے پوچھا۔

"اسکرین کی جو کچھ اسٹائل منٹ جمع کر لوگی آپ سے؟"

"ہاں! آج ہی کرائی ہے ہمیں۔" سہ نے حیرانی

ہاں وہ اس وقت لیوی پر ہے پسیدہ کارنوں رکھ رہا تھا۔

عبداللہ امیری جان! میں نے اجنبی منہاس بھرتے گئے میں سے مخاطب کیا۔

”جی ہاں“ عبداللہ جو بے دست کرکیش کی طرف چل رہا۔

”کہاں جا رہے ہو؟“ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

”ہاں لیوے! اس کے قدم رکے نہیں گچ کی طرف آتے رہے سوچانی لے آیا۔“

”ہاں کیوں؟“

”پانی پیتے جو جاتا ہے۔“ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

میں ہوشیار ہو کر کہہ گئی کہ یہ بھی ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔

پتہ کا پانی نیچے کارپوریشن کے ٹل سے بھر کے باغ پڑتا ہے اور میرے گھر میں منہاس شاید تب ہی آتی ہے جب عبداللہ سے پانی بھرا ہوا۔

”طلحہ کو تھوڑی دیر پڑھانا پایا کے آئے“

”نکے“ میں نے اس کے ہاتھ سے ہائی پکڑ لی۔

”مستطاب دس بجے تک“ اس کے دھبے سے دیکھ گیا۔

”اگرے نہیں“ ان ہاتھوں کی آغوش میں گئے اٹھ بچے۔

”نکے“ میں نے ہاں اس وقت ساڑھے سات بجے تھے۔

”اچھا پڑھا رہا ہوں۔“ عبداللہ نے مکمل مہمانی کی جیسے اس کا وقت بہت قیمتی ہو اور وہ مجھ پر احسان کر رہے جا رہا ہو۔

”سنا! میں نے ان کے چلتے قدم روک لیے“

عبداللہ اور طلحہ دونوں سے مرکز سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

”ہمارا نہیں پڑا“ میں نے تنبیہ کی ”دونوں مسکرائے اور ڈرائنگ روم چلے گئے۔“

فارغ دیکھ رہا تھا۔ میں اپنے کپڑوں کی الماری کی صفائی میں جت گئی۔ کچھ دیر بعد یو کی خیال آیا کہ ان دونوں کو ایک نظر دیکھوں میں نے کمر کی سے جھانکا تو دونوں صوفے پر بیٹھے تھے عبداللہ کچھ بول رہا تھا اور

طلحہ ہر پر توجہ سے اس کی بات سن رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس کی کوئی نظم عبداللہ سے سنا رہا ہو گا پلٹے گئی تو عبداللہ کی تیز آواز نے میرے قدم روک لیے۔ وہ ہمیشہ کی طرح اپنا اکلوتا رٹا رٹا لطفہ کہانی کی طرح طلال کو سنا رہا تھا جو شادی سنا لکھ کی ہر تقریب میں اس سے فرمائش کر کے سنا جاتا ہے بلکہ بھوں سعد اب تو چہلم اور فل کے موقع پر بھی۔

”ایک دوسائی کی بکری گم ہو گئی“ طلحہ بھرہ اسے تلاش کرتا رہا۔ ”حشام کو مل گئی دوسائی سخت غصے میں تھا بکری کو، کمرچن میں کتے کے ساتھ باندھ دیا اور خود سو گیا۔“ تو بھی رست کو اس کی آنکھ کھل گئی تو پھر غصے میں بھرا ہوا اٹھا اور بکری کو ننگ کر کے اس کا گوشت پکایا اور مزے سے کھایا اور سو گیا۔ صبح اٹھا تو کمرچن میں بکری کو بندھے پایا تھا غائب تھا۔ طیفہ سنا کر جیسی سنجیدگی عبداللہ کے چہرے پر بھی دیکھی لی لطفہ سن کر طلحہ کے چہرے پر بھی طاری رہی۔ میرے بھی ہنٹ کھینچے رہے مگر طلحہ کی بہت سن کر میری مٹی پھوٹ گئی۔

”تک گیا ہوا“ عبداللہ کو چپ کہہ کر کچھ دیر بعد بلال نے پوچھا۔ میں نے دیکھے بغیر کہ آگے عبداللہ کے ہاتھوں طلال کے ساتھ کیا ہو چپ چپ ایسے کر رہے میں آگئی۔ عبداللہ نے طلال کو پڑھانا خاک تھا بھی کانی تھا۔ وہ سعد کی دواہی تک سے مصروف رکھتا مگر سعد اس رات بھی دس بجے ہوئے اس کے نوٹے سے پہلے جو کچھ ہوا وہ جاننے کی ضرورت نہیں۔ عبداللہ نے میری مددایت پر بھرپور عمل کیا تھا اس نے جہاز نہیں بنائے مگر طلال کی نئی کاپی کے سارے کتبوں کی کشتیاں بنا کر گھر سے میں پھیل رہی تھیں۔ طلال واقعی ساری کشتیاں جلا کر میرے گھر پڑھنے یا تھا۔ اللہ کا شکر ہے تیسری شام سعد کو میں جانا نہیں پڑا۔ مجھے عبداللہ اور طلحہ کو ڈرائنگ روم میں جلنے سے منع نہیں کرنا پڑا۔ اگلی صبح سعد کو تنبیہ نہیں کی۔

”میں اور کشتیاں نہیں جانتے۔“

سعد طلال کو ڈرائنگ روم میں لے گیا اور

عبداللہ کمر کھینے میں مصروف ہو گئے میں کچن میں جا کر ہنڈی ڈال دیا۔ میں منٹ بعد میں ڈرائنگ روم میں گئی تو تھا بیٹ کر رہ گئی طلال صوفے پر بیٹھ مٹروں کے دلنے نکل رہا تھا جو میں نے سعد کو ننگے کے لیے دیے تھے اور سعد اس کی کاپی کا دس بتا کر دس آنکھ پر پڑنے پڑے کچھ رہا تھا جیسے وہ بچپن سے دیکھتے ہیں۔

اگلی شام میں نے کمر کی سے جھانکا تو صوفے کی پشت سے سر پٹے سوئے ہوئے سعد غول ناک غول لے رہا تھا اور گد میں علی کتاب رکھے طلحہ سہمی ہوئی نظروں سے دور دھڑک رہا تھا۔ پھر اگلی شام میں تائیں کونے میں پڑی تھیں۔ سعد اور طلال صوفے پر آٹنے سے لپٹے صوفے پر کینیاں جھلنے پتے میں پتہ لے لے دوڑ آگئی کر رہے تھے۔ یہ سعد کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔

اگلی شام میں پھر اگلی شام اس سے اگلی شام دس شاموں میں طلحہ نے تپ پڑھنا پڑھنا دس مہینوں میں نہیں پڑھا ہو گا۔ اس دن میں بہت حوش تھی۔ ”نکے“ حضرت ایک دن پڑھنا پڑھنا۔

”سعد تو طلحہ کی ون کی بندھنے“ میں نے پوچھا۔

”معت والی کیوں؟“ میں نے کہا ”شکر ہے اس وقت سعد گھر نہیں تھا۔“

”نکل طلال کا رزلٹ آ رہا ہے“ کون سی مصلحتی دس؟“ میں نے پوچھا۔

”اچھی کو انٹی کی۔“ طلحہ نے دور سے نغمہ دیا۔ میں نے جواباً اسے کھورل۔

”مصلحتی کی کیا ضرورت ہے“ اللہ کرے طلحہ کا رزلٹ اچھا آئے گی حوشی کی بات ہے ہمارے لیے۔“ میں نے کہا۔

”آئے گا ضرور گئے گا“ سعد مصلحتی سے اتنا وقت ہوا ہے خوب محنت سے طلال کو پڑھا یا ہے۔ رزلٹ اچھا آئے گا اور مصلحتی بھی۔“ میں نے کہا کہ کمرچن کی بندھ میں میں نے سعد کو بتایا تو بگڑنے لگا۔

”اسے بتایا نہیں میں دس گئے پسند ہیں مجھے اور

گلاب جاسن۔“

”برا لگتا ہے“ وہ کیا سوچے گی مصلحتی کے لایج میں اسے پڑھاتے رہے؟“

”اس میں پڑا لگے کی کیا بات ہے“ اب اگر وہ بڑی کا ڈبا لے آئی تو؟“ سعد کو بہت غصہ آ رہا تھا۔

”تو وہاں سے واپس کر کے دس گئے؟“ میں نے پوچھا۔

”میں نے سمجھا مگر سعد خراب موڈ کے ساتھ ہی اس رو رو کر گیا۔“

”بندہ کہہ رہا ہے دس گئے پسند ہیں۔“ کہہ دینے میں کیا حرج تھا کہ گلاب جاسن شوق سے کہتا ہوں۔

اب اگر جلیبیوں لے آئی یا لڈو کا ڈبا بھیج دیا تو کون کھائے گا؟“ وہ پڑھنا ہوا گھر سے نکلا۔

اس دن سعد طلحہ کی ہاں بچے چہرے کے ساتھ کئی تو اس کے ہاتھ میں مصلحتی کا ڈبا نہیں بلکہ طلال کا رزلٹ کارڈ تھا۔ دس دنوں کی ٹوشن پڑھ کر طلحہ نے مستحکم میں پاد مہرے سے اور پھر بڑی میں چار۔ پچھلی بار اس کے سینے میں اللہ میں مہرے سے در انگریزی میں دس دس کتابیں ضرورت تو ہیں کہ میں نے نوں کر کے سعد کو دلت میں پڑوس کی استاذی کے نتیجے میں آئے والے طلال کے نتیجے میں فہرستوں میں۔ یہ بتانا بھی فضول ہے کہ اس رات بارہ بجے تک سعد گھر نہیں ہوا گھر میں بیٹا رہا اور جب ساری کالونی نیند کی آغوش میں چلی گئی تو رات کے اندھیرے میں دسے پاؤں وہ بول اپنے فلیٹ کی میز چیاں چڑھا کر سارے والوں کو خبر تک نہ ہوئی۔ یہ بتانا تو مری مصلحت ہو گی کہ معمول میں ساڑھے سو بجے جانے والے اگلے روز پچھتے سے جیسے ہی دفتر چلا گیا۔ میں نے اس کے رزلٹ اسٹری کر کے دکھائے ہوئے تھے ایک ہلاک سرا پیلہ۔ دن چڑھے میں نے دیکھا تو یہی تھیں کے ساتھ بیٹی شوار لنگی ہوئی تھی۔ بیٹی تھیں اور بیٹی شوار غائب تھی۔ عبداللہ کا اندیشہ مجھے یاد آیا جو وہ مزے لے لے کر بناتا ہے۔

”میں نے کچھ تو میں میں بکری کو بندھ چاہا اور کتا غائب تھا۔“

لیکچر

”آخر میں پوچھتی ہوں تمہیں مدھرے کے لیے کتنا وقت درکار ہے۔ کب تک یونانی میری جان چھوڑے گی۔“

وہ اعصاب الحق اور دلہن کے مابین کھیلے جانے والے چٹنی مقابلے میں کچھ ایسی کھوئی کہ بھول ہی گیا کہ وہ کچھ دیر پہلے کوئی کام نہ لگا رہی تھی۔ مگر یونانی تو کمری میں پڑے ہوئے تھے کہ وقت کو غصہ اٹھاتا تھا۔

”اس ہو شیا کر لینی کے بار میں جب کہ پہلے ہی خون مشکل سے بہا رہا ہے اسے جلا کر فراہم نقصان ہی کر رہی ہیں۔ پتا بھی ہے اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں سہل سے ہائیں کر رہی ہیں۔ اب بے چارے کا مزید غم چاہی جسے ملک قحطی دی سے نظر انداز کر اس نے شرارت سے مل سکتے تھے ہونے چہ کو کھلا۔“

”تمہیں مت کی بات سکھانا میں پانی میں مدھلے جانے کے حروف ہے۔ بھلا اس پاندروں جیسی اچھل کود والے کھیل میں دلچسپی لینے کی کیا ضرورت ہے۔ بس ایک ہی گیند کو وہ بے وقوف پیٹے پیٹے مار رہے ہیں انوکھا کھیل ہے محنت کرنے کے بعد بھی گیند کسی کے ہاتھ میں لگ جاتی۔“ مگر خود پھیلتے ہوئے رعد سے زاری سے بولیں تو جہاں میرا کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بھگی تھی وہیں وہ بھی تڑپ کے سیدھی ہو بیٹھی۔

”مارے امی! اعصاب الحق کے ہارے میں کچھ ایسا دبا بولنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ان قدر بار وطن کی عزت و ناموس کی بہت بلکی قیمت دکانے والے کو کھڑے میں سے نہیں ہیں جن کو کپ بجا طور اکڑا بیٹھتا

صلو حق سناتی رہتی ہیں۔“ اعصاب الحق نے امریکہ میں کھینے جانے والے ڈنلر میٹرو مقابوں میں جس طرح مشاہدہ پر غار غصہ دی تھی اور بالخصوص اسلام کی حقانیت اور مسلمانوں کا واضح الفاظ میں دفاع کیا تھا اس نے ہر عجب وطن پاکستان کی طرح اس کا دل بھی جیت لیا تھا۔ تبھی تو وہ اعصاب الحق کا کوئی بھی مس نہیں کرتی تھی۔ اور اب اپنی نیم خواندہ اور گھریلو مسائل سے بیوا آنا ملنے کے منہ سے اپنے فیورٹ پیڑ کے لیے ایسے الفاظ سن کر حیرت تو نہیں البتہ افسوس ضرور ہوا تھا۔

”اگر آپ کو نہیں لگتا کہ اعصاب الحق کی کمال پھول لہرت نے انکو تو فرزند رضوان سے کٹتی ملتی ہے جو ایک ماہ بعد آپ کے لاہور کے والوں کے منصب پر فائز ہونے والے ہیں وہی ڈارک براؤن آنکھیں، نورانی ناک اور سیاہ قد۔ بھی تو اپنی شصت و ستر کو کرینس پیچ دیتی ہے۔“ اپنے غور سے لہو کے کپڑے ترتیب و سلیقہ سے یکے میں رکھتے ہوئے میرا نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا۔

”جی نہیں اب ہر کسی کو اپنے جیسا سمجھ رکھا ہے کیا؟ قسمت اور برحق کے ہاتھوں حسن بھائی شادی سے پہلے ہی فارغ البیل کیا ہوئے تھے کہ آپ نے خود پر غرض کر لی تھی کہ رانا نوید الحسن کا کوئی بھی نہیں چھوڑا اور شامی سے شعلہ نہ رکھتے ہوئے بھی بغیر بڑھے امجد اسلام امجد کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ضرور ملائے ہوتے تھے۔“

آرام سے حساب برابہ کرتے ہوئے اس نے

متر کے چند دانے منہ میں ڈال لیے۔
 ”شرم تو نہیں آتی بسوئی فائدہ حق اڑاتے ہوئے“
 بس ملتے پہلے ذرا سے چھدرے جس نور نہ تو لاکھوں میں ایک ہے میرا دل۔“ رعد نے ڈنکا تو میرا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔
 ”مارے امی! اسے مت ڈانٹیں نیچ کہ رہی ہے مکتبی کے بعد اس کی چندا کو سے کر میری دوستوں نے کافی مذاق بنایا تو خود کو احساس کتبی سے بچانے کی

خاطر میں اس کا اپنی زندگی میں کھسب شخصیات سے ملنا نہ کر کے خود کو سیوا کرنی تھی۔ اچھا بھوڑیے ان سب باتوں کو یہ جانتی تھی کہ اس کی ہاتھ تھکی ہے۔ میری رعد جو چیزیں وہی تھیں کہ شش کریں کہ وہ شامل ہوں۔“ میرا نے رعد کے جینز کی بہت انتظار کیا۔
 ”شکر ہے میرے رب کا اپنی اہلالت سے جوہر گھوڑ لیا ہے۔ جی کے پیدا ہونے ہی میں باپ پناہیت گنت



راہوں کا سامان تیار کر رہے ہوتے ہیں کہ جنہیں گھاس کی طرح بڑھتی جی میں کے برابر آگہی ہوگی ہے۔ یہ سیت تھوڑے لمحے میں کتے ہوئے رفعت تو کوی تھا کہ ہر کو چل دیں۔

"آپ! آپ آج رات ٹھہر نہیں سکتیں" ابھی تو آپ سے ڈھیر ساری باتیں کہنی باقی ہیں۔ آپ کو اپنی شاپنگ بھی تو دکھانی ہے۔" اواسی بھری نظر میرا گے پکے پکے ڈالتے ہوئے وہ کلب پٹے لپٹے اسد کو کہہ گداے لگی۔

"بائبل نہیں" مجھے آج لاری جانا ہے، مہمانی سے صرف ایک دن کی اجازت لے کر آئی ہوں اور تمہیں تو پتا ہے رہنا بھی اور فی ہفتہ بنے ایسے میں گھر کا کافی کام بڑھ گیا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی مینا صاحبہ تو ہر روز سب دن بیکے چمکتی ہے جبکہ تم صرف عید کے عید ہی میں باپ کو شغل دکھا سکیں، خوب اصحاب ہندی سے اگر مہمانی لائی کا بچہ سے پالا بڑا تو میں ہوش ٹھکانے لگاؤتی ان میں جی کے تو۔" حسب عادت سے جواب طرازی آیا۔

"مرے میں تمہیں کوئی غمزدگی نہیں سی ہے انجینے کی۔" سید اب۔ ٹھہرا۔ جیوں سے اب تو بڑا کہ مہوہا کیس چلے گی نہ پڑے وہ وہ ہاتھ کرنے کے لیے سوہا کی ہی تو مگی بد فطرت اور مندی طبع میں اپنا جال نہ رہنے دلی۔

"آپ! آپ کافی بدل گئی ہیں شادی کے بعد۔" وہ شاگ کی سی کیفیت میں ہوں۔

"جانتی ہو سنا پھل ہوئی تھی اب بھکن کی شکل اختیار کر لی ہے۔" میرا نے مصنوعی سرو تو بھری۔

"جی نہیں میں فہم کی بات نہیں کر رہی۔ کہیں گئے وہ آپ کے آدرش بلند خوشگلی اور دہولوں سے گدھے زندگی کے اصول جن پر ناجائزات عمل پیدا ہونے کے پانکھ دل دعوے کیا کہی تھیں۔"

"یہ وقت یاد دلانا خاتم ایک لپٹ۔ اک تیر میرے سینے میں مار کر ہاتھ ہائے" بس یوں سمجھو کہ لڑکی کی

زندگی میں دو جنم ہوتے ہیں۔ ایک میں باپ کے گھر، دوسرا میاں جی کے گھر اور بچہ جس ماحول میں آنکھ کھولتا ہے لاکھ لاکھ اسی ماحول کے رنگ، بھنگ لے اپنے پڑتے ہیں۔ بس تم اپنے ختم ہونے کو مت تھکاؤ۔ وقت ہر چیز کی صراحت خود کر دے گا۔ میں ذرا محسن سے پوچھوں کہ دفتر سے واپسی پر ہمیں کب تک لیے آئیں گے۔" سمجھا کل ہاتھوں میں لے کر میرا نمبر پیش کرنے لگی۔

"تو یہ کتنی بے خبری ہو رہی ہیں گھر چلنے کو اور غم خراب کرتی ہیں ساس ہندوں کا۔" وہ پڑھاتے ہوئے اسد کے منہ سے جتنے وہ وہ کو صاف کرنے لگی۔

"میں نے آپ کو ایک ڈو فیڈر دیا تھا۔ اس سے اسد کو فیڈ کیوں نہیں کرنا تھی۔ اس سیدھے فیڈر سے تو سارا روزہ ضائع ہو گیا ہے۔ ڈو فیڈر اپنے جھکاؤ کی وجہ سے خاصا مفید ہے۔"

"اب وہ فیڈر تو بیٹانے ہی بیٹی کے لیے لے لیا تھا۔" میری ہی تھا۔ میرا نے مہوہا کی ایک طرف ڈال دیا۔

"تپ نے دیا کس سے۔ میں نے کتے چارے دینے بھیسے گے اپنے عید کی تیاری تھی۔ غصے نے کرم سوٹ اور شوز لپیا وہ بھی بند صاحبہ کو دے دیے ہیں؟" وہ ٹھکرتے پوچھنے لگی۔ اسے حقیقتاً صحت غمزدہ تھا۔

"ارے نہیں بیٹانے صرف وہ فیڈر ہی مانگا تھا اور اگر میں انکار کر دیتی تو ظلم ہونے پر حسن کا دل کتابرا ہوتا۔ کیا سوچتے ہو میرے بارے میں کہ میں کوئی بچہ پرست اور خود غرض لڑکی ہوں جس کے نزدیک رشتہ ہاتھوں کی کوئی اہمیت نہیں۔" وہ اس کے تھا تھا چہرے کو دیکھتے ہوئے ہاتھ لگا کر انداز میں بولی۔

"وہ کھو نا عمو! جیسے زندگی میں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں تمہاری محبت، غموض تو شک سے بھرا تر ہیں لیکن حال!۔ سسران زندگی میں وسیع ہتھکنی، شغل اور بھاری جیسے لو صاف کو کام میں لا کر اپنی خدائی دشواریاں بھج کر ہی تم گھر والوں کا دل جیت سکتے ہیں۔"

اور یہ ظہر اور نیت کی معذور ملک تو کوئی یکپروائی نہیں دیتے، دھنا دھند بعد پتھر ہی جسم کے بندھنوں کی چاندی تم غافلہ کے سامنے کھوے۔ بیٹھی ہوگی۔ بات کے اختتام پر میرا چہرے سے مسکرائی۔

"جی نہیں" آپ کی طرح جذبہ بات و احساسات کو گروہی رکھ کر خاص سسران غافلہ ذہنیت کی بنیاد پر جنم لے والی "جی ورنارم" کی سو کاٹھ علیہ وار کم از کم میں تو تمہیں بن سکتی۔" وہ مزاح کر دی۔

"تمہیں کوئی بات سمجھانا اونٹ کو رکش میں بٹھانے کے مترادف ہے۔" کسف سے سر ہلنے ہوئے میرا پھر سے سر ہلائے لگی۔

"مافیا اپنے دریا پکھنا تو تمہاری اسی سے چائے کا ایک کپ بنا تھا" مجھے لگتا ہے کینیا کے بھات سے آناہ پتلا توڑنے چلی گئی ہیں۔"

صدیق صاحب نے قاتل کی سے عافیہ سے دریافت کیا جو چار پٹی پر پتھر سے اسیار است و ترتیب دے رہی تھی۔

"میرا بھائی اب اس کام میں سے غور کر رہے ہیں۔" وہ بڑے پڑے تھے سچا نہیں بھی چائے پاتے ہوئے دھوئیں۔ "فنگل سے کتے ہوئے رفعت نے کپ شوہر کی طرف پڑھا۔

"تم! جس چاد میں چاہ نہیں اس چاہ (چائے) کو چاہ (کتوں) میں ڈال د۔" چائے کے حوالے سے صدیق علی نے اپنا مخصوص شوہر بد کرتے ہوئے کپ لیوں سے دگایا۔

"بھو! ویسے آپ کو اس چائے میں چاہ کی سونو لگی پر شک نہیں ہونا چاہیے۔ آخر کو ای اپنے ہاتھوں سے دیا کی ہیں۔" میں باپ کی باہمی محبت اور اپنی ہم آہنگی کو خاندان بھر میں جس طرح قابل رشک نظر دے دے دیکھا، یہ تھا اس سے عافیہ علمائیت بھرا غر محسوس کیا آتی تھی۔ جس کی تو یہ ظلف باپ کو پھینرتے ہوئے اور سسران کی طرف سے چہرے پر ڈھکی محسوس لے

حسرات یہ سخت غمزدگی سے فورا غور کر لیا۔

"بائبل بیٹی! اس چاہ بھری چائے کی امید میں تو ہم سر شام سارے باہر دھندے بھوڑ کر گھر دوڑے چلے گئے ہیں۔ ورنہ تو کی چائے قریبی ہو کس کا چھوٹا دن میں دوبارہ دے جاتا ہے۔ مگر اس میں وہ مڑا کھل جو کپ کی ای کی طویل مہر نہ اور ترسا ترسا کرتے والی پرانے نام ٹھنکی چائے میں موجود ہے۔ کتنا ظلم سا ظلم ہے! وہ سروں کو ٹٹوں کے حساب سے چینی فروخت کرتے ہیں اور اپنے لیے کچھ میں مرے جی سے۔"

صدیق علی مصنوعی رقت آمیز لہجے میں بولے تو رفعت اچھا خاصا جڑی تھیں۔

"تو یہ ہے آپ سے تو معصوم بھی ہے شوگر لیول کتنا بڑھ گیا ہے اور جس رفتار سے آپ بیٹھا زہر کھا رہے ہیں تو خاتمہ بدین وہ دن 19 دسمبر نہیں جب مجھے بیوی کی چادر توڑ دینی پڑے گی۔" رفعت کا انداز ڈرانے کا سا تھا۔

"تمہ نے نہ کرے کہ مجھے کچھ ہو۔" صدیق علی نے دلی کر سننے پر ہاتھ رکھا تو بیانیہ جو مال باپ کی نوک جھونک چکی سے سن رہی تھی ایک مہر سے جس بڑی بولتے ہیں فرصت سے پاپ پی پی کٹے کچھ کر رفعت کو کچھ یاد آ گیا۔

"عافیہ! تمہارا نہیں ہو میں تعلیم کی کڑواں ڈھلے کو ہے۔ عین کھانے کے وقت پہنچا کتنا معیوب لگے گا۔" وہ ہوگ آج رفعت کی بھانجی عینہ کے بیٹے کی سالگرہ کی تقریب میں مدعو تھے۔

"جی! میرا سوٹ ہی سل کر نہیں آیا۔ ورنہ کو آج کی ڈیٹ کا کہا تھا لیکن اس کے ہاں فوٹو کی ہوئی ہے۔ لب میرے پاس آج کے دن کے لیے کوئی خاص سوٹ نہیں ہے۔ پرانے سب آؤٹ آف فیشن کے ملے ہوئے ہیں۔" عافیہ نے اپنا سنا بتایا۔

"یہ کیا منطق ہوئی بھلا یہ موئے فیشن تو موسموں سے پہلے بدل جاتے ہیں۔ فیشن کے مطابق کپڑے مونے کا تو یہ حال ہے کہ لڑکیاں منہ تک بھری پڑی ہیں لیکن مونی پر ایک جوتا دستیاب نہیں ہوتا، پیسے کا خزانہ لگتا ہے۔" رفعت غصے سے بیڑھاتے ہوئے

کپڑے میں رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔
 "غیر تم باغداد سے آج ایک جوڑا لے لو۔ اس کے
 پاس تو موسم کے حساب سے اضافی کپڑے بیوہ رہتے
 ہیں۔" رفعت نے اپنی طرف سے آسان عمل پیش
 کیا۔
 "وہی تو ابھی باغداد کے پاس سوٹ ہے بھی لیکن
 مجھے دکھ ہے سے صاف انکاری ہے۔" عافیہ بے بسی
 سے انگلیاں مسلتے ہوئے ہوئی۔
 "اے! اس لڑکی کی نہ جانے کون سی کل سیدھی
 ہوگی۔ چلو تم میں خیریت کی ہوں۔" لعل خدی سانس بھرے
 ہوئے رفعت نے قدم اندر بڑھائیے تو عافیہ بھی اس کے
 ہمراہ ہوئی۔

کریں پھر اس کے صرف ایک دے مسلمان ہونے کا سوچ کر ضبط کے گھونٹ بھر گئیں۔

مستعار لے سکتی ہوں بلکہ یہی ٹھیک رہے گا۔ سوچو اس کا یہ سوٹ خود سے لگائے کھڑی تھی جو اس نے کچھ دیر قبل خود پسندی کی غرض سے بیڑ پر رکھا تھا۔ ویسے تو اس کے جینز کے سارے کپڑے بہت نفیس اور اعلیٰ تھے لیکن یہ سوٹ اسے اپنی زیادہ قیمت اور زیادہ سب ڈیزائن کی بدولت سب سے زیادہ پسند تھا۔ ملٹی ٹکڑ ٹینوں سے مزین یہ نیلا جوڑا اس نے دکا دار سے کافی بحث و تکرار کے بعد لیا تھا۔ اور سوا تھوڑے وقت درجن کو یہ معاملہ جڑا ہوا ہوا تھا۔

سارے یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے، پہنچاؤں پر بھی
کوئی ایہوں میں تھی میری ہوئی ہے انجیل اور جو اسجد
یوں غیریت برتی تو میری جو چیز پسند آئے بلا جھک بغیر
پوچھے لے جایا کرو۔ ” وہ پیار سے سر اگڑا کھینچے ہوئے
بولے۔
” بلکہ ایسا کرو ساتھ میں یہ مسچنگل شوخ بھی لیتی
جاتی۔ “ احتشامی پھرئی سے شور مچاتے بڑے نکال کر
سواری کی طرف برسے اپنے اوپر شکر گزار ہی سے مقصوب
اس کے گال پر ہوس دے کہ ہر نگل مٹی۔
” دووہ بھی، بلند بھبھی میں تو خوب سمجھ رہی ہے۔
ورنہ تو اپنے شادی شدہ دوستوں کا حال دیکھ کر سخت
پریشان تھا کہ یونیورسل جنگ اب ہمارے گھر میں بھی
عمود ہوا چاہتی ہے۔ لیکن شکر ہے اب تک تو بچت
ہے۔ “ رضوان تو صوفی انداز میں بولا تو وہ فقر سے
گردیں اکڑا کر بولی۔
” یادش بخیر! سورا میری سوٹ سی کلن ہے۔ اور
دراخوا غرضی اور تنگ دل کامیری ڈائمنڈ میں کوئی
لفظ نہیں۔ “ پھر قدرے سنجیدگی سے کہنے لگی۔
” رضوان! ایک جوڑے کی وقعت ہی کیا ہے اس
میں؟ “ اس نے سورا مجھ سے سوٹ مانگنے
کا جواب نہ دیا۔ سوٹ اتنا کمبل سا تھا کہ
میں نے اس کے دونوں سر پہ چھت مار

خواتین ڈائجسٹ

۱۰۰ روپے
 ۲۵۰ روپے
 ۳۰۰ روپے
 ۳۵۰ روپے
 ۴۰۰ روپے
 ۴۵۰ روپے
 ۵۰۰ روپے
 ۵۵۰ روپے
 ۶۰۰ روپے
 ۶۵۰ روپے
 ۷۰۰ روپے
 ۷۵۰ روپے
 ۸۰۰ روپے
 ۸۵۰ روپے
 ۹۰۰ روپے
 ۹۵۰ روپے
 ۱۰۰۰ روپے

ماہی نیکیا سفید

نورینہ یاسمین

خاندان کی بیوی اور بھابیوں اتنی زندہ رہیں کہ لڑکیوں کو بھی مات دے سکتی ہیں۔ انہوں نے بڑا اچھا مقصد کیا۔

خیر خواہین کے ایسے فنکاروں کی تفصیل و صفات کے صفحات خرچ ہو جائیں گے قصہ مختصر بہت ساری خوشگوار باتوں کے ساتھ حیرت انگیز کہانیاں آ رہی ہیں۔

میری شادی پورا بیسویں کے تحت ہو رہی تھی میں اپنے شوہر کے نام اور عذاب کے علاوہ کچھ بھی ان کے بارے میں نہیں جانتی تھی۔

میرا نکاح نو نومبر کو ہونا تھا۔ کیونکہ کراچی میں بارہ بجے کے قریب شادی کی عادتیں آتی ہیں اور اگر بارہ بجے کے بعد نکاح کی عادت ہو تو وہاں دوپہر کو نکاح کر کے لے جاتی ہے چنانچہ نکاح کو مارے پکے پی پر ہونا چاہا تاکہ مارے تمام وقت پر ہو جائیں۔

میری شادی اور میری لہجہ کا نواز اور اس کے ساتھ کے دیوارت سب میری سسرال سے کیا تھا۔ میری ساس نے تو مجھ سے کہا تھا کہ میں ان کے ساتھ چل کر اپنی پسند سے لے لوں مگر مجھے سسرال زیادہ اچھے لگتے ہیں۔ (میری کہانیاں جڑ کر آتا تھا تو وہی کیا ہوگا) قند امیں نے سب ان کی مرضی پر چھوڑ دیا اور اللہ کا شکر ہے کہ میری ساس اور جیٹھل نے ہر چیز بہت اچھی خریدی۔

میں نے شادی والے دن ہفتہ ریڈ اور ڈارک گرین کلبسٹن کلر کا منگا پٹا تھا اور میرے خاندان کی ساری عورتوں نے طے کیا تھا کہ وہ سب لنگیا خوارہ پہنیں گی میری بڑی ساس صاحبہ نے اپنے لہجہ کا جوڑا

السلام علیکم قارئین پہلی بار شادی کا احوال لکھ رہی ہوں وہ بھی اپنی ملائکہ و چھپے سال جب میری ساس کی شادی ہوئی تھی میں نے تب سے سوچ رہا تھا کہ اس کی شادی کا احوال ضرور لکھوں گی کیونکہ اس کی شادی بڑے ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی مگر یقیناً شاعر

منجھ ہوئی ہے شام ہوتی ہے رات کی یوں ہی تمام ہوتی ہے تو اسی جھٹکے دوڑتے دن رات میں بیڑا سال گزر گیا میری بچی شادی ہو گئی مگر میں نے شادی کا احوال لکھنے کی فرصت نہیں ملی۔

اور اس سے پہلے کہ میری شادی بھی اتنی ہی پرانی ہو جائے میں رات کے بارہ بجے یہ رہا دیکھنے بیٹھ گئی ہوں تو مجھ میں سب کے ساتھ ساتھ میرے شوہر سے بھی عجیبے عجیبے مشابہتیں ہیں۔

میرے خاندان میں کیونکہ نوجوان لڑکی تعداد بہت زیادہ ہے تو اسی وجہ سے شادیوں بھی بہت زیادہ گار اور پردہ بنی ہوئی ہیں۔

شادی لڑکے والوں کو یاد کر کے کاہل ہے خاندان میں زیادہ رواج نہیں ہے لیکن سب لڑکیاں شادی سے کئی جیتے جیتے سے ہی جمع ہو کر ڈھول اور ڈھولیاں کی بے طرفہ محفلیں بڑی خوش اسلوبی سے سما لیتی ہیں۔ یکطرفہ اس لیے کہ لڑکے والے تو موجود نہیں ہوتے چنانچہ کوئی مقابلہ بھی نہیں ہوتا۔

لیکن میری بہن صاحبہ نے اس کی کوپرا کرنے کے لیے تمام لڑکیاں (یعنی نوجوان نسل) اور خاندان کی بڑی خواتین (یعنی بیویاں اور بھابیوں وغیرہ) کے دو گروپ بنا کر ان کے بیچ گانوں کا مقابلہ کر لیا۔

جی ہاں حیران ہونے کی ضرورت نہیں میرے

پسنا تھا اور ٹائیڈ سے گرین کلر کا شرابہ زیب تن کیا تھا وہ دونوں بہت اچھی لگتی تھیں۔ اور اب اپنی طرف کیا نکھوں۔ وہ آپ جو چاہیں خود ہی سمجھ لیں۔ (یہ بات تو سب جانتے ہیں فوراً بہت خوب صورت لگ رہی ہوں نہ سنا لہے ڈھول حسن سے جو بواڑا ہے۔)

میں بارگاہ سے تیار ہو کر تقریباً ساڑھے نو بجے لان پہنچی تھی، اچھی خاصی خشکی کے باعث موسم بہت خوشگوار تھا۔

دس بجے کے قریب ایک کولا کو عمارت سے سجائے ہر ت آگئی۔ میرے ساس مسٹر جیٹھ جیٹھانی اور ان کی بیوی سی بی کاظمہ کا دیگر رشتہ داروں سمیت میرے گھر والوں نے بار پھول اور گچوں سے استقبال کیا ان کے سنے کے کچھ دیر بعد کھانا نکھوں دو گیا اور رخصتی سے کوئی پندرہ منٹ پہلے میرے بھائی اور بیوی میرے شوہر کو موہا سے ملے۔ کر میرے پاس پہنچ کر نکھوں۔

لوہوں نے بڑا اچھا گھری شہر والی سوٹ پہنا تھا وہ بھی صرف یہ کہ پورے گھر والوں کی فرمائش پر وہ وہاں بیٹھ کر لگا چھ رہے تھے (اسی سبب ان کے گانوں کو یہ تھے۔ اپنی سے ہیں میں وہ جیسز میں بھی آتے تھے یہ ان کی شخصیت کو دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا تھا۔)

بیسویں سال کی اور مبارک بادی و صوفی کے دور میں ان کے آف ہو گئے تو سب نے رخصتی کی جلدی کر دی اس وقت میری بی بی نے قریب آکر مجھ سے پوچھا "پریشاں تو نہیں ہو نا۔"

میرے اس وقت کیا حساسات تھے وہ تو مجھے نہیں بتا۔ لیکن یہ ضرور معلوم تھا کہ ان کے لیے یہ وقت بہت سخت ہے لہذا میں سے ہی ہلکوری سے کہا تھا۔

"میرا بالکل ٹھیک ہوں ابی کپ پریشان نہ ہو۔" اس وقت مجھ اپنے لیے اور بڑے بھائی کی کئی کثرت سے محاسن مودہ تھا۔ (اللہ تعالیٰ ان دونوں کو خوش

الغرض میں جگہ سے آئیں)

بہت ساری دعاؤں کے زیر سایہ میں رخصت ہو کر اپنے گھر آئی۔ میرے گھرے میں چاروں طرف پھول ہی پھول سجے تھے میری ساس نے میری بہنوں کو بھی بلا لیا تھا انہیں بھی میرا گھر بہت پسند آیا۔ گھر والوں نے پورا درمیر کی نہیں کیونکہ ان کا خون فوراً ہی آگیا شادی لان میں کسی نے ابی کا پرس چر لیا تھا ساری ساری کے علاوہ اس میں گھر کی چابی بھی تھیں۔

صائمہ اور تابہ فوراً گھبرا کر گھر چلی گئیں اور شادی لان میں رخصتی کے بعد جو سب ان کی والے اطمینان سے بیٹھ کر کھانا دیکھ کر کھاتے ہیں وہ اطمینان بھک سے اڑتا تھا۔

میرے بھائی اور ماموں وغیرہ سب فوراً گھر بھاگے تھے اور تالا توڑ کر گھر میں داخل ہوئے تھے مجھے والے بھی اٹھ کر گھر میں سے نکل آئے تھے اس رات گھر میں در سارے خاندان میں ابی کا وہ پرس ہی باکس ہونا رہا اتصال تو کافی ہوا لیکن لگتا تھا شکر ہے کہ بھال کا مودی گھر اور سب کے موافق ہونے کے اس میں کچھ سی پیٹ جوڑے بیچ کر اس کا شکر ادا رہا ہے اور جوڑے بیچ کر اسے صدفہ سمجھتا تھا چاہے اسے پھر بہت ساری اچھی باتوں کے ساتھ اس پر اس کے گھونے کی وجہ سے کئی افراتفری نے بھی اس شادی کو مزید یادگار بنا دیا ہے۔

تعمیر و بنارس ملت میں میرا ایک ناول شائع ہوا تھا "نورینہ نظر" اس میں بیو کا نام اوپس تھا تب اسے لکھتے وقت میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک ساری نام کے شخص کے ساتھ میری شادی ہوگی لہذا کا شکم ہے کہ اوپس بہت اچھے ہیں اور میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔

اب اجازت دیں اور دعاؤں کا شکر یاد رکھیں۔ (اللہ فوراً انہیں کو ہر چیز اچھی رحمت کے ساتھ میں رکھے آمین)

نورینہ

تزیل الرحمن۔ ضلع جمل

بول کہ لب زاد ہیں کا سلسلہ شروع کر کے آپ نے ہمیں خوش کر دیا ہے اس میں ہم کھل کر اپنے جناب کا اظہار کر سکتے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ اس سلسلے میں مجھے جگہ مقرر دیں گی ہمارے اور گروہ بہت سی برائیوں ہیں۔

آج دنیا میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہر طرف چھٹی حوری شہیت، شراب بھونٹ، ہم سب چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ بھڑا رہے ہیں جس سے گھر لو سکون نہ ہو کے رہ گئے ہیں بلکہ جزیرہ میں موبائل کی وجہ سے کھال سے کھال پیچھے لگتی ہے تو بال لڑکے ہر وقت مسجد جہاں کرتے رہتے ہیں ہر لڑکا قنوت کرتا نظر آتا ہے۔ بھلی بھلی بچہ چوری کر لے گا کوئی بھری بات سے سوچنے سے نہیں اور جب ٹھیک کی جگہ پر گرنے لگتی ہے تو کہتے ہیں کہ میں تو صرف تیسرا آدمی ہوں کیا مجھے سب حساس میں ہونا کہ ان کی ایسی بھی سہیلی ہیں کل کو کوئی ان کے ساتھ بھی ایسا کر سکتا ہے۔ اسٹریکٹوں کے تو آپ والدین کی عزت کا بھی خیال میں رکھتے اور ہر حد سے گڑ جاتے ہیں۔ کیا انہیں اپنے اعمال کا خیال نہیں آتا کھیل لڑ بھڑا اپنے گناہوں میں غرق کر رہے ہیں۔

ہم سب کو چاہیے کہ اپنے اندر حیثیت الہی پیدا کریں جتن زیادہ ہم اپنے رب سے ڈریں گے اتنی ہی ہمارے عقائد معارف ہوں گے اگر ہم ان پریشانوں تکلیفوں سے بچنا چاہتے ہیں تو آپ رب سے گناہوں کی معافی مانگیں چاہیے کیونکہ ہر رب بہت رحیم ہے اور ہم کو سزا دلا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سعد خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

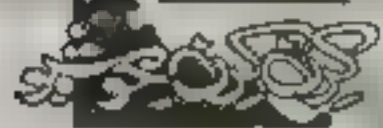
حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے عرض کی کہ اے میرے پروردگار تو مجھے اپنے پیارے عطا کر جس کے درجے میں مجھے دیکھوں اور برائیوں سے دور رکھوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اے موسیٰ تو لا الہ الا اللہ پرہیز کر“ تو حضرت موسیٰ نے کہا کہ ”اے میرے پروردگار! یہ تو میری اہمیت کا ہر ہندو کہتا ہے مجھے تو کوئی ایسی چیز عطا کر جو خاص میرے لیے ہو“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اے موسیٰ اگر ساتویں آسمانوں اور زمینوں کی تہہ کی سوائے میرے ایک پڑے میں رکھ دی جائے اور دوسرے پڑے میں لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ کا پڑہ بھاری ہو گا۔“

اس لیے ہم سب کو بے حیائی اور برائیوں سے دور رہنا چاہیے جتنا زیادہ ہم نمازوں سے پرہیز کریں گے اتنا ہی ہم اپنے اللہ سے قریب ہوں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے عقدا و ایمان میں رکھے آمین۔

مولوی اکرم۔ شیخوپورہ

یہ سلسلہ ہے جس سے انسان کے اندر کی سوچ کو باہر کا راستہ ملتا ہے وہ حقیقت ہے جس کا لہو ہر اس انسان نے چمن پر ہے جو پہنچنا چاہتا تھا مگر حالات اور قسمت ساتھ نہیں دیتی تھی۔ زندگی کی وہ خوب صورتی ہے جس کو ہر دلیق والا انسان محسوس کر سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں اپنا حصہ ڈالتے ہوئے آج اس موضوع پر لکھنا چاہوں گی جو آج کی حقیقت ہے مگر جس پر وہ ہے۔ ہم ترقی کے نام پر مادی دنیا کو لے کر آتے ہیں اور اس مادی ازم میں ہماری رو فیشن، برائیاں، بوجھ، اشتیاقیں، کمزوریاں، لہو، ڈرامہ اور جیوری کی حد تک رہتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کپڑے جتنے مختصر ہوں گے ہم اتنے مادیان نظر آئیں گے۔



ذیالور شہرت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ ذکر اہم کیسے شریف لائے اور ارشاد فرمایا۔ ”تم میں سے کون شخص ایسا ہے جو یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے (دل کے) اندر مجھے بہن کو دے کر دے اور اس کی (عشرت کی) آنکھیں کھول دے۔“ (جو یہ چاہتا ہو کہ وہ غور سے سن لے کہ جو شخص دیا میں جسی رعب کرتا ہے اور جیسی میں ایسی امیدیں باندھتا ہے اسی کے بقدر حق تعالیٰ شام اس کے دل کو اندھا کر دیتا ہے اور جو شخص دنیا سے بے رعبی کرتا ہے اپنی زندگیوں کو جھٹھلکرتا ہے حق تعالیٰ شام سے بغیر سیکھے ہم عطا فرماتا ہے اور بغیر کسی سے تھامے راستہ دکھاتا ہے۔“

سمن بھوان۔ کراچی

فیض

حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے حسنؓ کو بھیجتے ہوئے فرمایا کہ ”مناہ اپنے کنڈرات میں جیہ کرو جو سیدہ عمارتوں کو دکھا کرو، شکست گنبدوں کو دکھا کرو، ٹوٹے ہوئے میناروں کو دکھا کرو اور پھر اس سے پوچھا کرو۔“ کھلیں چلے گئے یہاں کے رہنے والے؟ کبھی تو یہاں پر رونق تھیلیں تھیں، خوشیوں کی سرس تھیں۔ پار و احباب کی طویل مجلسیں تھیں۔ آج وہ سب کھلیں چلے گئے۔ ”جینا تجھے اس کے اندر سے خاموش آواز آئے گی کہ وہ احوال کے گھر سے نکل کر پیشہ کے گھر کی طرف چلے گئے، انہاں کے گھر و حشت و وحشت کے گناہوں پر اندھوں میں چلے گئے۔“

رعب۔ کراچی

اللہ کے غلام

حضرت علیؑ کے غلام سے روایت ہے کہ میں حضرت علیؑ کے پیچھے سوار تھا کہ بیت ثعلبی کے موبائی خانے کے قریب پہنچے۔ اس دن اپنی شدید گرمی تھی اور بہت گرم ہوا میں چل رہی تھیں۔ ہم نے اچانک ایک شخص کو دکھا جو تہ بند باندھے ہوئے اور ایک چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ وہ اپنا سر اس چادر میں چھپائے ہوئے تھا اور لوٹ کو دکھانا نہ چاہتا تھا اس نے اونٹ کو موٹی خانے میں داخل کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔

”یہ کون ہے؟“ ہم چل کر جب موٹی خانے کے قریب پہنچے تو یہ عمر بن خطابؓ تھے۔ ”یہ کلام کسی غلام سے کیا ہوتا؟“ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ ”مجھ سے زیادہ اللہ کا غلام کون ہو گا؟“ عمرو بن عبد اللہ

وقت

وقت ایک ایسا عنصر ہے جو ہم جیسے انسانوں کو نکلنے کے لیے گردش میں رہتا ہے۔ ہمارے پاس سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ اس کی کشش سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے رہیں اور زندہ رہنے کی کوشش میں لپٹاں ہوتے رہیں۔ لیکن اس کے باوجود وقت کی کچھ ساعتیں کچھ حالت ایسے ہوتے ہیں کہ گزرے ہوئے دنوں کی ذات کی عمارت کو دیکھنے کی کوشش کرنے میں تو ہمیں اپنی فکر و لبت کی شہیر نظر آتی

ہے اور ان عکس ایک کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ابھی زندگی رہنا ضروری ہے۔

امیر آصفیہ کردہتی حکایت

اگر بھینس کا بورا جسم سینگوں میں تبدیل ہو جائے تب بھی شیر بھینس کو ہلاک کر دے گا کسی بھدے کا اپنی طاقت اور قوت کے بھروسے پر قضا کی گرفت سے بے خوف ہو جانا ٹھانی ہے اندھلی کو دیکھو وہ جب چلتی ہے تو بڑے بڑے تلوور درخت زمین سے اکڑ جاتے ہیں۔ لیکن گھاس عاجز اور بے بس ہوتی ہے۔ اندھلی اسے کوئی نقص نہیں پہنچاتی۔ گھاس کی عاجزی پر اندھلی کو رحم آتا ہے۔ اب اس تو بھی قضا کے دیو زور اور غور و غور ہونے کی کوشش نہ کرے۔ قصہ سے جو گھر نے کی کوشش کرتے ہیں۔ قضا کو بلند و بالا درختوں کی طرح نیست و نابود کر دیتی ہے۔ اگر تو نے گھاس کی مانند عاجزی اختیار کی تو ہو سکتا ہے قضا تجھ پر رحم آئے اور تیرے ہونے سے قضا حسد نہ کرے۔

(دہا ناراد)

بہتر امتیاز کر پتی

نئے سال کی دعا

خدا کرے کہ نیا سال تیرے دامن میں وہ سارے بھون بھونے کہ جن کی خوشبو نے تیرے حیاں میں شمعیں جلانے رکھی تھیں۔

(پروین شاکر) ارمہ کراچی

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

بلاشبہ ہر کت کے اعتبار سے سب سے بڑا کتا وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوں۔

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

اعمال کی مثال برتن کی طرح ہے نہ برتن کے سے چھ ہو گا وہ اوپر سے بھی اچھا ہو گا جو اس کے

تہ بھی خراب ہو گا وہ اوپر سے بھی خراب ہو گا۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

جست کے اندر دونا عجیب اور دنیا کے اندر جتنا عجیب تر ہے۔ (حضرت عثمان)

جو شخص لوگوں کو عقل صلح کی ہدایت کرے اور خدا اس پر عمل نہ کرے اس کی مثال اس اندھے شخص کی مانند ہے جس کے ہاتھ میں چراغ ہو اس سے وہ لوگوں کو روشنی دے اور خود نہ لکھ سکے۔ (اندھلون)

وہ جس سے کوئی ایک راستہ اقتدار کو کسی چیز کے لیے کوشش ہی نہ ہو ہر امکان کی کوشش کیے جاو۔ (لوپہ)

جس چیز کا علم نہیں ہے منہ کو جس چیز کی ضرورت نہیں اس کی جستجو نہ کرو اور راستہ معلوم نہیں اس راستے پر سرعت کرو۔ (مترجم)

سورہ بقرہ ۱۷۰ اور ۱۷۱ سورہ بقرہ ۱۷۲

ابہت آئن اسٹائن (1879-1955ء) کے بقول

اگر خدا کو کسی تھیوری پر چارے نہیں اترتے تو خدا آئن کو بیل ڈالو۔

دور اول سے عظیم انسانوں کے نظریات کو اوسط درجے کے ذہنوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

ہر بے یقینی بات ایک حکم کو بار بار اسی طریقے سے کرنا اور ہر دور مختلف نتائج کی توقع رکھنا۔

انتہائی کمزور و بے جو مسائل کو درست طریقے سے حل کر کے جنس جیسے ہو جائیں پیدا ہوتے ہوئے ہیں۔

جس شخص نے کبھی کوئی فطری بات کی ہے اس نے کبھی کچھ باک کرنے کی کوشش بھی نہیں کی ہوگی۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ میری جنگ عظیم میں کون سے ہتھیار استعمال ہوئے تھے مگر یہ یقین ہے کہ سگ

ہوں کہ جنگ عظیم چارم ہاتھوں اور ڈھنوں سے لڑی جائے گی۔

عقل مندی اور بے وقوفی میں فرق یہ ہے کہ عقل مندی کی ایسا حد ہوتی ہے۔

مرد عورتوں سے اس لیے شادی کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ایسی ہی رہیں گی جیسے شادی کے وقت ہیں اور عورتیں مردوں سے اس لیے شادی کرتی ہیں کہ شادی کے بعد وہ بے حس جاکیں گے۔ افسوس کہ دونوں کو بعد میں مایوسی ہوتی ہے۔

صرف دو چیزیں لامحدود ہیں۔ کائنات اور حماقت۔ کائنات کے بارے میں کچھ ابھی تک سو فیصد یقین نہیں ہے۔

شائعہ اعمال۔ کرچی

انسانی موت

شعاع احمد۔ وہ پروردگار کے چراغ نے ماہ میں چلنے والے مسافروں کو راستہ دکھانے میں سے بد ہوا ہے۔

گھاس میں روٹے پرانے تھکے ہوئے لوگ میری روشنی کے اور روٹے کراچی اور نیک باتیں کرتے ہیں۔ نوک ایک دوسرے کو نیک راستے پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں۔ میں نہ راہوں تو یہ نیک کام انجام نہ دے سکے گا میں بڑا ہوں۔

مندر میں روٹے چراغ نے ماہ میں تو سندر میں رہتا ہوں اور بھگوان کو روشنی میں میں نے ہی رکھا ہے۔ ورنہ وہ تو کب کا نہ جھولے گا میں ڈر رہا ہوں اس لیے میں تم سے بڑا ہوں۔

اتنے میں ایک ہکا سوا کا جھونکا آیا اور تینوں چراغوں کو ٹنڈ کر چکا گیا۔

الاس علی سلاہ اور

لو اس جنوری

حیدری کی سو شامیں ہم آج بھی جاتے ہیں

ان بیٹوں سے اپنی اور تمہاری بات وہاں نہیں پوچھے جو تم میرے سنگ چلتے کہتے تھے ان کھوکھلیاں پر وہ خوب سارے غلامیوں کے سر سے ہیں بے ہاس حد میرا اور بے جاں جوہر جنوری کی سرد شام میں ہم آج بھی جاتے ہیں لگا کر گلے لیں گھوٹوں کو آج بھی رستے نکلتے ہیں ان راستوں پر نہ گونگے کبھی معلوم ہے کہ کبھی گھر اس صحت عم ہر بار ہی کھاتے ہیں جنوری کی سرد شام میں ہم آج بھی جاتے ہیں

عبدالرحیم۔ کوہر والا

جلدی نہیں ہے

گلاب کی میر کے دروں ایک شہری سے دیکھا کہ ایک دیہاتی نے بڑا سا برتن دیو پر رکھا ہوا تھا جس میں جڑی بوٹیوں کا لٹکا تھا ایک میری گلابیوں میں اٹھا کر برتن تک لٹکا لٹکا لٹکا دیر دیر تپتی تپتی اس کے بعد دیہاتی اسے زمین پر چھوڑ کر دوسری میری کو ٹھانڈا برتن تک لٹکا لٹکا لٹکا چک جی تو دیہاتی اسی طرح ایک اور میری کو بیٹ بھرنے کا موقع دیتا یہ منظر دیکھ کر ایک شہری سے رہانہ کیا ہوا۔

اگر آپ یہ برتن نیچے رکھ دیں تو سب مرغیاں ایک ساتھ دانہ چک لیں گی اس طرح تناوخت کے گ۔

وقت کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ رسائی نہ

"صرفیوں کو کون سا نہیں جاسے کی جلدی ہے"
گڑا شاکہ کھوڑا

کاش

ہر اک شام سے خواب اس پر کاڑھیں گے
ہمارے ہاتھ اگر تیری مثل آجائے
ان تلی و نوسہ میرے ساتھ چائے پیتا تھا
کیس سے کاش میرا بچہ سہل آجائے
من جشہ عبد الکیم

بے قرار موسم

بے قرار موسم میں
یاد کے حلقوں سے
بھر تہی سے ملنے کی
دل میں کتنی خواہش ہے
آن گل دہمیری
پھر اداس شامیں ہیں
جتوری ہے آئے میں وقت
تھوڑا بلیت
لن ہی اجازت انھوں میں
زور در راتیں ہیں
سرو موسم میں
نوٹ پھوٹ جاتے ہیں

ارم انقلاب کراچی

بکھرے موتی

ہر دل تخت کی مانند ہوتا ہے اس کے حلقوں
بولے و بچے ہیں۔
طہرت اور ضد اکاس بلی کی طرح انسان کے وجود
کو بچر کر دیتے ہیں۔
عشق جس کی دلوں میں سرانہ کر جاتا ہے وہ
ظاہری زندگی گزارے کے قاتل کہاں رہتے ہیں۔
ہر انسان اپنے طہرت کے مطابق وہ سوں سے
پیش تہ ہے۔

☆ جی محبت کا جذبہ دل میں وحی کی طرح اترتا ہے
اور پھر رنگ رنگ میں پھیل جاتا ہے۔
☆ محبت اور عداوت کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

☆ یہ محبت بھی کتنی اداس کر دینے والی چیز ہے۔
☆ جہاں ہوتی ہے تو ساری دنیا امن میں ڈال دیتی ہے اور
چھین جائے تو زندگی کی تمام ہیریں تمام رنگ تمام
خوشبو میں تمام خواب اپنے ساتھ سمیٹ کر لے جاتی
ہے۔

☆ محبت پتا ہر کسی کے لیے ممکن نہیں بلکہ محبت
پھیلاتا ہر کسی کے لیے ممکن ہے۔
☆ کچھ چیزیں باتیں اور کچھ محسوس کیے جاتے
ہیں۔ ان کا احساس انتہائی بھرپور اور خوش کن ہوتا
ہے۔ ان کا اظہار ہم الفاظ میں نہیں کر سکتے۔

نوٹین اقبال نوشی۔ گاہیں بد مر جان

لفظ باتیں کریں

☆ ہم پرانے لوگوں کو یاد کرتے ہیں اور۔۔۔ دلوں
میں زندگی سر کرتے ہیں۔ ہم ماضی کو یاد دلاتے ہیں
اور حال کی زندگی کو اس میں یاد دلاتے ہیں۔
☆ ہمیں سکون سے مل سکتا ہے۔ لوگ جیسے گئے
وہ نہایت بیت کیا اس کی یاد حال کو یاد کرے گی۔
☆ سب سے بڑی خواہش ہر انسان کو خوش کرے
اور متاثر کرنے کی خواہش ہے اور اس کی سزایہ ہے کہ
انسان نہ متاثر ہوں گے نہ خوش۔

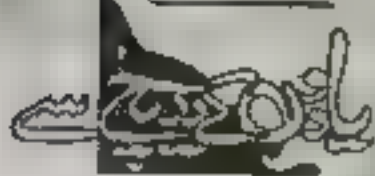
☆ ایک انسان نے دوسرے سے پوچھا بھائی آپ
نے زندگی میں پہلا جھوٹ کب بولا۔ دوسرے نے
جواب دیا۔ جس دن میں نے یہ اعلان کیا کہ میں یہی
ہوں۔

☆ جب انسان کے دل میں روشنی نہ ہو تو چراغوں
کے میلے میں کیا حاصل کرے گا۔

فوزیہ شمر۔ محنت

☆

نثر محمد



نوٹین اقبال کی ڈائری میں غریب
فرحت جاس شاکہ کی نظم

آگ جنگل در و دیوار سے

☆ آگ میرے وجود میں اتر
☆ آگ تمہاری آگ میں تمہارے جوت
☆ تمہارے رخسار اور تمہاری پیشانی چومیں
☆ تمہاری ٹھوڑی پر جو سر دلوں
☆ تمہیں کاہل لگاؤں
☆ تمہارے بال سواروں
☆ وہ تمہاری مائتگ میں سر سے بھر دوں
☆ اور تمہارے سر میں سر رکھ کر
☆ بکھڑے لوگوں
☆ اور جیتے ہوئے غلوں کو یاد کروں
☆ اور ٹوٹ کے چاروں طرف بکھرے
☆ آہنیوں کی کرچیاں چن چن کر
☆ تمہیں جی زخمی پوریل دکھاؤں
☆ اسے رات
☆ آ اور میرے وجود میں اتر
☆ اور میری ہتھیسیوں پہ آئینہ بینہ
☆ اپنا تمام روپ پھیلا دے

زیب خان کی ڈائری میں غریب

☆ ایک نظم

تم کہتے تھے کہ آؤ گے

جب جوت دستہ دلوں ہوگا

☆ جب چاند نہ پایا گل ہوگا
☆ اور من میرے گل ہوگا
☆ تم کہتے تھے کہ آؤ گے

☆ جب برف گری پہاڑوں پر
☆ جب بکریستہ ہویش ہر جی پھیلا میں
☆ صبح رخساروں پر
☆ جب ملے بنے پہاڑوں پر

☆ جب باوجود بھری کھساروں پر
☆ تم کہتے تھے کہ آؤ گے

☆ جب آنکھوں میں رست گزرنے لگی
☆ اور خواہش میں یہ کہوے گی
☆ جب رست۔۔۔ بکھڑے لگاؤں پر
☆ اور غلے۔۔۔ بکھڑے دیواروں پر

☆ تم کہتے تھے کہ آؤ گے

☆ جب خوشیاں ماری چن لو گے

☆ جب دھیرے دن گن لو گے

☆ تم کہتے تھے کہ آؤ گے

☆ اب آؤ کہ ہفت گرگی سے

☆ رخسار بھی سرخ اور چاند بھی پال ہے
☆ آؤ کہ من بے گل ہے
☆ آؤ کہ نظارے خالی ہیں
☆ آؤ کہ نقش ادھو سے ہیں
☆ آؤ کہ عکس دیوار سے ہیں
☆ آؤ کہ دھیرا خربے
☆ تم آجاؤ
☆ تم کہتے تھے کہ آؤ گے

حرمتِ روم کی ڈائری میں تحریر

ادامہ جہری کی غزل

کوئی سنگ وہ بھی چمک اٹھا تو ستارہ سحر کی کہا
میری رات بھی تیرے، مٹی سے کس نے نہ روٹی کہا

مجھے جانتا بھی کوئی نہ تھا، مرے بے نیاز تیرے ہوا
نہ شکستِ دل نہ شکستِ بلبل نہ تیری قوتی کو غرتی کہا

کوئی یاد بھی گئی تو کب، کوئی رزم کھل بھی اٹھا تو کیا
جو صبا قریب سے بھٹکی سے منتول کی گھڑی کہا

بھری دھڑلہ میری جہاں میں تھی وہ تیرے حال کی چوٹی تھی
کبھی شامِ غل سے شامِ دی گئی، کبھی کبھی کو سہری کہا

کسیں سنگ رہا، کسیں سنگ رہا، کسیں سنگ رہا
یہ نہیں بدل کو حیرت بھی، یہ تارکے سے بھی کہا

کون شایین قیصر کی ڈائری میں تحریر

قائد شریف کی غزل

اسے تو کھو ہی چکے پھر حبس کیا اس کا
یہ لنگر کسی کراہ بھوکا مال کیا اس کا

وہ ایک شخص جسے خود بھی چھوڑ بیٹھے تھے
گھڑے دیتا ہے دل کو ملاں کیسا اس کا

تمہاری آنکھوں میں چمکیں نہا میں کیسے،
جواب بنے مٹا ہے سوال کیا اس کا

تمہارے اپنے اندروں میں کوئی جھول تھا
کہو کہ مست تھا ایسا محال کیا اس کا

وہ عروق کے بھنور میں بھی مسکرا کے ملا
اب اس سے بڑھ کے مجھ ہو کہاں کیا اس کا

اب اس طرح بھی نہ بلدول کی کہ جہاں پہنچے
نہ تھا حراق سے بہتر وصل کیا اس کا

یہ سوچ کر نہ ملے پھر اسے کبھی فائدہ
کہ جالے ہو گا نہ اُمت سے مل کیا اس کا

رامشادہ مریم کی ڈائری میں تحریر

دارتد محمود ارشد کی غزل

ارادہ جو بھی کرتا ہوں، بالآخر تو ڈرتا ہوں
میں اپنے آپ کو شکل میں تنہا چھوڑ دیتا ہوں

ہنر اب آگیا مجھ کو، وفاؤں کے رکھنے کا
دکھا دے کی ہر اک چابستہ میں دلیں نہ دیتا ہوں

بچلے صدمے یہ کسی ناپ میں اور محبت میں
تعلق تو رہا ہے تو میں تعلق جو نہ دیتا ہوں

میں اکثر یوں شبِ غم میں اذیت تو رکھتا ہوں
بہ چھوٹے اپنے دل کے اپت، اتھوڑا ہوا ہوں

وہ ملے تیری قربت کے مجھے جب یاد دلتے ہیں
پھر اپنے صبر کا داس بھی میں کس چھوڑ دیتا ہوں

ابھی ہے جب کہانی وفاتِ وفاؤں اور خفاؤں کی
کہاں صدمے سے میں پھر اک یا موز دیتا ہوں

ستیا نہ بہت نہ ہوا، کی ڈائری میں تحریر

عشق نقوی کی غزل

پر حال بھی ادا اس رہا مدد نہ کر گیا
تجھ سے ملے بغیر دھیر دھیر گر گیا

عمرِ رواں خزاں کی حواس سے بھی تیز تھی
ہر گھر بزرگ زندگی صورت بکھر گیا

کسے گھرا ہوا سوں، نگہوں کے دھند
مٹا بھی میرے گھر کے درویش بول گیا

دل میں چمکتے چمکتے دھول کے بوجھ سے
وہ خوف تھا کہ رات میں موتے میں نہ گیا

وہ بات معتر بھی وہ مرے گزر گئی
جو حرف سرری تھا وہ دس میں نہ گیا

ہم ایک نون در میں سنا تے بھڑے مگر
وہ شخص آنسوؤں کی دھک میں ٹکھ گیا

عشق یہ رنگ و روپ یہ رونق بجا مگر
میں زندہ کیب رہوں کہ میرا جی تو بھر گیا

نورین شکر بیگم کی ڈائری میں تحریر

دسمبر

ہینوں کی پرانی شہزادہ تھی
حصیل کے پلے کنارے پر کھڑ
پیشی، خاکر چادر کو پیچے ملا رہا ہے
جھوری کے بدل پر
ماقی تھپاٹاں پیٹ کر رہی ہیں
اور نیچے ہسٹری گاؤں میں
سے برشس کا جش تھا

عائشہ جا سمیر نوید کی ڈائری میں تحریر

دسمبر

محلِ صاں پہ دی سڑیوں کا موسم ہے
تمہاری ہاں پہ دی سڑیوں کا موسم ہے

دخست پہ جو کبھی بخود نون سے ڈالا تھا
اس اک نساں پہ دی سڑیوں کا موسم ہے

سنگ رہی میں ذہن میں قیاسِ نظریں کی
مگر زبان پہ وہی سڑیوں کا موسم ہے

تمہارے سنا تے یہ سونے کے ہاتھ، چمکیں گے
مرے مکان پہ وہی سڑیوں کا موسم ہے

تیری جذباتی کے بل سے ہوسے عشقِ جنود
کہ اس جہاں پہ وہی سڑیوں کا موسم ہے

وہ مجھ کو سونپ گیا فرشتے دسمبر کی
دخست صاں پہ وہی سڑیوں کا موسم ہے

جہاں سے سب نوداں مل سکتے رکھتے ہیں
پر سسناں پہ وہی سڑیوں کا موسم ہے



دسمبر کی خوشی مسجلی سے

نورین یا سمیر



نورین یا سمیر

نورین یا سمیر

فوزیہ شربت

یہ بھی ختم ہجر کا موسم ہوئے سال میں
کوئی خواب ہی تیرا خواب ہوئے سال میں
کبھی یوں بھی کسی شب مجھے تو آئے
مجھے نہ تھکوں کا حساب ہوئے سال میں
مدرہ و ذرا ناخوش ہوں خواب و بیدار
اب کے برس کہ ایسی تیرا سیر کرتے ہیں
س کے کہ شہر عفت ہجر کرتے ہیں
حرار کی جاڑ شاہیں آئیں لگے سال
اسی بہار و شربت کو ذرا خیر کرتے ہیں

فوشیہ اقبال خوشی

آکر بھی غنیمت کا موسم ہیں ہر
آکر بہاروں پہ بھی رات ہی ہے
خوشی کے حروں سے ہر سال کی ہوتی ہے
سب کچھ ہے میرے شہر میں اک تیری کمی ہے

عفت جس

وقت تو یہ عفت ہوا
ختم اک دننگ کا سال ہو
کتنی شدت سے کوئی یاد آیا
آج بیت تر محال ہو

عزیز کیم

ہیت اک سی تصویرہ مافی ہے انکھوں میں
یہ پیمبر ہجر سے وہ اب منظر اک بدلتا ہے
کسی کمر سال ہو کی مبارک یاد کیادی جلتے
کیسے لڑنے کے بدلے سے عقد کب بدلتا ہے

طوبی اکرم

یہ سال ہی داس رہا رہو گھر کر گیا
تم سے ملے بغیر دھم گریہ گیا
تینم جو ہری

مستی ہے برسوں میں ہلندی
مگرے میں بل ہجر نکلتا ہے

گردیاں و گردیاں

آگہی کا غلاب باقی ہے
کھل چکی تھو خوب باقی ہے
وقت بیکلی تھا اڑ گیا کب کا
ڈائری میں غلاب باقی ہے

ایم دھان

تیری یاد اور برف باری کا موسم
شکستہ رہا دل کے اندر کیلے
امادہ تھا جی یوں گی تجھ سے بھر کر
گزدتا نہیں اک دھمیرا نہیں

برہی ہاں چوٹ

سردیاں بارش ہو چائے کا کپ
وہ یاد آ رہا ہو شام جو
یار لئی ایسے مجھ سے بیک
وہ کبھی مجھ سے غما ہواش نہیں

کرتا

موسم کرب ۱۰ انتظار ہی جھوٹ
دل نہ مانے تو دھن یہ بھی جھوٹ
موت تری طلب ہی معر شہب
زندگی تیسرا اعتبار بھی جھوٹ

جاسم مریم قریب

تکینوں اور پھرے ہر سردیوں کی شاموں میں
میں طرح تو ہو تلبہ اس طرح کے کاموں میں
آمر طران

اقتی ہاں

برسوں بعد بھی اس کی عادت نہ بدل سکا کس
کاستن میں دوست نہیں اس کی عادت ہوتا
اقتی ہاں

ہمیشہ تازہ دم اس کے جتنے تک پہنچا ہوں
تھکن اس وقت ہوتی ہے وہیں گھر میں ہیں
گسلائی سسٹرن

مجھے کچھ کہیں جھوٹ کر لو جھٹی
تجربہ سے سکھتا ہمارا ہوتا

دھواں شکر نو

پلڑی چھپانے تو دیکھی چادر ہم نے
تجربہ کو چاہ تو پھر اوقات سے بھر کر چاہا
زیست اسل بھی ہو سکتی تھی لیکن ہم نے
تیری پاہت کو ہر ایک بات سے بھر کر چاہا

نشا فوری

تم تکلف کو بھی اسلام سمجھتے ہو قور
دوست ہوتا نہیں ہر بات ملائے ملا
غل ہا

میرے ہر کوئی ابر کیا مری وہ ہر بار ہر کوئی
مجھے بڑھنے دے انہیں میری فادیں روبرو
یہ محسوس نعل ہمارے ہی دست یار ہوا
کوئی اشک میرے شہر سا کوئی رقم ہجر غلاب کر

نہرو اقرا

آرزو ارمان ، جاہت دعا کچھ بھی نہیں
تجارت کچھ باسی لیکن اس پر کچھ بھی نہیں
کبھی کس فتن چہرہ سے نکلتا ہے خواب
دوستی دلوں ، ہمدردی دلوں کی نہیں

اقصی عدا ہجر

اس شب گٹ ٹوٹ گئے تھے پاہر بکا اور شہ
تیموں ہی کب ساتھ اٹھتے تھے چاند لونا اور شہ
سارے خوب غلاب ہوئے اندھ بنال دواں
کسی برستے پر پہنچتے تھے پاہر ہر عدا میں

صدف عدلت

وہ کسی موڑ پر اک بار تو پہنچے راخند
کہ اسے انجان مسافر تو کہہ کر چلے گیا
سندوں اعجاز شہ

کچھ تمنا کچھ طلب کچھ مدعا ہوتا نہیں

ختم پھر بھی گشتگو کا سلسلہ ہوتا نہیں
خوار ہو ترسا محسوس کر لیتا ہوں تیرا ہر شہ
تو ہی تو ہوتا ہے کوئی دوسر ہوتا نہیں
سمیرا عدا ہجرت

طہر کرتے ہیں جو لوگ ان کو دکھانے کے لیے
نوٹس تو ہمارے یاد دہانے کے لیے

ملاں جھٹ

جس شاموں میں نہیں بھونٹنا چاہوں
وہی رتیں غلاب ہوتی ہیں
اپنی یادوں کے سلسلے دو کو
میری تیندیں غلاب ہوتی ہیں

حربیب

انکار ہی سہی خوشی اس بات کی ہوتی
چکے سے میرے کان میں کچھ تو کہہ مجھے
نازش برنگان

ہم سے ہر دکھ کو محنت کی غلابت بجا
ہم کوئی تم تجھے کر زمانے سے شکایت کرے

نداد

جیسے اس شخص کو کسائے میرے سہمے
رات ہوتی ہے تو بیکوں پر آ کر آجائے
میں اسے ایسے جلال سے نکال کر آجائے
دعا میری جوتی کے ہر ہتے میں مگر حاجت

آتم دھواں

اس کو تیسروں کے گھر میں سناؤ
دور شمال دی شہروں کے غفل میں بھاؤ

وحدت حد رقص

مجھے کاشا تھکے وہ تیری آنکھوں سے ہو چکے
تھکن ہو تو ایسے ہو محنت ہو تو ایسی ہو
نوب دلوی سونگی

کچھ طبیعت ایسی ملی تھی ایسی

چمن سے جیسے کی صورت - ہوتی
ماہ لورلی

آسیب کی مانند مری ذات میں عابد
میں ہے کوئی چہرے کے نکلتے ہی نہیں ہے

منازل - مودا شاہ
ٹو لپرس - مومنی رما
شکایت - رور جوتی پلانو

مجبوری

”یہ کیا شتم نے اس سے شادی کر کے کا پکا اور دو کمر لیا ہے۔“

”خود اتنی سہلی ہو گئی ہے کہ کہ کوشش کے باوجود اس کی انگلی سے وہ بیتی انگور ٹھنی نہیں نکلی جو میں سے اسے منگلی کے موقع پر سہلی تھی۔“

۱۰۰

فصل دوم سے لے کر

”جس وقت آپ چاند تلک جانے والے تھے علی
سوارے میں سوار ہوئے تو آپ کے دل میں کیا خیال
تھا۔“

خدا نواز مسکرایا اور بولا۔ ”مجھے تو یہ فکر سنا رہی تھی
کہ اس سوارے کو خدا میں بے جا مانے والے رات
میں جہنم کی آگ میں جلا دیا جائے گا۔“

”جس وقت آپ چاند تلک جانے والے تھے علی
سوارے میں سوار ہوئے تو آپ کے دل میں کیا خیال
تھا۔“

نہ انگریزوں سے بھرت

تحقیق

ایک بہت قد، تراکم ٹیکس کے دفتر میں بڑی دیر سے گھوم رہا تھا۔ ایک ایک کمرے کا دروازہ کھول کر دیکھتا اور گے بڑے جانتا ایک جگہ کسی نے پوچھا۔
”جہاں آپ کو ٹیکس سے ملتا ہے؟“
”جہاں بے ماری سے کدھے سے ملتا ہے۔“

تھیں تو صرف یہ دیکھنے کیا تھا کہ آخر میں کن
لوگوں کے پاس جرنیام گرا ہوگا۔
پیشی الطاف علی شاہ

Dr. J. J. J.

ایک شہر کی گاڑی چڑھ ہوئی۔ اس نے ہاتھ دلتے
کے لیے اسکو ہٹال کر ایک جگہ رکھے تھے کہ اتفاق سے
سب کے سب ہاتھ میں گھر گئے، سامنے ہی چوٹیل خانہ
تھا، شرابی پاگل خانے میں ٹھہر گیا اور ایک پہل سے
اسکو ہٹال کر چل گیا۔ اس سے کہا۔

”تو یہاں پہنچے ہاتھ تیرے ہاتھوں سے لیک ایک
اسکرپٹ میں ہے، سو تو تجھے میں لگا دیجئے۔“
= میں کمر شری کو بدی حیرت ہوئی اور اس نے
پوچھا۔

پیارے دو تہہ مکمل ہو پھر اتنی اچھی ترکیب نہیں
کیسے سوچیں؟ اس پر مکمل نے جواب دیا۔
”میں یہ مکمل ہوں، ترکیب میں ہوں۔“
سعدیہ نے کہا کہ ہمارے

اس طرح بھی ہوتا ہے

مہمان نے میزبان سے التجا کی۔
 ”جناب! آج مجھے صبح چار بجے ضرور جگا دیجیے گا“
 کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر گاڑی چھوٹ جائے۔ ”اس پر
 میزبان نے فوراً کہنا۔

”جی میں ضرور جگا دوں گا اگر میں ہلے تو صبح آپ کو جگا کر گاڑی میں سوار نہیں کروں گا تو میری بیوی آپ کے ساتھ مجھے بھی گھر سے نکال دے گی۔“

5

پاکل خانے میں ایک کلاں پر چھ کلک لگائے
 بہت دیر سے کھڑا تھا اور ایک محسوس ہو رہا تھا یہ وہ
 سن رہا ہے یہ سب کچھ ڈانٹر میڈا بلور رہا تھا نسبت
 دیر تک وہ اسی حالت میں کھڑا رہا تو ڈانٹر نے اس سے
 پوچھنے کی کوشش کی پاکل نے "شش" کر کے اسے
 چپ رہنے کا اشارہ کیا ڈانٹر نے سوچا دیکھیں تو سہی
 آخر کیا بات ہے نہ ہو سکتا ہے اس میں سے کوئی آواز
 وغیرہ آ رہی ہو یہ سوچ کر وہ بھی دھچکارے کاں دگا کر کھڑا
 ہو گیا اور — پانچ منٹ بعد وہ جہاں پاکل سے کہنے
 لگا۔

”تم کیا سن رہے ہو؟ مجھے تو کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے۔“
 ”پاکستان کے گناہ۔“
 ”اے پاکستان میں ایک گھنٹے سے یہاں کان لگائے
 کھڑے ہوں؟ تب مجھے کچھ سنائی دے گا تو بعد پانچ منٹ
 میں تجھے یہ سنائی دے گا۔“

سورہ عبد اللہ - یو اے ای

تعارف

ایک صاحب اپنے نئے دلے تفریح کے لیے تھے۔ ایک دوست نے کہا: "اس گھر کے ساتھ کمالی چار ہے ہو؟" ان صاحب نے جواب دیا: "یہ گھر تو یہاں ہے آپ کو؟" دوست نے فوراً کہا:

”ہاں میں آپ سے نہیں کہتے تو طلبہ اور۔۔۔“
 اللہ تعالیٰ بخیر ارستہ

24

ایک معروف ڈاکٹر اسلئے سے وقت مقرر کیے بغیر میری
مریض کو نہیں دیکھا تھا۔ ایک نوجوان نے چار بار ملنا
نہی کیا، لیکن چار بار ڈاکٹر نے یہی جواب دیا پسے میری
تذنیق سے اس کی وقت مقرر کر دیجیے۔
پانچویں بار جب اسے میری خواہش سے اس نے

کھڑے بیچ میں کہا۔ "آپ تو ڈاکٹر صاحب مجھے آپ
ایسے دیتا ہے۔ آپ کی سیکرٹری کے ساتھ وقت بے وقت
کر کے تو میں چار شاہیں گزار چکا ہوں۔"
کرنل عدنان۔ کراچی
مکہ کو ملک لگائی

ایک توہی ۱۰ سرب کو ۱۲ روپے دیا۔
 "تیسرے کارخانے میں ایک لکڑی کے ٹکڑے میں تیار کیا گیا
 ہو گیا، میرا کارخانہ جل کر رہ گیا ہو گیا" ۱۰ سرب نے
 پوچھا۔
 "تمہارے کارخانے میں کیا بنا رہا تھا؟" جواب دیا۔
 "ایک بچہ کا سامان۔"

خوف

ایک قوی پریوی کو گولی مارنے کے جرم میں مقدمہ چلا۔
جج نے پوچھا۔ "تم نے اپنی بیوی کو گولی کیوں ماری؟" شدہ ہر نے کہا۔

”جی میں شائد نہیں اور کچھ ہاتھ اچھے ہوں تو میرے
ساتھ آئے گا۔“

اسی طرح کہ وہ خود تھماری ہسپتال کے سامنے آئی
لیکن تم نے وہ ساری گولیوں چلا دی
جو اب ملے۔ اس لیے کہ وہ اس گولی سے مری نہیں
تھی۔

امیر آصف کراچی

شان بے نیازی

ایک شخص فٹ پاتھر بنے ہوئے فقیر سے
 قریب سے گزرا تو دیکھا ایک فقیر کا منہ بند ہے، ایک
 ایک منہ یہ پتلیس پیسے کی تو از برابر آ رہی ہے اس
 قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ فقیر نے یہ تو از
 میں بھر رکھی تھی۔

حیرت پر تھک چکے ہوئے جب ان اور آگے پر
ایک فقیر نے اپنے قریب بورڈ لگا رکھا تھا جس پر

"میں روتی، ہنست اور چپک بھی لے جاتے ہیں۔"

شکار

جس ٹھیک ہی رہا۔ "خاتون نے مایوسانہ سہجے میں کہا۔"

میرا دل بھلا کر رہا ہے۔

محبوری

ایک صاحب سردی کی رات میں گاڑی چلا رہے تھے۔ دھند کی وجہ سے سامنے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اچانک اس کو گاڑی کے سامنے ایک ماں بقی نظر آئی۔ انہوں نے اسی کے پیچھے گاڑی دوڑانی شروع کی۔ تھوڑی دیر بعد اگلی گاڑی رک گئی۔ انہوں نے خوب ہارن بجانا شروع کیا۔ جب سامنے والی گاڑی نہیں چلی تو وہ اپنی گاڑی سے نیچے اترے اور اگلی گاڑی والے سے کہنے لگے۔ "گاڑی روک کیوں رکھی ہے پھانسی کیں نہیں؟" جواب ملا۔ "بھیا میں نے تو گاڑی اپنے گھر تک پہنچا رکھی ہے۔"

مشورہ مفت

کرپور ریسٹ ہاؤس کے مکان سے کہ۔ "آپ کے گھر کی چھت پانی ہے اسی سے مرغیاں بھیک رہی ہیں۔"

مالک دیکھنے لگا۔

"پھر آپ موسم کا خیال کرتے ہوئے کچھ دھوپ کے مرغیوں کی بجائے ٹھیکیں کیوں نہیں پال لیتے؟"

اسما کوئی

مایوسی

ایک خاتون ٹیلی فون پر اپنی سہیلی سے باتیں کر رہی تھیں۔

"میں نے گھر پر بعض دوستوں کو بلا دیا تھا، بڑی تفریح رہی، تمہیں فون کیا تو پتا چلا کہ تم نہ جانے کہاں گئی ہو۔ میرے میاں شکار کو گئے ہوئے تھے شیر کے شکار کو۔"

"مجھ کو؟" سہیلی نے کہا۔

"تمہارے میاں شیر کا شکار کھیلنے گئے تھے؟ کیا راز؟"

شکار

جس ٹھیک ہی رہا۔ "خاتون نے مایوسانہ سہجے میں کہا۔"

میرا دل بھلا کر رہا ہے۔

عمرانہ سکین

خر ہش

کسی ملک کے وزیر خزانہ نے یہ ٹکلف احباب کے حلقے میں چھپ رہے تھے۔

"میکین کا تہانہ بھی کیا تہانہ ہوتا ہے۔ ان دنوں میری تنہائی کہ بڑا بوجھ ہے۔ انکو ہوں گ۔"

"مبارک ہو۔" کسی ستم خیز نے کہا۔

"مراد پوری ہوئی۔"

ایمان۔ کراچی

بزرگوں خواہش ایسی

ایک عورت کی بی بی سوس سالگرہ کے موقع پر ان کی سہیلی نے پوچھا۔ "ان تمام برسوں میں آپ کو بھی شوہر سے فراق لیے نا تھا؟"

اس عورت نے جواب دیا۔ "میں صرف قتل کرنے کا۔"

دھند۔ کراچی

سج

عدالت میں وکیل نے گواہ سے کہا۔ "تم بہت ہوشیار اور چالاک معلوم ہوتے ہو۔" گواہ نے کہا۔ "میں بھی آپ کی تعریف میں یہی بات کہہ سکتا تھا۔"

لیکن کیا کروں میں نے۔۔۔ قسم کھا رہی ہے کہ جو کچھ بھی کہوں گا جی کہوں گا۔"

موش۔ لاہور

انتقام

ایک خاتون کو اس بات پر بہت غصہ آ رہا تھا کہ جس میں اس کا خلوہ جن بوجھ کر ایک خوب صورت لڑکی کے قریب کھڑا ہے۔ اچانک وہ لڑکی مڑی اور اس شخص

کو ایک پھڑر سید کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "لوں کے چنگیاں لینے کا مول۔"

جب دونوں شہر اور بیوی بس سے اترے تو شوہر نے کہا۔ "میں نے اس لڑکی کے چنگی نہیں لی تھی۔"

بیوی نے کہا۔ "میں جانتی ہوں چنگی دراصل میں نے لی تھی۔"

شائعہ احوال کراچی

میک اپ

معروف ہوٹل میں جمیر تھ کامرس کی پارٹی تھی۔ جو کچھ بزنس میں نے پوچھا۔

"خواتین کی عمر مڑوں سے زیادہ کیسے ہو جاتی ہے؟"

ایک رنگ بنانے والے ادارے کے سربراہ مسٹر کلثوم نے۔

"خواتین کے چہرے کا رنگ انہیں لمبی عمر عطا کرتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ جن عمارتوں کے رنگ بدروغ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، ان عمارتوں کی عمر بھی لمبی ہوتی ہے۔"

بہت کیا ان۔ کہوڑا

تدبیر

"یار ریکش کے دوران آپ نے کبھی کوئی ناقابل فراموش غلطی کی ہے؟"

ایک مشہور معروف سرجن حیدر شاہ کے دوست حسن نے بے تکلفانہ انداز میں سوال کیا۔

"جی ہاں، صرف ایک دفعہ میرے دوست۔ حیدر شاہ نے بتایا۔"

"کیا وہ بہت خطرناک غلطی تھی؟" حسن نے پوچھا۔

"جی ہاں، بے حد خطرناک۔ حیدر شاہ نے بتایا۔"

"کیا؟" حسن نے مزید پوچھا۔

"میں نے میرے پاس آپریشن کے لیے کیا۔"

"خاتون کو لود ایک بڑا روبرو نہیں وصول کیا۔"

"خاتون نے بہت قسم کھائی۔"

"یہ کیا غلطی ہوئی؟ حیدر؟" حسن نے مزید استفسار کیا۔

"میں نے حسن یا راجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے پاس بچہ ہزار روپے تھے۔" حیدر حیدر شاہ نے مزید وضاحت کی۔

سیدہ نسبت زہرا۔ کہوڑا

پہل

ایک صاحب نے بیوی سے شکایت کی۔

جب میں بار مونم بجاتا ہوں، آپ کا کتا بھونکنا شروع کرتا ہے۔" بیوی نے جواب دیا۔

"میں میں بے چارے کے کتا کا تصور پہل تو آپ ہی کرتے ہیں۔"

فوزیہ شرمشاہ۔ مہرات

جسٹریک

"شادی سے مجھے انکار نہیں، لیکن میں بیا شوہر چاہتی ہوں جو سخیل ہو، عقل مند ہو اور خوب صورت ہو۔"

"تو کیا آپ ایک ساتھ تین آدمیوں سے شادی کی خواہش مند ہیں۔"

راہو یا حسین۔ کراچی

رازدواں اپنا

ایک صاحب نے شام کی چائے پیتے ہوئے تنہائی میں اپنے لڑکے کو بلا کر کہا۔ "آج تمہاری بیجی کی طرف سے مجھے ایک خط ملا ہے۔" سن کر لڑکا تیزی سے بولا۔ "ٹھیک ہے پاپا سے رکھ لیں۔ میں ہی کو نہیں بتاؤں گا۔"

رشتہ اقبال۔ کراچی



حُسن و صِفت

آدہ

ماسوں کا عذاب

ہم سب اس بات سے غافل و غافل ہیں کہ تو عمری کا اندر جسے ہم انگریزی زبان میں "ٹین" کہتے ہیں وہاری رنگی کاسب سے زیادہ طویل اور مستطیل شکل میں ہوتا ہے۔ یہی حقیقت ہر انسان کی بات کے مطابق ہے۔ اس کے دور کو طویل اور مضرب "کا دور" کہا جاتا ہے۔ یہ دور ہوتا ہے جب انسان کی جسمانی اور ذہنی جہت اعتبار سے بہت سارے مسائل کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔

تین آج کا زمانہ انسانی زندگی کا وہ زمانہ ہوتا ہے جب انسان نہ درست تدبیروں سے گزر رہا ہوتا ہے۔ یہ تبدیلیاں پسیدہ بھی ہوتی ہیں اور پستیدہ بھی۔ تین آج کے لوگوں کا ایک بہت بڑا مسئلہ ماسوں کا ہے۔ صحیح طور سے کسی کو بھی یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ماسے کیوں بنتے ہیں اور ان کے وجود میں آنے کے اصل اسباب کیا ہیں۔ لیکن اس مسئلے میں تحقیق کرنے والے اس امر سے یقینی طور پر واقف ہیں کہ ماسے تو عمری کے زمانے میں نکلتے ہیں اور یہ ماسوں کی بھی ہوتے ہیں۔

اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک کے بھی ماسے نکلتے تھے تو اس بات کے پورے امکانات موجود ہیں کہ آپ کے بھی ماسے نکل آئیں گے اور اگر ان دونوں ہی کے ماسے نکلتے تھے تو پھر اس بات کے امکانات اور بھی زیادہ وسیع ہو جاتے ہیں کہ آپ کے بھی ماسے نکلیں۔

اگر آپ کے چہرے پر ماسے ہیں تو ذرا اپنے گرد گرد نظر ڈالئے۔ آپ کو جلد ہی احساس ہو جائے گا کہ اس معاملے میں آپ تنہا نہیں ہیں۔ بارہ سے پچیس سال تک کی عمر کے تقریباً پچیس فیصد افراد ماسوں کا شکار ہوتے ہیں۔ بیشتر میں ان کے

چہروں پر نکلنے والے ماسے معمولی عمر کے ہوتے ہیں جنہیں بھیر موخوں والے ماسے کہا جاتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور ان کے منہ سفید یا سیاہ ہوتے ہیں اور یہ اکثر نپٹتے رہتے ہیں۔

لیکن بعض لوگ وہ شدید قسم کے ماسوں کا شکار ہو جاتے ہیں جنہیں سو جن والے ماسے کہا جاتا ہے۔ یہ مسلسل نکلتے رہتے ہیں اور چہرے پر پھینٹتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات تو چہرے کا بڑا حصہ ان سے ڈھک جاتا ہے۔ بعض اوقات تو یہ دانے چہرے کے علاوہ گردن، پشت، سینہ اور جیزوں پر نکل آتے ہیں۔ یہ زیادہ شدت اختیار کرنا نہیں تو ان میں سے کچھ بھی پڑ جاتی ہے اور یہ اکثر اپنے پیچھے یا تو چھوٹے چھوٹے سودا خ چھوڑ جاتے ہیں یا نشانات۔ یہ برائے نکلتے رہتے ہیں اور سخت پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ ماسے اس وقت نکلتا شروع ہوتے ہیں جب وہ عموماً (تین دن کا) (سیس سال کی) ایک مددنی مادہ پیدا کرتے ہیں، ضرورت سے زیادہ فعل ہو جاتے ہیں اور "ہور ٹائم" کرنے لگتے ہیں۔ اس کی وجہ غالباً بارہ سال کی تبدیلی ہوتی ہے جو کہ اس وقت اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ سیس سال کا ایک کام یہ بھی ہوتا

سرخ شملہ مرچ ایک عدد
پیلی شملہ مرچ ایک عدد
زیتون کا تیل چھ کھانے کے چمچے
سن (چوب کیا ہوا) دو جوئے
سرخ (پلی) ایک عدد (پنکے سلائس کٹ لیں)

پاشا
پارسلے (چوب کیے ہوئے) میں کھانے کے چمچے
نمک مکلی مرچ چار ڈاؤر حسب ضرورت
پنکے (کٹ کر کیا ہوا) حسب ضرورت

شملہ مرچ کو گرم کرل کر رکھ کر سیکنگ لیں۔ جب چاروں طرف سے سیاہ ہو جائیں اور چھلکا اترنے لگے تو اسے کرل سے اتار کر ہر ایک میں ڈال دیں اور پانچ منٹ تک سرخ بن دیں۔

شملہ مرچ کا چھلکا اتار کر چار ٹکڑے کر لیں۔ پیچ اور داغی نکل دیں۔ پھر لپے اور پنکے سے کسی کٹ میں ایک بڑے فراٹنگ میں بھون کا تیل گرم کریں اس میں پیار اٹل کر دوڑھائی کر پانچ سے آٹھ منٹ تک پکائیں۔ حسب پاز ٹرائل ہو۔ ٹھ ہو جائے تو اسے ڈال کر دو منٹ تک ہلاتے رہیں۔ اسے ایک طرف رکھ دیں۔

ایک چمچ برتن میں پانی گرم کریں جب اس میں ایک ابل آجائے تو پاشا اور نمک ڈال دیں اور پختہ دیں جب تک کہ پاشا نرم ہو جائے اسے پھلے میں ڈال کر تھریں اور خشک کر لیں۔

فراٹنگ پن دوبارہ چمچے پر رکھیں اور پانچ میں شملہ مرچ نکس کریں۔ آہستہ آہستہ چمچ پلاتے رہیں۔ تین کھانے کے چمچے پاشا کا ابلنا ہوا پانی نمک مکلی مرچ کو پیار سے ملا دیں اور ہلاتے رہیں۔

پاشا بھی سبز لوس میں شامل کر دیں اور دوڑھائی آٹھ پر تین سے چار منٹ تک پکائیں۔ جب سوس کے ساتھ اچھی طرح مکس ہو جائے تو تیار ہیں۔ پاشا سو کرتے وقت پیچ کے ساتھ پیش کریں۔



پکائیں۔
جیلہ چیز کی تو می مقدار ڈال کر اس میں پھلے جانے تک پکائیں۔ اس کے بعد اس میں ذبجون مشو ڈال کر مکس کریں۔

تیار کی ہوئی چیز سوس کو پوائنٹل کے ہوئے میکرونی میں ڈال کر مکس کریں۔
ایک فراٹنگ پن کو بھون سے کوٹ کر کے اس میں تیار کئے ہوئے آمیزے کو پھیلا دیں اور اس کے اوپر چھ ڈال کر دونوں اطراف سے گولڈن براؤن ہو جانے تک فرم کر لیں۔ (چاہیں تو اس کے سلائس کٹ کر پانی کی کرل پہ تھوڑی دیر پکا بھی سکتے ہیں۔) چیز میکرونی تیار ہے کہ حسب کے ساتھ سرو کریں۔

چکن روٹس پاشا

ضروری اشیاء :
چکن (سورہ) میں کٹا لیں اور چھلکا

ایک کپ
حسب ذائقہ

کلی مرچ دو ڈاؤر
لال مرچ دو ڈاؤر

ہری مرچ (پلی ہوئی) ایک کپ
کریم دو کپ

چھلکے دو کپ
کونسن پاشا دو کپ

تیل دو سے تین کھانے کے چمچے

چکن میں دی، نمک مکلی مرچ، لال مرچ، ہری مرچ، گرم اور پیچ ڈال کر ایک گھنٹہ کے لیے میسینٹ کریں۔ اس کے بعد اسے بھلی آٹھ پر پختہ کے لیے رکھ دیں۔ جب اس کا پانی خشک ہو جائے تو بھون لیں۔

ساتھ میں ابلے ہوئے پاشا ڈال کر مکس کریں اور گرم گرم سرو کریں۔

نوٹ : چکن بون لیس بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔
پاشا شملہ مرچ اور پیاز کے ساتھ

لازمی جزو ہیں۔ "ناتے میرے نام" میں ایسے نام کا شدت سے انتظار رہے گا۔ اللہ رب العزت آگن کو دن و رات چوگنی کا بیانی عطا فرمائے۔ آگن ج۔ پیار کی مسکن یا آپ کے فیصلے سے اندازہ ہوا کہ آپ کتنے لذت و شوق اور باریک بینی سے کرن کا مطالعہ کرتی ہیں۔ ہمیں بہت خوشی ہے اس بات کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری قارئین کی محبت ہمارے لیے اسی طرح قائم رکھے۔ (آمین) آپ کی تحریک تمام مصنفین تک ان طور کے ذریعے پہنچانی جاری ہے۔ تنزیلہ مقصود تنزیلہ ریاض نہیں ہیں۔ تنزیلہ مقصود ہماری نئی مصنفہ ہیں۔

سوئیاریانی۔ کھانیاں مخلکہ بالا

سب سے پہلے آپ سب کے نام یہ دیکھ کر اللہ پاک اس سال کو سب کے لیے مبارک ثابت کرے اور آپ سب کی ہر آرزو خوشی تھی بن کر آپ کے آگن اترے۔ (آمین) اس بار کرن کا انتظار بہت گرا۔ ذرا۔ خیر کل کرن ہاتھ آیا۔ اب تب بھی کرتا ہے وہ سب کا عمل اچھا کرتا دیکھ کر سونے کر جان میں ایک اور طرح کی تصویر آتی ہے مگر یہ ناگہان ٹھیک تھا۔ اتنا ہی میں نہیں سوچتی کہ وہ کچھ کر رہا تھا۔ بالی آگنی پڑھے ہی نہیں۔ سب سے بڑے کے جواب سب بڑے کے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ میری طرف اپنی دلی لا آگن اور وہاں کی خوب صورت یادیں سب ہی لڑکیوں کے ساتھ ہیں۔

کھل ٹائل میں "عشق آتش" "رحمہ" اور "کاغذ ہرنگا" ہے دیکھ ہوا۔ مگر خیر مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ مجھ کے ہاتھ اچانک پھر بن گئے یا کچھ نہ اندر سے پھری تھے۔ پھر مجھ کو جلد تک کیسے اور کس راستے تھی کیا نور اللہ کی سہیلی اس کی مدد کی اور اپنے ہاتھوں سے اس کو وجد ان کا ہم سفر بنایا اور پھر ہاتھ اس کے لیے ناراض ہوا کہ انہوں نے مجھ کی مرضی کے بغیر فیصلہ کیا تھا۔ خیر بہت عطا سہیلی انتظار ہے کہ آگے کیا ہوتا ہے۔

ٹائل "در دل" بھی جلدی جلدی پڑھ لیا۔ اور یہ ہمارا مقصود حسین جانے کتنے پکڑ لگا پکا ہے "نبیلہ" نے اب پکڑی لیا ہے ہم کو "بلوٹ" "مگوشہ عافیت" "شوں تو زبہ" ہے مگر مصلیٰ کو کوئی مار دلی گئی وہ بھی دوسرے نے "عین نہیں تیا۔

تو کیا مصلیٰ نے اسی دن نکاح کیا تھا اور پھر لوٹ بھی آئی۔ اب جانے حصہ کے ساتھ کیا ہو؟ کیا پتا ہے۔ مصلیٰ بھی زندہ ہو خیر اگر اسے یاد دیا گیا ہے تو بہت برا ہوا ہے۔ لکھنی کا "ہمارا تلی" ہے "بھی ٹھیک تھا۔ بس مجھے بھی کبھی حیرت ہوتی ہے جب کہیں ایسا اتفاق پڑھتی ہوں ہوں کہ دنیا نے سورہ کو ختم کیا اور سورہ سہل کی محبت لکھی مجھے ایسے اتفاقات زیادہ کر حیرت ہوتی ہے جاتے کیوں؟

افسانے بھی سارے پڑھ گئے سب ہی اپنے تھے خاص کر "تم سے محبت ہے" مجھے سونے کی حرکتیں پڑھ کر بڑی ہنسی آئی۔ "موتنی ہے رست" بھی اچھا تھا۔ اور نازیہ کا افسانہ بھی اچھا لگا۔ تی چاہا کہ میں اس شاہ زیب کا سرچھا ڈوں۔ مصلیٰ نے لڑکیوں اتنی جلدی بے وقوف کیسے بن جاتی ہیں۔ مسلسل سلسلے اس بار سب بہت اچھا تھے۔ دوسرے کرن کی خوب صورتی تھی۔ "کرن کرن خوشبو" میں ارم کا انتخاب بہت اچھا لگا۔ "یادوں کے درخت" میں رحمان اور گزرا بہت اچھا انتخاب کے ساتھ موجود تھیں اشعار سارے اچھے تھے۔

میں کرن میں کچھ کچھ نیا پاتا ہوں اور وہ یہ کہ کرن میں ہر ایک ایک ایسا انداز ہو جس میں کسی ایسے شخص کی یادیں یا باتیں تھیں وہ اب اس دنیا میں نہ ہو سکا۔ انہیں "اوداگر و میر" "بہل کہ لب آواز ہیں میرے" "کرن کا پورا خوب صورت سلسلہ ہے۔ سب کو بہت پسند ہے میں بھی وہ بار شامل ہو چکی ہوں۔ اسی سلسلے سے ملتا جلتا کوئی نیا سلسلہ شروع کریں اور ایک آخری بات "آپ بھی ہر خط کا جواب دیا کریں" یہ کیا انسان اتنا وقت نکال کر خط لکھتے اور اس جواب میں کچھ بھی نہ ہو سب سے بڑی یہ کہ ہے کرن میں اگر ان میں سے کوئی ایک خواہش بھی پوری ہو جاتی ہے تو دل خوش ہو جائے گا۔ اچھا اب اجازت دیں۔

ج۔ پیاری سونیا آپ کا خط شامل ناشاعت ہے۔ نئے سلسلوں کے لیے آپ کی فرمائش نوٹ کر لی ہے۔ اگر ہماری اور قارئین نے بھی اس سلسلے میں دلچسپی لی تو ہم لوں شام اللہ جلد شروع کریں گے۔ آپ نے کوئی سوال نہیں کیا مگر ہم پھر بھی آپ کے خط کا جواب دے رہے ہیں۔ اب تو آپ خوش ہیں نہ۔

منصورہ اگر ارم۔ گوجر والہ

ڈائجسٹ سے وابستہ تمام افراد کی خیریت کے لیے

ڈائجسٹوں دعا میں "کرن میں پہلی دفعہ خط لکھ رہی ہوں" حالانکہ ارادہ تو بہت بار تھا مگر سستی۔

کچھ عرصے سے کرن میں کچھ خاص تحفہ بھی شائع ہو رہے ہیں کہ جو قلم نگاروں پر مجبور کر رہے ہیں۔ بہرحال زیادہ تر نئی راہنمائی لکھنا اور اچھا لکھنا۔ لیکن آمد ریاض نے "بہت دوس" کی صورت میں جو اصول جمع کیا اس کے مدد سے ہم سب کچھ لکھنے کو تیار ہیں۔ ایک ایسا خوب صورت اور ہر لحاظ سے مکمل ٹائل کہ جسے دقوں ہمارے ذہن و دل میں ایسا ہے کہیں کوئی معمول نہیں کوئی کی نہیں اور تمام کردار اپنی جگہ "لا جواب" اپنے اپنے اندر مکمل خوب صورت ذاتی لاک "پیاری فضا" میں ایک معمولی سی گئی کہ رحاب کا کچھ آنا پنا مل جاتا۔ بہرحال کوئی جلتہ نہیں۔ آمد جی بہت شکریہ اس خوب صورت اور سبق آموز ٹائل کے لیے "آئندہ بھی اسی طرح لکھتی رہے گی۔"

اس بار کرن بھی پورا نہیں پڑھا لیکن شوق افکار نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ ایک نئی راہنمائی اتنی اچھی تحریر پڑھ کر اس نے ساری اچھا لکھا۔ زبیر سے شوق ہے کہ مکمل کا آواز ٹھیک تھا۔ عروا کی تحریر دیکھ کر دوسری شخص کی کہ میں تعریف پر مجبور ہوئی۔ شکریہ کہ زبیر نے اپنی جلدی اور اسے اپنے اندر میں اختیار ثابت بھی کر دیا۔ دیکھ رہی ہے۔ شوق نے ہنسی کا بیان بھی کیا۔ واقعات کی کڑی کو کڑی سے جوڑے رکھا۔ بہرحال مجھے یہ تحریر پڑھ کر بہت اچھا لگا اور مزہ آیا۔ پلیز شوق جی عتاب نہ ہو جانتے گا اور اس سے بھی اچھی تحریریں لکھتی رہے گی۔ اور بالی کھلی کا آخری ہی اگر افسانہ بہت اچھا تھا۔ ویلڈن شوق افکار صاحب۔

سیاحت عام کا افسانہ پیش کی طرح اچھا تھا۔ تنزیلہ مقصود کا افسانہ بھی پسند آیا۔ "مگوشہ عافیت" بہت اچھی چارہ ہے۔ واقعات تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اب دیکھیں "موتنی ساتھی" کیا مکمل دکھاتے ہیں۔ نازیہ یا سچن کو زندگی کا نیا سفر شروع کرنے پر ڈیجیوں دعا کریں۔ "دوست کو نہ کر" "سچ کل میری دوست لکھتے اسٹوری بنی ہوئی ہے۔ پلیز صفحات کچھ بچائیں اس کے خرم اور مکمل پیش یاد دہانے والے کردار بن جائیں گے "ان شاء اللہ۔"

پلیز پلیز "کو کا پناہ" میں فن کاروں سے ہماری ملاقات

کو کا پناہ کریں۔ اس سلسلے میں راغز کو لا میں۔ کتنا اچھا لگے گا ان کے بارے میں جاننے سوالات کی نوعیت تھوڑی سی تبدیل تو کرنا پڑے گی مگر میرے خیال میں یہ مصطفین سے اپنی طرز کا انوکھا اور سلا انداز ہو گا۔ پلیز اس بارے میں سوچنے "باقی مستقل سلسلے ٹھیک جارہے ہیں پرانی راغز سے بھی کرن میں لکھو ایسے اب اجازت دیجیے۔

ام ریل۔ عبدالحکیم

کرن اس بار سولہ کولہ۔ سہولتی میں اچھا لگا۔ حمد و ثناء پڑھنے کے بعد سحر راجیوت کا "عشق آتش" پڑھا بہت زیادہ مست ٹھیل ہے۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار رہے گا۔ "مگوشہ عافیت" بھی بہت اچھا جا رہا ہے۔ بس غلطی تھی پلیز مصلیٰ کو بھی بچاتے گا۔ بلکہ عزیز کا "در دل" بھی بہت اچھا ہے۔ کن شاہ اللہ بلبلہ جی آپ کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرے گا۔ نازیہ یا سچن کے "دوست کو نہ کر" کو نیا کرے حد افسوس ہوا۔ نازیہ جی ہمارا تو ایک ماہ ہی دن کرن گزرا نا پے پلیز یہ چھٹی نہ کیا کریں۔

اس کے بعد شوق افکار کا مکمل ٹائل "محبت سبک رہے" "دعا جو کہ بے حد پسند آیا۔ شوق جی ایک لٹ اپ بہت اچھی کو شوق جی آپ کی جلد ہی ہمارے لیے اس سے بھی اچھا لکھیں۔ مستقل سلسلوں میں اپنا نام کچھ کر خوشی ہوئی۔ بالی کے کرن پر تبصرہ ہوا۔ "کیونکہ ابھی میں سارا پڑھ رہی ہیں سکی۔ سال نو کا کرن نہایت شان دار ہوا چاہیے۔" یادوں کے درخت" میں ابھر گل اور گزرا شاہ کا انتخاب پسند آیا۔ کرن اشفاق اور تمام قارئین کو سال نو مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اس آئے والے سال کو ہمارے لیے اور ہمارے پیارے پاکستان کے لیے بہترین بنا دے اور ہمارے پیارے ملک کو اچھے حکمران سے نواز دے اور دن و رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ ہم سب کی پریشانیوں اور فریشتہ (آمین)

نواب زلوی سولگی۔ تحصیل مورو سندھ

کمر اکو سرد موسم "اٹلے سوکھے" ہے نور دل کے اندر جلتے کسی کی یاد کے موسم کے ساتھ آخر نیا سال آئی گیا ہے۔ ہمارا دل ناشاد ہی سہی پر اللہ کرے یہ سال "سہولت" کے لیے امن و محبت اور کامیابی کی فریاد لائے "آمین" پاکستان کے ہر فرد پر ہمارے کرن کے اشفاق و قاری سناں کو نیا سال بہت مبارک ہو۔

دسمبر کا کرن جلدی ہی مل گیا۔ ناکل میں ٹھیکہ سی لگھ۔
پھر لاکھ چپ کا کرن کے سوسے میں سے چھاپے پر سب
کے خیالات اور خواہشات اچھے لگے ہمیں بھی جلد دینے کا
شکر ہے۔ انگریزوں میں اپنے موٹے ٹیورٹ "ٹیل" سے مل
کر بہت اچھا لگا۔ ان کا "دھواں" سیریل بھی لگے۔ ہمیں یاد
ہے اور اپنے پورے گروپ کی لڑکیوں کا وہ بھی ابھی تک
یاد ہے۔

عمل ٹیل "مشتق آتش" کے لفظوں "کمانی" اور
کرادوں نے ہمیں اپنے محرم میں جکڑ لیا ہے۔ مشتق کی
ایسی شدت جو زندگی کو یا تو ہمیشہ کے لیے سب سے ٹھیکہ یا پھر
دل کے مندر میں نامور و شہنشاہ کر دے اور رات کو نہ سونے کا
حق ادا کیا ہوا ہے کہیں بھی جھول محسوس نہیں ہو رہا
ہے۔ اس لیے یہ ٹیل کے سال کا یادگار ٹکٹ ثابت ہو گا۔
ہماری تقریبیں اور دعا میں رات کے ساتھ ہیں۔

"محبت سنگ" رہے دو "بھی ایک اچھی کوشش تھی۔
اب کرن میں تقریباً "نئی رات" کی خبریں شامل ہوتی ہیں
اس کے دو لطف نہیں آتا جو بھی ٹیل اور راجہ "موجودہ
شما" جیہ "پا" یا "پہن" لگا "پہلی جہنم" "پہلی سعید" یا
"موجودہ" "پہلی" میں آتا تھا تو "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
سال کے کرن میں شائع ہونے والی شاہکار اسٹوریوں میں سے
ہی تھی ایک "پہلی" یا "موجودہ" کرن میں دیا کریں "ماگ" "پہلی"
پرانی رات کو پھر سے دوبارہ پڑھ سکیں "پہلی" اس بارے میں
ضرور سوچے گا کیونکہ بہت پرانے والے کرن تو ہمارے
پاس اب محفوظ نہیں رہے۔

گفتگو یعنی نے یہ قسط بہت اچھی لکھی میں اب ایڈ کا
شدت سے انتظار ہے۔ افسانوں میں سب سے بہت
نازیہ جیل کا افسانہ تھا "اتنا کھیر انسان" کہ پڑھ کر دل بھر
آیا۔ لڑکیوں کے دل کا لڑکی کی طرح نازک ہوتے ہیں۔ اور
ہی نہیں لگنے سے وہاں ہمیشہ کے لیے غراشیں پڑ جاتی
ہیں۔

"سیراجت عاصم" کا نوٹ بھی لا جواب تھا۔ ایک اچھا
پیغام تھا زندگی کا "کاش" ہم سب کی سوچے لڑکی کی طرح
ہو جائے تو جانے کتنی سہولت جیسی لڑکیوں کو دکھ اور
محرومیوں سے ہم ہمیشہ کے لیے بچائیں۔
"در دل" "ماگ" ابھی "عاشق" مرا "اصل" سے گزرتا رہا ہے مگر
پھر بھی پڑھنا اچھا لگتا ہے کیونکہ یہ دلہری کی پورٹ رات کا
ٹائل ہے تو اسے کی امید تو ناہم کیہ گری ہو گئی تھی۔

مستقل سلیط بھی ایچھے تھے اور سب قاری ہنوں کا
لکھا ہوا مواد بھی اچھا تھا "اللہ" کرن کے سارے اشعار کو
کامیابی اور ابھی صفت عطا کرے جو ہر لمحہ اتنا معیاری
رہا کہ فراموش کرتے ہیں۔

شیراز اگر ہم "سہار کاٹنی" لکھاری
کب کی خیر و غایت کے لیے اللہ کے حضور دعا گو ہوں۔
نئے سال کی مبارکباد کے ساتھ دعا ہے کہ آئندہ دلالتا
سال آپ کے اور ہم سب کے لیے خوشیوں کا بکریا ہو۔
آگے (تکن) "سیر کا کرن" "انجمن" ملا۔

ناکس اس سوسہ کا گھر سالہ زبردست تھا۔ اس وقت کا
کرن مجھے اس لیے بھی بہت عزیز ترین لگا کیونکہ اس میں
میرا ہم شائع ہوا ہے۔ سب سے پہلے سولے "دن" "پہلی"
سے "کے" جو اب "رہے"۔ اپنا خط دیکھ کر مجھے جیسے بہت
الکیم کی دولت مل گئی ہو۔ (نہایت اچھا صاحب کا شکریہ جو
مجھ ناچیز کی تحریر میں قابل اہتمام لگی۔) انہی میں سال
سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا مجھے یہ یاد آجست پڑھتے ہوئے مگر
میں یہ "مشتق" کی کہ "لکھنے" کی صلاحیت مجھ میں نہیں "پہلی"
لکھنے "مشتق" میں لکھنا "مگر" "مشتق" "مشتق" "مشتق"
مجھے بھی شوق پیدا ہوا اور یہ تو وہ رسالہ ہے جس کے
مستقل قاری بھی رات کو جاگتے ہیں۔ یہ قاری میں لکھنے
کا شعور پیدا کر رہا ہے۔ جیسے "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
انہی "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
سے ہمیں "پہلی" صلاحیتیں مل رہی ہیں۔ یہ
رسالہ اپنے قاری میں لکھنے کی صلاحیت کو ابھارتا اور
نکھارتا ہے۔ یعنی اس کو پڑھنے والا ہر لمحہ سے فائدہ
میں ہی رہتا ہے۔

اب آگے ہیں تبصرہ کی جانب "تو اس وقت کا مکمل ٹیل
سب پر بازی لے گیا۔ "سہار" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
آتش "مشتق" یاد رکھنے والی تحریر ہے۔ بہت شوق اور
دلچسپی سے رات و دن پڑھتے رہا۔ آخر میں "باقی"
آگے "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
بھی اس مرتبہ بہت جان دار رہی۔ اس میں "پہلی" "پہلی" "پہلی"
مجھے بہت پسند ہے۔ مگر "پہلی" کے ساتھ ہم کچھ میل
میں لکھا ہے۔ آخر تک اس میں دلچسپی اور سہولت
برقرار رہا۔ گفتگو "پہلی" کی سب "پہلی" میں شوق سے پڑھتی
ہوں۔

نوزیہ یا "پہلی" کی شادی کی خبر "پہلی" "پہلی" "پہلی"
خوش ہوئی۔ اللہ انہیں اندامی زندگی کی خوشیوں سے
ہمیشہ کرے۔ (تکن) "نوزیہ" کی "پہلی" "پہلی" "پہلی"
نئی زندگی میں ملے ہو کر اپنی قاری ہنوں کو بھول جائیں۔
اور ہم آپ کی تحاریر پڑھنے سے محروم ہو جائیں۔ باقی
کتابوں پر بھروسہ محفوظ ہے۔ ان شاء اللہ "پہلی" "پہلی" "پہلی"
تجربے کے ساتھ حاضر ہوں گی۔ آخر میں تمام قاریوں
سے التماس ہے کہ وہ میرے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ مجھے
جلد صحت یاب کرے۔ (تکن) "اللہ" "پہلی" "پہلی" "پہلی"

نوزیہ شکر شاہ۔ سحر

مولانا "سہار" کو کرن ملا۔ سہولت اچھا تھا۔ سرخ و گندہ
نہیں بھرتے۔ "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
ہیں۔ "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
نہیں کر رہا ہے۔

انہی "پہلی" کی طرح "سب" حال "پہلی" "پہلی" "پہلی"
کے "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
اور "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"

"محبت سنگ" رہے دو "بھی ایک اچھا صاحب کا شکریہ جو
مجھ ناچیز کی تحریر میں قابل اہتمام لگی۔) انہی میں سال
سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا مجھے یہ یاد آجست پڑھتے ہوئے مگر
میں یہ "مشتق" کی کہ "لکھنے" کی صلاحیت مجھ میں نہیں "پہلی"
لکھنے "مشتق" میں لکھنا "مگر" "مشتق" "مشتق" "مشتق"
مجھے بھی شوق پیدا ہوا اور یہ تو وہ رسالہ ہے جس کے
مستقل قاری بھی رات کو جاگتے ہیں۔ یہ قاری میں لکھنے
کا شعور پیدا کر رہا ہے۔ جیسے "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
انہی "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
سے ہمیں "پہلی" صلاحیتیں مل رہی ہیں۔ یہ
رسالہ اپنے قاری میں لکھنے کی صلاحیت کو ابھارتا اور
نکھارتا ہے۔ یعنی اس کو پڑھنے والا ہر لمحہ سے فائدہ
میں ہی رہتا ہے۔

اب آگے ہیں تبصرہ کی جانب "تو اس وقت کا مکمل ٹیل
سب پر بازی لے گیا۔ "سہار" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
آتش "مشتق" یاد رکھنے والی تحریر ہے۔ بہت شوق اور
دلچسپی سے رات و دن پڑھتے رہا۔ آخر میں "باقی"
آگے "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
بھی اس مرتبہ بہت جان دار رہی۔ اس میں "پہلی" "پہلی" "پہلی"
مجھے بہت پسند ہے۔ مگر "پہلی" کے ساتھ ہم کچھ میل
میں لکھا ہے۔ آخر تک اس میں دلچسپی اور سہولت
برقرار رہا۔ گفتگو "پہلی" کی سب "پہلی" میں شوق سے پڑھتی
ہوں۔

پارے پارے رشتوں کا من ہوتا ہے۔ اور پھر ان رشتوں
کو بھلا بھی جاتے ہیں۔ ہر حال اس سوسہ کے اپنے سوسہ
کے دل میں جگہ بناتی ہے۔
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
شہ زیب کی خود غرضی پسند نہیں تھی۔ شاہ زیب نے اپنی
ماں کی پسند کو یعنی اپنی ماں کو جو "پہلی" "پہلی" "پہلی"
عاطفیت کا ذوق اڑایا۔ وقت حالات "پہلی" "پہلی" "پہلی"
تقدیر نہیں بدلا کر لگی۔ ایسا ہوا اگر تو "پہلی" "پہلی" "پہلی"
پڑھ لکھ "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
کے گھر والوں کی خود غرضیاں حیران کن تھیں۔ خلی رشتے
کبھی "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
ہیں۔ اور ہمیں "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
اپنے "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
ہے۔ جب اپنے زندگی کے اختیار دوسروں کو سونپ دیتا
ہے تو پھر اسے "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"

یہ ہی ہے۔
لڑیا نے اپنی کوشش سے اپنی خال "پہلی" "پہلی" "پہلی"
میں ہمارے "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
موجودہ "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
"پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"

مستقل سلیط بھی ایچھے تھے اور سب قاری ہنوں کا
لکھا ہوا مواد بھی اچھا تھا "اللہ" کرن کے سارے اشعار کو
کامیابی اور ابھی صفت عطا کرے جو ہر لمحہ اتنا معیاری
رہا کہ فراموش کرتے ہیں۔
شیراز اگر ہم "سہار کاٹنی" لکھاری
کب کی خیر و غایت کے لیے اللہ کے حضور دعا گو ہوں۔
نئے سال کی مبارکباد کے ساتھ دعا ہے کہ آئندہ دلالتا
سال آپ کے اور ہم سب کے لیے خوشیوں کا بکریا ہو۔
آگے (تکن) "سیر کا کرن" "انجمن" ملا۔
ناکس اس سوسہ کا گھر سالہ زبردست تھا۔ اس وقت کا
کرن مجھے اس لیے بھی بہت عزیز ترین لگا کیونکہ اس میں
میرا ہم شائع ہوا ہے۔ سب سے پہلے سولے "دن" "پہلی"
سے "کے" جو اب "رہے"۔ اپنا خط دیکھ کر مجھے جیسے بہت
الکیم کی دولت مل گئی ہو۔ (نہایت اچھا صاحب کا شکریہ جو
مجھ ناچیز کی تحریر میں قابل اہتمام لگی۔) انہی میں سال
سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا مجھے یہ یاد آجست پڑھتے ہوئے مگر
میں یہ "مشتق" کی کہ "لکھنے" کی صلاحیت مجھ میں نہیں "پہلی"
لکھنے "مشتق" میں لکھنا "مگر" "مشتق" "مشتق" "مشتق"
مجھے بھی شوق پیدا ہوا اور یہ تو وہ رسالہ ہے جس کے
مستقل قاری بھی رات کو جاگتے ہیں۔ یہ قاری میں لکھنے
کا شعور پیدا کر رہا ہے۔ جیسے "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
انہی "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی" "پہلی"
سے ہمیں "پہلی" صلاحیتیں مل رہی ہیں۔ یہ
رسالہ اپنے قاری میں لکھنے کی صلاحیت کو ابھارتا اور
نکھارتا ہے۔ یعنی اس کو پڑھنے والا ہر لمحہ سے فائدہ
میں ہی رہتا ہے۔

میں کرن ڈانچت بہت شوق سے دھنتی ہوں۔ میں نے کئی مرتبہ اپنے گھر پہنچے۔ لیکن ایک بھی شامل اشاعت نہیں ہوا اور میں نے ایک انسان بھی بھیجا تھا "ساتھ" جو کہ حقیقت پر مبنی تھا۔ اور اپنے بڑے بھائی سے چیک کروایا تھا جو کہ ایک شاعر ہیں۔ انھوں نے کہا کہ "بھائی صاحب" بوجہ گاہ۔ اب پتا نہیں میری عمر کا قیاس کیا کیا ہو گا۔ اب اگر میں خط لکھ رہی ہوں تو صرف کشتی کی کمانیوں کی وجہ سے میرا موصوفہ غور و خجاست ہے۔ اور کرن کی تحریروں کی ہی بدلت میں قلم اٹھانے پر مجبور ہوں۔

میں آپ سے ایک بہت کا جواب پوچھنا چاہتی ہوں۔ بات یہ ہے کہ کہو بہتر ساری کمانیوں میں ایسا ہوتا ہے کہ جو انسان چاہے اسے نہیں ملتا۔ اس بات کو میں پہلے بہت کم مانتی تھی۔ کیونکہ جب میں نے شعور کی منزل پر اپنے قدم رکھے تھے۔ اس وقت تک میں نے جو بھی مانگا تھے وہ ملا۔ شاید میں جو پہلے مانگتی تھی وہ ہر انسان کو ملتا ہے۔ کیونکہ بچپن سے لے کر جوہر پندرہ سال کی عمر تک انسان کی مخصوصی خواہش ہو۔ اکثر وہی ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر زندگی میں ایسا سوڑ آیا کہ میرا دامن خوشیوں سے محروم رہ گیا۔ کیونکہ اب تک میں نے جو بھی خواہش کی ہیں یا دعا میں مانگی ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک بھی پوری نہیں کی۔ میری صرف ایک ہی خواہش ہے کہ میں اپنے "بن" بھائیوں کی آنکھوں میں خوشی کی چمک دیکھ سکوں۔ ان پر کوئی بھی دکھ نہ آئے جس بہت عمارتوں میں اپنے بہن بھائیوں سے کہتے ہیں تاکہ (جب انسان پر غصہ نہیں آتی ہیں تو اس انسان کی آرزو میں امیدیں سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔) لیکن ایسا لگتا ہے اللہ تعالیٰ میری یہ دعا بھی پوری نہیں کریں گے کیونکہ میں جس چیز کی بھی تمنا کروں وہ مجھ سے دور ہو جاتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

ہر بار ایسا ہی ہوتا ہے میرے ساتھ؟ پلیز مجھے بتائیے کہ انسان کو چاہے اسے کیوں نہیں ملتا؟ اگر اس کے لیے ستر نہیں تو اللہ تعالیٰ اس چیز کو انسان کے لیے بہتر بنا کر اسے عطا کر دے۔ آخر میں میں یہ کہنا چاہوں گی اپنے رشتہ داروں "اپنے" رشتہ داروں کو خاص طور پر لڑکیوں کو کہ وہ کبھی بھی انہی خواہش مت کیا کریں جو سب کی طرح ہوں جن کے پیچھے بھاتے بھاتے ہم لپٹا سب کچھ گواہ نہیں اور پھر بھی ہمارا دامن خالی رہ جائے اور جب

انسان اپنا سب کچھ گواہ نہیں تو اس وقت انسان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ بہت سی آغوش سے لگن کر موت کی گود میں سو جائے۔ اور پھر ہم خود بخود "جرم" زندگی کے اس دہر کو اپنے اندر اندر ملنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لیے ہمیں وقت کے آئینے کو تمام کرنا چاہیے۔ کیونکہ جب کل کو وقت ہماری صفی میں ہو گا تو ہم اپنی تقدیریں بھی بدل سکیں گے۔

یہ سب باتیں میں شاید کسی کے سامنے نہ کہہ پاتی۔ اس لیے قلم کا سہارا لیا اور میری یہ فطرت میں شامل ہے کہ میں دل کی بات کسی نہ کسی طریقے سے باہر ضرور لے آتی ہوں۔ کب ام سب بن بھائیوں کے لیے دعا ضرور کیجئے گا۔ کیونکہ ہم اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔ میں بھی وقت کا آئینہ تمام کر اس کے ساتھ چلنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ پلیز میرے لیے دعا کیجئے گا۔ میرا جو قصہ ہے اللہ تعالیٰ مجھے کامیاب کرے اور ہر مسلمان کو خوش رکھے۔ (آمین) اللہ تعالیٰ آپ کے ادارے کو ترقی دے اور آپ سب کو خوش حال اور آباد رکھے۔ (آمین)

ج۔ پیارنی تحریک! آپ اللہ تعالیٰ کی دولت سے اتنی ناامید کیوں ہیں؟ اس کی نعمتوں اور رحمتوں کا حساب کریں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ وہ اپنے بندوں سے کتنی محبت کرنا ہے۔ اگر آپ کی کوئی خواہش پوری نہیں ہوئی تو یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہوگی۔ آپ دعا کریں اور پوری کو اپنے قریب نہ آئے دیں۔ دیکھیں پھر آپ کو کتنی خوشیاں ملتی ہیں۔ اپنے ایمان کے بارے میں اس نمبر 32726617 پر معلوم کر سکتی ہیں۔ امید ہے آئندہ خط لکھ کر کرن پر تفصیلی تبصرہ کریں گی۔

غیر و سیم۔ گوجرانوالہ

دھننے منے چیاؤں! سارا دن ملو تھا ہے رکھتے ہیں۔ ایک کو ہو گا۔ لیکن یہ تو دوسرے کو بھی۔ فرض یہ کہ تو ضرور والا معاملہ ہو گیا ہے۔ اور بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ ان کی نت کھٹ شرارتیں و حرکات مجھے خوشی دینے کے ساتھ ساتھ تنگ بھی کر رہی ہیں۔ مجھے کرن کے بچے ادھیڑے چارے ہیں تو کبھی کسی چیز کی تانی آری ہے۔ عید اللہ تو آواز دہی کا شوقین ہے۔ جہاں کہیں تاج کس نظر آ گیا اس پھر کھلونوں کی کم بختی آگئی۔ ان کی حرکت دیکھ کر کئی مرتبہ ہلنے پھرنے میں آجنا ہے اور حکم ہر چیز منہ میں

ڈال کر ملے۔ چنانچہ اس کے پیچھے سارا سارا دن پروٹ ہوتی ہے۔ (کوئی کہو آپ کا مستقبل ایسی کچھ ایسا ہی ہو گا۔) فیصلہ کر لیں۔ اللہ آپ کو اس رول پر فخر میں سے بہتر ساری ملا دے۔ (آمین)

اب آتے ہیں کرن کی طرف۔ قارئین سے سڑے کے جوابات مزا دے گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا تجویز سیکھنے کا ارادہ بہت اچھا لگا۔ باتوں کے جوابات بھی انٹر سٹنگ تھے۔ فوراً یہ باتیں سن کر زندگی کا نیا سفر شروع کرنے پر مہار کلاں۔ انٹرویو کار میں سب سے لوگوں سے مل کر اچھا لگا۔ ٹیلی کو بھی کافی عرصے بعد ملے۔ ان کی حکیم بھی اچھی لگیں۔ اچھا بازو کھلے کرن مستقل ہو جائیں گے یا نہیں؟ فیصلہ کریں گا۔

"دروں" بہت اچھا جا رہا ہے۔ خدا کے زور قلم اور زیادہ "خوشہ غایت" میں شگفتہ بنی اپنے مخصوص مسائل میں کچھ بے کی چال چل رہی ہیں۔ بہرحال دانشین کے ساتھ اب کیا ہو گا انتظار رہے گا۔ "تم سے محبت ہے" کو کہ موضوع پر اپنا قلم تحریر کرنے اپنے الفاظ کے وسیع کینوس سے اسے خوش رنگ بنایا۔

نازیہ جمال بھی بہت اچھا لگتی ہیں۔ سیرا اور شاہد کے نام تحریر کی دنیا میں جتنے پڑاتے ہیں اتنے ہی تیز اور کمزور تحریر پر عمل گرفت نہیں ماحصل ہے۔ کٹاری ایچر تک مسرور رہتا ہے۔ بلال خورشیدی بھی پڑھتی ہیں۔ ہنس دیکر مستقل سلیک بھی آگے رہے۔

"حسن رحمت" میں پلیز ہیٹ کم کر کے سکے بارے میں درخشیں لکھیں۔ بھلا ہو گا۔ در ضمن اور سیدہ محرم کی نظر نہیں آ رہی پلیز کرنا میں لکھیں۔ سعدی حید سے بھی لکھو آئیں۔ خط اور مراسلات ضرور شامل کیجئے گا۔

نمل۔ خذو محمد خان مندھ

کرن کے سارے اہل خانہ کے لیے میری طرف سے ڈیجی ساری دعا میں۔ اللہ تعالیٰ۔ آپ کو بہت سی کامیابیاں عطا فرمائے۔ (آمین)

کرن ڈانچست نو تارخ کو ملا۔ بلال "دروں" نے اب اپنی جانب توجہ کھینچی ہے اور فیصلہ اچھا لگ رہا ہے اور علیحدہ سے سے تو مجھے ابھی سے محبت ہو چکی ہے اور آواز کا گوار بھی بہت اچھا لگا ہے۔ عمل ٹائی میں سعدیہ راجپوت بہت اچھا لگ رہی ہیں۔ اب تک خلیل بہت دلچسپ محسوس ہو رہا ہے اور یقیناً "ایچر" بھی اچھا ہو گا۔ "محبت رنگ" دیکھو! اتنی استوری بھی اچھی تھی۔ ان غم کی

گمراہیوں میں۔ حقیقت پر مبنی تھا اور حقیقت اس کی کہ اس نے اپنی حقیقت رکھتی ہوں کہ اچھے کا ایام اچھا اور برے کا ایام برا ہی ہوتا ہے اور آگے کے سارے معاملات اپنے رب پر چھوڑ دو۔

آصفہ عمرین نے بلال میں اچھا سبق دیا کہ جو لڑکیوں اپنی اور والدین کی عزت کا خیال نہیں رکھتی اور اجنبیوں پر اظہار کرتی ہیں ان کے ساتھ برائی ہوتا ہے؟ اس لیے کہتے ہیں کہ انسان کی عزت اپنے ہاتھ میں ہونی چاہیے۔ ہمیں ایسی کمائیوں سے سبق لینے کی ترقی نصیب فرمائے۔ (آمین)

"کوشہ غایت" زبردست! میرا کرن کو باقاعدہ دست پر مٹا بھی اسی ٹاؤٹ کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس ٹاؤٹ کو بڑھتے ہوئے ہم اس کمانی میں کھوجاتے ہیں۔ وجہ کی شخصیت بھی اچھی ہے۔ شکر ہے کہ وہ اپنی بڑی کو تو عزت دیتا ہے۔ یہ خوبی اس کی سرائے کے قابل ہے۔

"بلنی طاہر" کا ٹاؤٹ بھی حقیقت کے قریب تر تھا۔ بہت سی لڑکیوں کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب لڑکیوں کے نصیب اچھے کرے۔ (آمین) سچا بہت عاصم کا ایسا بہت آئندہ تھا۔ یہ کمانی میں تو ہماری اطلاع کرتی ہیں کہ ہمیں باؤں کی طرف بھیجانی ہیں کہ کیا یہ اسے اور آپ کے لیے کیا اچھا ہے۔ شاہد ملک کا ایسا بہت اچھی "سوچ کے روزانہ" لکھو! کیا زبردست اور آپ کو مبارک باد! اچھا افلاک لکھتے رہ۔ نازیہ جمال نے اچھا لکھا۔ ہمارے معاشرے کی ترچہ جات کب بد گئی کی اور ہم لڑکیاں کب تک اپنے نہ کیے ہوئے جرم کی مزامیں بھگتیں گی۔ میوزیہ سلا خط ہے جو میں کرن کو لکھ رہی ہوں۔ آمین ہے کہ آپ اسے اپنے کرن میں ضرور جگہ دیں گی۔

مجھے کو تنگ کا شوق ہے اس لیے میں کرن کا دسترخوان بہت پسند کرتی ہوں اور تمام تر لکھیں بھی ضرور خرائی کرتی ہوں۔

"کرن کرن خوشبو" کا سلسلہ بھی مجھے بہت پسند ہے۔ کرن کتاب بھی بہت سی مفید معلومات لیے ہوئے تھی۔ اگر آپ نے اپنے کرن میں جگہ دی تو ہم پھر آپ کی محفل میں روشنی بخشیں گے اس کے ساتھ ہی آپ سے ایازت کا پتہ ان کے اللہ حافظ۔

کرن کرن 289

کرن کرن 288



New Care
Natural Honey Lotion

<http://pakfunplace.com>



قدرتی خوبصورتی حاصل

www.pakfunplace.com

نے اچھا سوچا ہے اب لکھا ہے کہ لڑائی کوچہ کوچہ لڑائیں
سے محبت سے تمام انسانے بڑھے بڑھے مزے کے سخی
آسوز حالات کی عکاسی کرتی ہوئے پھر مکمل بلبل پڑھے
شوق افکار کا ٹول بہت پسند آیا "محبت سنگ و سبھت"
بہت سلکھا ہوا اور باقی تمام کرن چاہت ۱۱۱ بہتہ بہتہ کا
تقریب کے لیے احاطہ نہیں مل رہے ہیں اور اللہ تمام
راکٹر کو اچھا لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اللہ سے دعا ہے کہ
آئے والا سال تمام مسلمانوں کے حق میں بہتر ثابت ہو اور
کرن کامیابی رہا مرانی سے ہم کنار ہو (آمین)

ملوئے کرن سے کوہٹہ چھڑ
میں ہر ماہ باقاعدگی سے کرن پڑھتی ہوں۔ مجھے تمام
سلسلے بہت پسند ہیں سب سے زیادہ مجھے یہ دہلا۔ اس کے
بعد خطوط اور تمام رسالہ بہت بہت پسند ہے۔ اب آتے
ہیں کرن کی طرف سب سے پہلے مکمل ٹول پڑھا "چراغ
جلا رہا" مجھے بہت پسند آیا۔ عمر ابراہیم جیسے لوگ ہی آج
کل لڑکیوں کو برباد کرتے رہتے ہیں مگر معصوم لڑکیں اور
نوشیں جیسی ہمارے معاشرے میں نہ جاسکے کتنی ہی
لڑکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور لوگوں کی کوئی عزت نہیں رہتی
وہ سراسر مکمل ٹول "محبت سنگ و سبھت" بھی بہت پسند آیا۔
"میلے پہ دہلا" کے سوالات و جوابات مجھے بہت اچھے لگتے
ہیں کیا میں بھی سوالات بھیج سکتی ہوں۔ پلیز مجھے پہلے کا
طریقہ بتائیے۔ اور میری فرمائش پر پاپ سنگر "عاطف
اسلم" کا پیر "نعمان جاوید" کا انٹرویو لازمی لیجئے گا۔
پہلی مرتبہ لکھا ہے اس لیے انشاء اللہ باقاعدگی سے
لکھوں گی۔ اور آپ کو پورے آپ کے تمام اشعار کو میری
طرف سے نیا سال مبارک ہو۔ اب اجازت چاہوں گی۔
میتہ نادیم ہماری ٹپ اپنی لکائی اور سال کر دیں۔ کلن
اشاعت ہونے کی صورت میں صحیح ہم خود کر دیں گے۔
انٹرویو کے سلسلے میں آپ کی فرمائش نوٹ کر لی ہے جلد
پور کر دیں گے۔

ناریہ رحمانی ڈوگر کے کچھ جلال

میں کرن تقریباً سوڑھ سال سے بڑھ رہی ہوں کرن کے
مستقل سلسلے کرن خوشبو مجھے یہ شعر بہت پسند ہے سب دلوں
کے درمیان اور سلسلے دہلا بڑے شوق سے پڑھتی ہوں۔
پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں شاید کہ میرے ذہن کو تھوڑی سی
جگہ مل جائے نیا باب جیلانی کا مکمل ٹول پڑھا پر کچھ بہت ہی پسند
آیا۔

ایسا گل خوشن گل۔ اچھا لکھو
یہ سال جاتے جاتے ایک بڑے دکھ سے ہم کنار کر گیا
پورو ممبر کو ہمارے بابا اور وفات پا گئے اور پھر پورو ممبر کو
ہماری مای کا نو عمر بھائی موٹر سائیکل کے حادثے میں جاں
نہیں ہو گیا۔ اللہ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے تمام
قادر ہیں۔ سنوں سے سفورت کی درخواست ہے۔
کرن کا مکمل سلسلہ بہت اچھا لکھا کہ پڑھنے کا وقت نہیں ملا
پھر بھی سرسری نظر ڈالی۔ "گوشت عافیت" "فلتہ بھیجی کا
ٹول بالکل حقیقت لگا۔ ایسا ہی حادثہ ہمارے گاہک میں بھی
ہوا۔ عزم العزم کے مقدس مینے میں غیرت کے نام پر
انتہائی غامبی اور بریت کا مظاہرہ کیا کیا۔ ایک معصوم لڑکی
کو قتل کر دیا گیا۔ "ماتے میرے نام" "کلیفہ لڑکی موزوں کی
اچھی لگی۔ کارٹون سے سونے بہت اچھا لگا۔ اب
اجازت دیں آئندہ تفصیلی تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی

کرن سب شجاع آباد

اے مرتبہ کرن چودہ تاریخ کو مل گیا۔ مکمل سب ٹیک
تھا۔ "دوست کو نہ گھر" کی قطع نہ پا کر ایسی ہوئی۔ "ماتے
محبت ہے" "استوری زبردست تھی ہم تو پڑھ کر خوب ہنسے
۔ "محبت سنگ و سبھت" "ٹول قطع تو زبردست مگر فائدہ کارویہ
ایک دن میں تھا (اور رات) "ہمارا ٹی ہے" "سدرہ پہ پہلے نرس
اور بعد میں رشک آیا۔ "چراغ جلا رہا" وہ زبردست اگر
کوئی لڑکی اس کو پڑھ کر سدھ جائے تو آصف کی کہانی لکھنے کی
محنت و مصون ہو جائے "گوشت عافیت" "فلتہ بھیجی" تو
دھماکہ کر دیا مراد اور صفائی کی کورٹ میریج کرا کر لکھنوی پر
ترس آ رہا ہے۔ اور وہ جیسے کے رد عمل کا انتظار ہے وہ کیا
کرنا ہے۔ "عشق آتش" مکمل پڑھنے کے بعد تبصرہ کر دیں گی
پلیز یہ میرا ساؤن قطع ہے ضرور شائع کیجئے گا۔ ورنہ میں
آئندہ خط میں لکھوں گی اچھا اب اجازت دیں۔

ماہ نور مسعود ڈیرہ اسماعیل خان

اس دفعہ کرن بہت جلدی ملا یعنی چودہ تاریخ کو میرے تو
بائیس گولتا ہے اور خط لکھنے کا موقع نہیں ملتا کرن مکمل
اچھا لکھا سب سے پہلے سجدیہ راجپوت کا ٹول "عشق
آتش" پڑھا زبردست اور باقی آئندہ سے شہرے میں لکھا تھا
تو سچا اعلیٰ قطع اس سے بھی زیادہ اچھی ہوگی اور مگر وہ
عافیت "پڑھا میرا روت ٹولٹ زبردست قطع اب کہانی